

عمران کا اغوا







صفدر ان دنوں میک اَپ کرنے اور آواز بدلنے کی مشق کر رہا تھا، اس لئے فرصت کے اوقات میں عمران کا تعاقب کرنا اُس کا محبوب مشغلہ بن کر رہ گیا تھا! لیکن اس کا مقصد اپنی مشاقی کے امتحان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تھا!

اکثر عمران نے اُسے ٹوکا بھی تھا اور بتایا تھا کہ اُس کے میک اَپ میں کس قسم کی خامی رہ گئی!۔ لہجہ اور آواز بدلنے کے اصولوں پر بحث بھی کی تھی!۔ اور پھر ایسے حالات ہوں تو لاگ ہو ہی جائے گی!۔

اب صفدر کو دھن تھی کہ کبھی فخریہ انداز میں عمران کو آگاہ کر سکے کہ وہ فلاں موقع پر اُسے پہچان نہیں سکا تھا!۔ اور اسی دوران میں یہ حقیقت بھی اُس پر واضح ہوئی کہ عمران عادتاً حماقتیں کرتا ہے۔ اس سے پہلے وہ سمجھتا تھا کہ اس سے احمقانہ حرکتیں بعض مصالح کی بنا پر ہوتی ہیں! لیکن اِن دنوں اس نے اندازہ لگایا کہ حماقتوں کا زور عموماً تنہائی ہی میں ہوتا ہے؟ اس سے اس کے علاوہ اور کیا سمجھا جا سکتا تھا کہ حماقتیں اس کی فطرت ثانیہ بن کر رہ گئی ہیں!

اس وقت بھی وہ پلازا ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں تنہا اُداس بیٹھا تھا! چہرے پر حماقتیں پھوٹ پڑی تھیں! البتہ لباس شریفوں اور باسلیقہ لوگوں ہی کا سا تھا!۔ نفیس قسم کا ایوننگ سوٹ!۔

صفدر آج بھی میک اپ میں تھا! اور دل ہی دل میں بیحد خوش تھا کہ آج عمران اسے نہیں پہچان سکا! حالانکہ کئی بار دونوں کی نظریں بھی ملی تھیں لیکن صفدر نے اسکی آنکھوں میں اس قسم کے آثار نہیں دیکھے تھے جن کی بنا پر وہ سمجھ سکتا کہ اُس نے اُسے پہچان لیا ہے!

وہ اس سے زیادہ دور نہیں تھا! اور وہ بھی اپنی میز پر تنہا ہی تھا!۔ اور بڑی دیر سے اُن تینوں لڑکیوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سُن رہا تھا جو اس سے تھوڑے ہی فاصلہ پر بیٹھی ہوئی کافی پی رہی تھیں! صفدر کی پشت ان کی طرف تھی!۔

" میں کہتی ہوں گاؤدی ہے!۔"

" اگر نہ ہوا تو!!"

" میرا ذمہ " !

" پھر کیا کیا جائے۔!"

" چلیں اُس کی میز پر۔!اکیلا تو ہے۔!"

" نہیں یہ نہیں ہو سکتا!۔"

" پھر بھی کچھ نہیں ہو سکتا! تم ڈرتی کیوں ہو! میں کہتی ہوں کہ اگر گاؤدی نہ ہوا تب بھی ہمارا کیا بگڑے گا!زیادہ سے زیادہ یہی سمجھے گا کہ ہم فلرٹ ہیں!وقت گذارنا چاہتے ہیں!۔"

صفدر کو یقین تھا کہ موضوع گفتگو عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا!۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ صفدر مڑکر اُن لڑکیون کی طرف دیکھتا!کیونکہ اس سے مزید گفتگو کے سُننے سے محروم ہو جانے کا اندیشہ تھا!اس لئے وہ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ البتہ کبھی کبھی کنکھیوں سے عمران کی طرف ضرور دیکھ لیتا تھا!۔

پھر نہ جانے کیوں لڑکیوں کی آوازیں دب سی گئیں!صفدر انہیں صاف نہیں سُن سکتا تھا!۔

اِدھر ہوٹل کے آرکسٹرا نے موسیقی شروع کر دی اور ایک رقاصہ میزوں کے درمیان تھرکنے لگی!وہ بڑی پھرتیلی اور شوخ وشنگ تھی!اس نے مصری رقاصوں کا سا لباس پہن رکھا تھا! اور ایک بڑا سا ریشمی رومال ہلاتی جا رہی تھی!بعض اوقات وہ رومال گاہکوں کے گالوں کو چھوتا ہوا اُن کے سروں سے گذر جاتا!۔

شاید وہ بھی عمران کو تاک چکی تھی!یک بیک وہ اُسی کے میز کے قریب رک کر تھرکنے لگی اور ایک گیت بھی شروع کر دیا!۔

" بھونرے! بھونرے!! کلی ہی اڑ کر تیرے پاس آئی ہے دیکھ

کتنی بہاریں لے آئی ہے

اس کی پھواریں لے آئی ہے

پیاسے! پیاسے!! آتش گل نے کیسی چھلکائی ہے دیکھ "

صفدر نے عمران کو بد حواس ہوتے دیکھا!۔ وہ بوکھلا بوکھلا کر رقاصہ کے رومال سے بچنے کی

کوشش کر رہا تھا! سارا ہال قہقہوں سے گونجنے لگا اور اسی دوران میں صفدر نے اپنی پوزیشن بدل لی! اب وہ ان تینوں لڑکیوں کو دیکھ سکتا تھا! وہ عمران میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی تھیں! ایک اُن میں بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی اور دو ہنس رہی تھیں! سنجیدہ لڑکی کسی سوچ میں گم معلوم ہوتی تھی! ویسے نظریں اس کی بھی عمران ہی پر تھیں!۔

اِدھر یک بیک رقاصہ نے رومال میز پر ڈال کر تھرکتے ہوئے اس طرح عمران کی طرف ہاتھ بڑھائے جیسے اُس کی گردن میں بازو حمائل کر دے گی!

عمران کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا! پھر قہقہوں کے شور میں آرکسٹرا کی موسیقی بھی دب گئی!

رقاصہ بھی قہقہے لگاتی ہوئی ہال کے دوسرے گوشے میں چلی گئی! صفدر نے بھی اسے ضروری نہیں سمجھا کہ عمران کو اٹھنے میں مدد دے! وہ بدقت تمام اٹھا کرسی سیدھی کی! اور بالکل اُسی انداز میں اپنے کپڑے جھاڑنے لگا جیسے وہاں دوسروں کی موجودگی کا اُسے علم ہی نہ ہو! جیسے کسی ویرانے میں سائیکل سے گر کر گرد و غبار میں اَٹ گیا ہو!

پھر یک بیک چونک کر چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا ایک بار پھر قہقہے بلند ہوئے اور وہ بھی کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا بیٹھ گیا!

صفدر اس کی ایکٹنگ پر عش عش کر رہا تھا! کیا مجال کہ کسی قدم پر تصنع کا ذرا سا بھی اظہار ہو سکے۔!

اب اس کے چہرے پر حماقت اور شرمندگی کے ملے جلے آثار نظر آ رہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اَب وہ اُس کرسی سے نہ اٹھ سکے گا!۔

دفعتاً لڑکیوں والی میز سے ایک اٹھی اور تیر کی طرح عمران کی طرف آئی اور عمران اس طرح بھڑکا جیسے کسی ننھے سے پرندے نے باز کے چنگل سے بچنے کے لئے کوئی لاحاصل سی جدوجہد کر ڈالی ہو!

لڑکی مسکراتی ہوئی بڑی بے تکلفی سے بیٹھ گئی تھی! اور عمران احمقانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکانے لگا تھا!

آرکسٹرا کی موسیقی مدہم سروں میں پھیل رہی تھی! اس لئے صفدر کا اندازہ تھا کہ اُن کی

گفتگو بھی سن سکے گا۔

"یہ رقاصہ بڑی کمینی معلوم ہوتی ہے!" لڑکی نے ہمدردانہ لہجے میں کہا!

"جی ہاں۔جی ہاں۔ عمران اپنی اِس تائید میں زور بھرنے کے لئے گردن کو جھٹکے دیتا ہوا بولا تھا!۔ اور پھر اُس کے چہرے پر بہت زیادہ سراسیمگی کے آثار دکھائی دیئے تھے!۔ اور آنکھوں میں اشتباہ کی جھلکیاں موجود تھیں!

"یہ آدمی نہیں پہچان سکتیں۔" لڑکی پھر بولی۔

"جی ہاں۔جی ہاں۔" اس بار بھی عمران کا لہجہ پہلے ہی کا سا تھا۔

"اَب وہ اگر ادھر آئی تو ہم اُس کی مرمت کر دیں گے۔ کیا میں اپنے ساتھیوں کو بھی اِسی میز پر بُلا لوں۔"

"ضرور۔ ضرور بڑی خوشی سے۔" عمران نے خوشی ظاہر کی۔

پھر وہ دونوں لڑکیاں بھی اُسی کی میز پر نظر آئیں۔

ادھر موسیقی پھر اونچے سُروں میں آگئی تھی اور صفدر کو اس پر تاؤ آنے لگا تھا کیونکہ اب اُن کی گفتگو آسانی سے نہیں سنی جا سکتی تھی۔

لیکن وہ ان کے ہونٹ ہلتے دیکھ رہا تھا۔ جسموں کے حرکات سے اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ سب بڑی بے تکلفی سے گفتگو کر رہی ہیں۔ اس کے برخلاف عمران کسی شرمیلی لڑکی کی طرح دانتوں میں اُنگلی دبائے کبھی مُسکرانے لگتا اور کبھی دوہرا ہو جاتا۔

ان حماقت مآبیوں کے باوجود بھی وہ بے حد دلکش لگ رہا تھا۔ صورت شکل میں خرابی ہی کیا تھی۔ صورت تو بعض اوقات خود مسلط کردہ حماقت بگاڑ دیا کرتی تھی لیکن اُسی وقت جب وہ شرمانے اور لجانے کی ایکٹنگ کرتا تو ایرانی اور مغل مصوروں کی نزاکت کاریوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ دیکھنے والوں کا ذہن انہیں صدہا سال پرانی رومان پرور فضا میں پہنچا دیتا تھا جہاں مرد بھی آہو چشم اور آرٹسٹک خدوخال رکھنے والے ہوا کرتے تھے۔

صفدر محسوس کر رہا تھا کہ لڑکیاں اُس کی حرکتوں پر تیز ہوتی جا رہی ہیں۔ مگر اُن کی کہی ہوئی باتیں موسیقی کے شور میں اُبھرنے نہیں پاتی تھیں۔ صفدر کو بڑی کوفت ہو رہی تھی۔ اُس کا دِل چاہ رہا تھا کہ سازندوں کی گردنیں دبا دے.... رقاصہ کو اٹھا کر کھڑکی کے باہر پھینک دے۔

موسیقی بلند سے بلند آہنگ ہوتی گئی۔ صفدر بیٹھا دانت پیستا رہا۔

پھر کچھ دیر بعد موسیقی تھم گئی۔ شائد رقاصہ بھی تھک گئی تھی اور سازندے بھی دم لینا چاہتے تھے۔

لیکن ہال میں شور ہو رہا تھا۔ وہ لوگ جو بلند آہنگ موسیقی کی وجہ سے بلند آوازوں میں گفتگو کر رہے تھے یکلخت اپنی آوازیں دبانے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے اس لئے ہال تھوڑی دیر تک مچھلی بازار کا جواب بنا رہا۔

صفدر کی توجہ صرف عمران کی میز کی طرف تھی۔ اُس نے ایک لڑکی کو کہتے سُنا۔

"کیا بتاؤں آپ سے مل کر کتنی خوشی ہے شہزادے صاحب مگر آپ کی اسٹیٹ کا کیا نام ہے۔"

"ریاست چم چم چمروٹی۔"

"یہ کہاں ہے۔ میں نے تو پہلی بار نام سُنا ہے۔" متحیرانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ننگا پربت کی ترائی میں ایک آزاد ریاست ہے۔"

"اور آپ اتنے بڑے شہزادے ہو کر یہاں بیٹھے ہیں۔ آپ کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔'

"ہم تنہائی چاہتے ہیں۔ ہم اِسے پسند نہیں کرتے کہ بچوں کی طرح ہماری دیکھ بھال کی جائے۔"

"اسم گرامی کیا ہے شہزادے صاحب!"

"ہم نہیں پہنتے ہمیں اِس سے بھی نفرت ہے۔" عمران نے بڑی لاپروائی سے کہا۔

اور لڑکیاں حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں۔

پھر ایک بولی۔ "ہم نہیں سمجھے۔"

"اسم گرامی کیا ہوتا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"ارے.... یہی.... نام۔"

"او.... ہو ہو ہو...." عمران احمقانہ انداز میں ہنسا۔ "ہم سمجھے تھے شائد تاج کو کہتے ہیں۔ اتنی گاڑھی اردو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم ابھی اردو سیکھ رہے ہیں۔"

عمران کا لہجہ سچ مچ ایسا ہی تھا جیسے اُردو اس کی مادری زبان نہ ہو۔

"آپ کے یہاں کون سی زبان بولی جاتی ہے۔"

"ہماری زبان کمپولی کٹنگا کہلاتی ہے۔"

"کیسی ہوتی ہے کچھ بول کر سنائیے۔"

"کیا بول کر سنائیں۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"کچھ بھی جو سمجھ میں آئے۔"

"اچھا....!" عمران کچھ سوچتا ہوا۔ "خیر.... تو یہ بولتے ہیں ہم۔ بیپے دھر واب نی ککوی آموداکش چی پوں۔"

لڑکیاں ہنسنے لگیں اور عمران نے بُرا سا منہ بنایا۔ تیسری سنجیدہ لڑکی نے دونوں کو ڈانٹا اور عمران سے بولی۔ "آپ کچھ خیال نہ فرمائیے گا شہزادے صاحب یہ بہت شوخ ہیں۔ ہاں تو اس جملے کا مطلب کیا ہوا۔"

"ہمیں انڈوں پر بیٹھی ہوئی مرغی بہت دلکش لگتی ہے۔" عمران نے ترجمہ سنایا۔

"شہزادے ہی ٹھہرے۔" ایک لڑکی نے پھر قہقہہ لگایا۔ پھر عمران نے جیسے ہی اُس کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھا۔ سنجیدہ لڑکی بول پڑی۔ "تم دونوں وہاں بیٹھو۔ جاؤ۔"

اُس نے اُسی میز کی طرف اشارہ کیا تھا جس سے اٹھ کر وہ عمران کی میز پر آئی تھی وہ دونوں چپ چاپ اٹھ گئیں۔

"یہ دونوں میری سیکرٹری ہیں۔" لڑکی نے کہا۔

"مگر ہم اپنے ملازموں کو اتنا منہ لگانے کے قائل نہیں ہیں۔"

"بس کیا بتاؤں غلطی ہو گئی۔" لڑکی نے موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں آپ نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں۔"

"ہم نہیں بتائیں گے۔" عمران نے روٹھے ہوئے کے سے انداز میں کہا۔

"نہیں بتائیے۔ پتہ نہیں کیوں آپ کی طرف دل کھنچتا ہے۔"

صفدر نے ٹھنڈی سانس لی اور چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کی پشت پر وہ دونوں لڑکیاں کھسر پھسر کرتی ہوئی ہنس رہی تھیں۔

"ہمارا نام سن کر لوگ ہنسنے لگتے ہیں مگر ہم کیا کریں۔ یہ نام ہم نے خود تو اختیار نہیں کیا

تھا۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

"بڑے گدھے ہیں وہ لوگ جو ناموں پر ہنستے ہیں۔"

"ہمارے ابا حضور ہمیں چھوٹے شاہ کہتے ہیں اور خود بڑے شاہ کہلاتے ہیں۔ اور حضور امی شاہینہ کہلاتی ہیں۔"

"خوب!" لڑکی کی شکل سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے اُس نے ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ ہضم کرنے کی کوشش کی ہو۔!

"اور کاغذات پر ہمارے نام جو لکھے جاتے ہیں وہ بہت لمبے چوڑے ہیں۔ مثلاً ہمیں لکھا جاتا ہے۔ شہزادہ والا شان چشمک الطمنچہ بندوق الملک تھری ناٹ تھری جنگ بہادر چھوٹے شاہ۔ اور حضور ابا کے لئے لکھا جاتا ہے والئی بندگان عالی ٹومپسن ریٹ ٹیٹ والی توپ الملک دھرتی دھمک جنگ بہادر بڑے شاہ۔"

"حضور امی کے القابات بھی تو بتایئے۔" لڑکی نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہمیں یاد نہیں ہو سکتا ہمارے باورچیوں میں سے کسی کو یاد ہوں۔ حضور ابا تو انہیں صرف چھوٹے کی ماں کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور اُن کے القابات وغیرہ یا نام لکھنے کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ دراصل ان کی حکومت صرف باورچیوں پر ہے اور وہ صرف زبانی احکامات صادر فرماتی ہیں۔"

"اوہ.... اچھا۔ کیا بتاؤں پرنس کہ آپ سے مل کر کتنی خوشی ہوئی ہے۔ کبھی میرا باپ بھی آئرن پرنس کہلاتا تھا۔ مگر اب۔"

"یہ کیا ہوتا ہے!"

"لوہے کا سب سے بڑا امپورٹر۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" عمران نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کیوں!" لڑکی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

عمران تھوڑی دیر تک اُسی طرح منہ بنائے بیٹھا رہا پھر بولا۔ "ہمارے یہاں تو ایکسپورٹ امپورٹ کرنے والے صرف بنیے کہلاتے ہیں" لڑکی خواہ مخواہ ہنسنے لگی تھی "مگر پرنس آپ اتنے شرمیلے کیوں ہیں۔"

"کیوں نہ ہوں۔" عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اوہ۔ میں اپنا سوال واپس لیتی ہوں۔"

"نہیں دیتے۔" عمران نے چڑچڑاہٹ ظاہر کی اور لڑکی ہنسنے لگی۔

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس ملک کے لوگ اتنے ہنسوڑ کیوں ہیں۔ جب دیکھو تب دانت نکلے ہوئے ہیں۔ ہماری ریاست میں تو اگر آدمی شارع عام پر ہنستا ہوا نظر آئے تو اُسے وہی سزا دی جائے گی جو سڑک کے کنارے بیٹھ کر پیشاب کرنے کی ملتی ہے۔"

"کمال ہے۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔" لڑکی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہنسنا صرف شاہی خاندان کے افراد کو زیب دیتا ہے اور قانونی طور پر صرف وہی بر سر عام ہنس سکتے ہیں۔

"لیکن میں نے ابھی تک آپ کو ہنستے نہیں دیکھا۔"

"ہم عوام میں بہت مقبول ہیں اس لئے مصلحتاً ہنسنا چھوڑ دیا ہے۔"

"خوب.... بھلا مصلحتاً کیوں!"

"ارے بھئی! پھر وہ ہمیں کس طرح اپنے دُکھ درد میں شریک سمجھیں گے۔ ویسے تنہائی میں ہمیں ان ڈھکوسلوں پر بے تحاشہ ہنسی آتی ہے۔"

"اپ کا قیام کہاں ہے!"

"قیام۔ ارے یہاں ہماری کئی کوٹھیاں موجود ہیں جہاں چاہیں قیام کر سکتے ہیں۔"

"آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کے دوسرے افراد بھی ہوں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ ہم سفر میں ایسے روگ نہیں پالتے۔"

"آہا۔ آپ واقعی شہزادے ہیں۔ مگر کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے۔"

اس سوال پر عمران شرما گیا۔ دانتوں میں انگلی دبا کر نظریں نیچی کر لیں اور جھینپے ہوئے انداز میں مُسکرانے لگا۔

"بولئیے نا۔"

عمران پہلے تو اُسی انداز میں خاموش بیٹھا رہا پھر جلدی سے بولا۔ "حضور ابا سے پوچھئے۔" اور دونوں ہاتھوں سے مُنہ چھپا کر دوہرا ہو گیا۔

"ارے۔ واہ۔" لڑکی ہنس پڑی۔ "آپ نے تو پردہ نشین لڑکیوں کو بھی مات کر دیا۔"

عمران نے تھوڑی دیر تک سر ہی نہیں اٹھایا گفتگو کیا کرتا۔ بدقت تمام وہ سیدھا ہوا لیکن اب بھی چہرے پر حماقت کے آثار باقی تھے۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ کیا عمران کے ظاہر و باطن میں مماثلت نہیں ہے کیا وہ اسی طرح لڑکیوں پر ڈورے ڈالتا ہے۔

"ارے شہزادے صاحب! بھلا یوں کام کیسے چلے گا۔" لڑکی نے پھر اُسے بولنے پر مجبور کیا۔

"پھر کیسے چلے گا۔" عمران نے نظریں نیچی کر کے کہا۔

"آپ شادی سے شرماتے ہیں۔"

"و.... و.... دیکھئے.... دراصل...." عمران ہکلا کر رہ گیا۔

"نہیں ہوئی۔" لڑکی نے پوچھا۔

عمران نے نفی میں سر ہلا کر پھر نظریں جھکا لیں۔

اب صفدر نے محسوس کیا کہ لڑکی کچھ مضطرب سی نظر آرہی ہے۔ وہ بار بار اپنی ساتھیوں کی طرف دیکھ رہی تھی پھر اُس نے انہیں کسی قسم کا اشارہ کیا اور وہ اٹھ کر صدر دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ صفدر نے ایک طویل سانس لی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ لڑکیاں کس چکر میں ہیں۔ اُس نے شروع میں ان کی آپس کی گفتگو بھی سُنی تھی۔

دفعتاً لڑکی نے عمران سے کہا۔ "اچھا پرنس کیا ہم دوست بن گئے ہیں۔"

"ارے واہ۔" عمران خوش ہو کر بولا۔ "ہمیں کتنی تمنا تھی۔ اُف.... فوہ.... بات دراصل یہ ہے کہ ہماری تعلیم و تربیت محل ہی میں ہوئی ہے۔ ہم نے بہت انگریزی پڑھی ہے لیکن کبھی کالج یا اسکول نہیں گئے۔ ہم انگریزی کی کتابوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی کے بارے میں پڑھا کرتے تھے اور سوچتے تھے کہ یہ سب کچھ غلط ہے۔ جھوٹ ہے ان دونوں میں دوستی کیسے ہو سکتی ہے۔ ایک بار ہم نے حضور ابا سے بھی پوچھا تھا لیکن ہم پر شاہی ڈانٹ پڑی تھی۔"

"شاہی ڈانٹ۔ واہ لڑکی پھر ہنس پڑی۔" بھلا یہ شاہی ڈانٹ کیسے پڑتی ہے۔"

"بھئی پتا نہیں یہاں ڈانٹ ڈپٹ کا کیا طریقہ ہے۔ یہاں کی تو دنیا ہی نرالی ہے۔ ہمارے یہاں کچھ محلاتی دفاتر ہوتے ہیں۔ ان میں ڈانٹ ڈپٹ کا بھی ایک دفتر ہے۔"

"بھلا آپ پر کیسے ڈانٹ ڈپٹ پڑی تھی۔"

"بس حضور ابا نے ایک پرچہ لکھ کر ہمیں دیتے ہوئے حکم صادر فرمایا تھا کہ ڈانٹ ڈپٹ کے دفتر جاؤ۔ ہم اس کا مطلب سمجھتے تھے۔"

"کیا مطلب سمجھتے تھے؟"

"یہی کہ ڈانٹ پڑے گی مگر۔" عمران ہنسنے لگا۔ خوب ہنسا اور پھر بولا۔ "بھئی کیا بتائیں اُس محکمے کا سربراہ ایک بوڑھا آدمی ہے اُس کے منہ میں ایک دانت بھی نہیں ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ وہی کرتا ہے بس کیا بتائیں کیسا لطف آتا ہے جب وہ ڈانٹنے لگتا ہے۔ کہتا ہے شہزادے صاحب آپ گھگے ہیں۔ بے ہوف ہیں۔ آئینگا ایسا نہ ہونا چاہئے۔ ہم اُس کے اُن الفاظ پر غور کرتے ہیں جن کا صحیح تلفظ دانتوں کی عدم موجودگی کی بناء پر ناممکن ہے۔ غور کرتے ہیں اور ہنستے ہنستے ہمارا برا حال ہو جاتا ہے اور اس پر وہ اور چراغ پا ہوتا ہے اور غصے سے پاگل ہو کر اپنی چھاتیاں پیٹنے لگتا ہے۔ ہم اور ہنستے ہیں اور وہ جوش غضب میں قلابازیاں کھانے لگتا ہے۔"

"مگر یہ محکمہ عجیب ہے۔"

"مجبوراً یہ محکمہ قائم کرنا پڑا ہے کیونکہ حضور ابا کے خیال شاہی کے مطابق انہیں ڈانٹنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ اس لئے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کا محکمہ بھی قائم کرنا پڑا ہے۔"

"خیر۔ تو ہاں آپ لڑکیوں سے دوستی کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔"

"ہمیں بڑا شوق تھا لڑکیوں سے دوستی کا۔ اسی لئے ہم آپ کے ملک میں آئے ہیں۔ لیکن ابھی تک ہماری کسی سے دوستی نہیں ہو سکی"۔

"اگر ہو جائے تو!" لڑکی بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"ہم بہت مسرور ہوں گے۔"

"بس چلئے ہم دوست ہو گئے۔" لڑکی بولی۔

"زہے نصیب.... یعنی کہ ہم شائد غلط بول گئے۔ فہے نصیب کہتے ہیں شائد۔"

"نہیں پہلے ہی آپ نے صحیح کہا تھا۔ زہے نصیب۔" لڑکی نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "اچھا پرنس ابھی آئی۔ مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ کیا آپ میرا انتظار کریں گے۔"

"ضرور ضرور۔ ہم حماقت تک آپ کا انتظار کریں گے۔"

"آہا۔!" لڑکی مسکرائی۔ "شائد آپ قیامت کو حماقت کہہ رہے ہیں۔"

"قیامت۔ہاں۔ قیامت دیکھو ہم اردو سیکھ رہے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ اچھا تو میں ابھی آئی۔" وہ اٹھ گئی اور اب وہ بھی آمدورفت کے دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

صفدر بھی اٹھ گیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیوں اُٹھی ہے؟ کچھ دیر پہلے اُس نے اپنی ساتھیوں کو کہاں بھیجا تھا۔



سردی یونہی زیادہ تھی۔ پھر مہندی کی باڑھ نے اُسے کچھ اور شدید کر دیا مگر صفدر جہاں تھا وہاں سے جنبش نہیں کر سکتا تھا کیونکہ قد آدم باڑھ کی دوسری طرف وہ تینوں لڑکیاں موجود تھیں اور ان کی گفتگو ایسی ہی تھی کہ صفدر کے پیر وہیں جم کر رہ گئے تھے۔

ایک آواز۔ "میرے خیال سے تو ٹھیک ہے۔"

"دوسری آواز۔ "لیکن اگر وہ احمق نہ ثابت ہوا تو۔"

تیسری آواز۔ "تمہاری مین میخ کچھ نہ ہونے دے گی۔ میں کہتی ہوں آخر کسی کو آزمایا تو جائے۔ اگر احمق نہ ثابت ہوا تب بھی کیا ہم خسارے میں رہیں گے۔ یہی سمجھ لینا کہ ایک دلچسپ تفریح ہوتی رہی ہے۔"

دوسری آواز۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی احمق شہزادہ ہی ہے۔"

تیسری آواز۔ "خیر چھوڑو۔ کیا کہتی ہو۔ کیا کیا جائے۔"

دوسری آواز۔ "میری دانست میں اُسے بہلا پھسلا کر لے چلو۔ دوستی تو کر ہی لی ہے تم نے۔"

"مگر مجھے حیرت ہے کہ وہ تنہا کیوں ہے۔ اگر شہزادہ ہوتا تو...." تیسری آواز تھی۔

دوسری آواز۔ "پھر تم نے شروع کر دی بحث۔ اب ہمارے کان نہ کھاؤ۔ اگر اس مشورہ پر عمل کرنا ہے تو کرو ورنہ میں تو چلی۔ اُسے آزمانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ فوراً ہی واپس نہ جاؤ۔ یہ دیکھو کہ وہ تمہارا انتظار کرتا ہے یا نہیں۔ اگر منتظر ملے تو سمجھ لو کہ کار آمد ہے بس پھر ہم یہیں سے

اُسے غائب کر دیں گے۔"

"تو میں ابھی واپس نہ جاؤں۔"

"ہرگز نہیں۔ آؤ چل کر کسی قریبی ریستوران میں وقت گزاریں۔"

پھر صفدر نے قدموں کی چاپ سُنی اور تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ وہ تینوں کمپاؤنڈ کے پھاٹک سے گذر کر باہر جا رہی ہیں۔

صفدر نے سوچا اب موقع ہے عمران کو حالات سے باخبر کر دینا چاہئے۔ وہ تیزی سے ڈائننگ ہال میں واپس آیا۔ عمران اب بھی موجود تھا۔ صفدر سے نظریں ملتے ہی وہ مُسکرایا اور صفدر نے ایک طویل سانس لی۔ تو اُس نے اُسے پہچان لیا تھا۔

صفدر اُس کے قریب پہنچ کر بہت ادب سے جھکا اور سیدھا کھڑا ہوتا بولا

"اے پُمّر وٹی کے شہزادے صاحب! آپ کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں۔"

"گڈ!" عمران نے مُسکرا کر کہا۔ "آج تمہاری حماقت بار آور ہوئی ہے۔ کیوں کیا خبر ہے!"

صفدر نے مختصراً لڑکیوں کی گفتگو دہرائی اور پھر پوچھا۔ "آپ کا کیا خیال ہے۔"

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "تم نے بڑی اچھی خبر سنائی لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے بیانات کی صداقت تسلیم کرلیں اس کے لئے تمہیں بھی کچھ کرنا پڑے گا"۔

"جو کچھ فرمایئے!"

"اُن کی واپسی پر میرے پاس آ کر تم مجھے کورنش بجالاؤ گے اور ایسی زبان میں کچھ کہو گے جو تمہارے فرشتوں کی بھی سمجھ نہ آسکے۔ بس کچھ اوٹ پٹانگ بک دینا۔ تھوڑی دیر تک ہم دونوں اپنی مادری و پدری زبانوں میں گفتگو کرتے رہیں گے۔ پھر جب میں غصیلے انداز میں ہاتھ ہلا کر کچھ کہوں تو تم خوفزدہ انداز میں پھر کورنش بجالانا اور اُلٹے پاؤں واپس.... باہر انتظار کرنا۔ تمہیں بہر حال مجھ پر نظر رکھنی ہے لیکن اُس وقت تک کوئی ایکشن ہرگز نہ لینا جب تک کہ میری طرف سے .... اشارہ نہ ملے۔ بس اب جاؤ۔"

صفدر پھر ڈائننگ ہال سے باہر آگیا۔ اب اسے لڑکیوں کی واپسی کا انتظار تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھاٹک میں نظر آئیں اور صفدر ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔



عمران نے ان تینوں کو ہال میں داخل ہوتے دیکھا لیکن خود کو بے خبر ظاہر کرتا رہا۔ سنجیدہ لڑکی تیر کی طرح میز کی طرف آئی اور اُس کی دونوں ساتھی قریب کی ایک خالی میز پر چلی گئیں۔

"مجھے افسوس ہے پرنس۔ "لڑکی بیٹھتی ہوئی بولی۔" آپ کو اتنی دیر تک انتظار کرنا پڑا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" عمران مسکرایا۔" مگر ہم بے حد پریشان ہیں۔"

"کیوں؟"

"ابھی ہمارا سیکرٹری تلاش کرتا ہوا یہاں پہنچا تھا۔ ہم بمشکل تمام اُس سے خود کو چھپا سکے۔"

"کیوں! چھپنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ارے وہ کسی بُری روح کی طرح ہمارے سر پر مسلط ہو جاتا۔ حضور ابا کی ہدایت تھی کہ ہمیں کسی وقت تنہا نہ چھوڑا جائے۔"

"کیا اِس وقت بھی یہاں آپ کا کوئی آدمی موجود ہے۔" لڑکی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے متفکرانہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔ وہ کمبخت ہمیں یہاں نہ پا کر واپس گیا ہوگا۔ ہم نے اُسے دیکھتے ہی باتھ روم میں قدم پنجہ فرمایا تھا۔"

"قدم رنجہ۔" لڑکی نے تصحیح کی۔

"اوہ۔ شکریہ۔ آپ واقعی بہت اچھی دوست ہیں۔ آپ کے ساتھ رہ کر ہم اچھی اردو بولنے لگیں گے۔"

"ضرور۔ ضرور۔" لڑکی نے سر ہلا کر کہا۔

لیکن ٹھیک اُسی وقت عمران میز پر ہاتھ مار کر غرایا۔ "دیکھ لیا نا ہنجار نے اس بار دیکھ لیا۔"

"کس نے دیکھ لیا۔" لڑکی نے بوکھلا کر چاروں طرف نظر دوڑائی۔

"اُسی نامراد سیکرٹری نے کمبخت شائد یہیں منڈلاتا رہا تھا۔"

اتنے میں صفدر میز کے قریب پہنچ کر نہایت ادب سے جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر اوٹ پٹانگ آوازیں نکالنے لگا۔ اِس بار اُس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں نظر آرہی تھیں۔ کم از کم کوئی ایسا آدمی تو اُسے نہیں پہچان سکتا تھا جس نے کچھ دیر پہلے اُسے یونہی رواروی میں دیکھا ہو۔

عمران نے جواباً کچھ کہا۔ پھر تھوڑی دیر تک انہیں نا قابل فہم الفاظ کا تبادلہ ہو تا رہا اس کے بعد دفعتاً عمران کا لہجہ غصیلا ہو گیا۔ صفدر خاموشی سے سنتا رہا اور عمران کے خاموش ہوتے ہی سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور کچھ دور اُلٹے پیروں چل کر ایڑیوں پر گھوم گیا۔ اُس کا رُخ صدر دروازے کی طرف تھا۔

"گدھا کہیں کا۔" عمران دانت پیس کر بڑبڑایا۔ "گویا ہم ننھے سے بچے ہیں۔ شہر میں کھو جائیں گے۔"

"کیوں پرنس کیا کہہ رہا تھا۔" لڑکی نے پُر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"ارے بکواس کر رہا تھا۔ کہنے لگا ہم سب بے حد پریشان تھے۔ آپ بتائے بغیر یہاں چلے آئے۔ ہم نے کہا بھاگ جاؤ۔ اگر آس پاس کہیں دکھائی دیئے تو بڑی سخت سزا ملے گی۔ بس چلا گیا۔ اب بتایئے کیا ہم کہیں کھو جائیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ دیکھ بھال تو زندگی کا لطف ہی نہیں اٹھانے دیتی۔"

"اور۔ کیا۔ ارے ہاں۔ ابھی تک ہمیں اپنی دوست کا نام بھی نہیں معلوم ہوا۔"

"میرا نام شالی ہے۔"

"اوہ۔ یہ تو شائد بیوی کی بہن کو بھی کہتے ہیں۔"

"ارے نہیں۔" لڑکی ہنس پڑی۔ "اُسے سالی کہتے ہیں۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا۔ سمجھ گیا۔ سین شین کا فرق ہے۔"

"جی ہاں۔ کیا آپ نے اُردو پڑھی بھی ہے۔"

"ہاں۔ ہمیں اردو، عربی، فارسی اور انگریزی پڑھائی گئی تھیں لیکن ان زبانوں کی بول بال مشکل ہے۔"

"بول چال۔" شالی نے تصحیح کی۔

"شکریہ۔ دیکھئے ہے نا مشکل۔ میں دراصل بامحاورہ زبان بولنے کی کوشش کرتا ہوں اس لئے غلطی ہو جاتی ہے۔"

"میں آپ کو کافی مدد دوں گی۔"

"دوست جو ٹھہریں۔" عمران احمقانہ انداز میں ہنسنے لگا۔

شالی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "چلئے میں آپ کو اپنا گھر دکھادوں۔"

"مم۔ مگر۔"

"ہاں کہئے۔ کیابات ہے۔"

"آپ کے والدین بُرا تو نہ مانیں گے۔ ہماری ریاست میں لوگ اسے معیوب سمجھتے ہیں۔"

"اوہ۔ اِس کی فکر نہ کیجئے۔ میں اپنی کوٹھی میں تنہا رہتی ہوں۔"

"ارے۔" عمران آنکھیں پھاڑ کر اچھل پڑا۔ چند لمحے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا پھر بولا۔ "ہمیں حیرت ہے کہ لڑکیاں بھی تنہا رہتی ہیں۔"

"یہ میری دونوں سیکرٹری بھی تو ہیں لیکن وہ بُرا نہیں مانیں گی۔"

عمران کچھ نہ بولا

"تو پھر چلئے۔" شالی نے تھوڑی دی بعد کہا۔

"ضرور چلیں گے۔ مگر ذرا ٹھہر جایئے۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہم اطمینان کرلیں کہ ہمارا کوئی آدمی یہاں موجود نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ لڑکیوں سے دوستی کی خبریں شاہی کانوں تک پہنچیں۔"

شالی خاموش ہوگئی۔ اب وہ مطمئن نظر آنے لگی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بہت بڑی فکر سے نجات مل گئی ہو۔

عمران نے اٹھ کر پورے ہوٹل کے چکر لگائے۔ شالی بھی اُس کے ساتھ ہی ساتھ رہی اور پھر عمران نے کہا۔

"ہمیں یقین ہے اِس وقت یہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔"

"تو پھر چلیں نا۔"

"ضرور۔ ضرور۔"

ایک لمبی خوبصورت کار انہیں اٹھائے ہوئے کمپاؤنڈ سے باہر نکلی۔ شالی کے ساتھیوں میں سے ایک اُسے ڈرائیو کر رہی تھی۔ دونوں لڑکیاں اگلی ہی سیٹ پر تھیں اور شالی عمران کے ساتھ پچھلی سیٹ پر۔

"کل تک ہم اداس رہا کرتے تھے لیکن اِس وقت ہم اتنے مسرور کیوں ہیں۔" عمران نے

پر مسرت لہجے میں پوچھا۔

"میں بتاؤں شہزادے صاحب!" ڈرائیو کرنے والی لڑکی نے کہا۔

"تم خاموش رہو۔" شالی جلدی سے بول پڑی۔

"میرا بھی حق ہے۔" جواب ملا۔

"محترمہ گالی.... ہمیں بد تمیزی پسند نہیں ہے۔" عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا اور دونوں لڑکیاں بیساختہ ہنس پڑیں۔

"میرا نام شالی ہے۔" شالی نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہ۔ معاف کیجئے۔ ہمیں دراصل بھول جانے کی بھی عادت ہے۔" عمران اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔ تھوڑی دیر تک بُرا سا منہ بنائے بیٹھا رہا پھر کہا۔ "بعض اوقات اس عادت کی وجہ سے ہمیں پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" شالی ہنس کر بولی۔ "ہم بے تکلف دوست ہیں نا۔"

"بے تکلف بھی ہیں۔" عمران نے مسرت اور تحیر سے ملے جلے لہجے میں پوچھا۔

"بالکل۔ قطعی۔"

"اوہو۔ اوہو۔" عمران نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "ہم کتنے مسرور ہیں کتنے خوش ہیں۔ کتنے بھڑبنگل ہیں۔"

"بھڑبنگل کیا!"

"اوہ۔ ارے۔ اُف فوہ۔ مسرت کی زیادتی میں ہم اپنی زبان کا ایک لفظ بول گئے۔ بھڑبنگل ہماری زبان میں خوش قیمت۔ قیمت۔ ہی تو کہتے ہیں۔ خوش قیمت کو کہتے ہیں بھڑبنگل۔"

نہیں شائد آپ خوش قسمت کہنا چاہتے ہیں۔"

"اوہاں۔ خوش قسمت۔ قسمت۔ ٹھیک ہے۔ پتہ نہیں کب ہمیں اردو بولنا آئے گا۔"

"آپ ویسے بھی خاصی اردو بول لیتے ہیں لیکن لہجے پر قادر نہیں ہیں۔ اس کی البتہ مشق بہم پہنچانی پڑے گی۔"

"مشق۔ ہاں۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہائے اللہ۔ اوئی اللہ۔ اور اللہ قسم بالکل اُسی انداز میں کہیں جیسے آپ لوگ کہتے ہیں مگر ہم سے نہیں بنتا۔ کتنا اچھا لگتا ہے کانوں کو کتنا بھلا لگتا ہے۔ اچھا

یہ نوج کیا ہے ہم اس کے معنی نہیں سمجھتے۔ ایک بوڑھی عورت سے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ ہمیں یاد نہیں کہ ہم نے اُس سے کیا کہا تھا جس کے جواب میں اُس نے ناک پر انگلی رکھ کر نوج کہا تھا ہم نے اردو کی لغات چھان ماری لیکن اِس لفظ کے معنی ہمیں کہیں نہ ملے۔ آپ بتایئے۔"

"مم.... میں.... بتاؤں...." شالی کچھ سوچتی ہوئی ہکلائی۔

"ہاں بتایئے تاکہ ہمیں اس کے استعمال کا سلیقہ ہو سکے۔"

"ارے واہ۔ آپ بھی ناک پر انگلی رکھ کر نوج کہہ لیا کیجئے۔" ڈرائیو کرنے والی لڑکی نے کہا۔

"مگر سوال یہ ہے کہ معنی معلوم ہوئے بغیر ہم اسے کیسے استعمال کر سکیں گے۔ مثلاً ہمیں یہ تو معلوم ہی ہونا چاہئے کہ ہم کب نوج کہیں۔"

"میں بتاؤں گی۔" لڑکی نے کہا۔ "محترمہ شالی کی اُردو بھی بہت زیادہ اچھی نہیں ہے کیونکہ ان کی ماں ہنالولو کی تھیں اور باپ سمالی لینڈ کے۔"

شالی خاموشی سے اپنا نچلا ہونٹ چبا کر رہ گئی۔ کچھ بولی نہیں۔

"اچھا تم ہی معنی بتاؤ۔" عمران نے کہا۔

"نوج اشاراتی اثبات بھی ہے اور صوتی بھی۔"

"ارے باپ رے اتنی گاڑھی اردو۔"

"آپ نے عربی اور فارسی بھی تو پڑھی ہے۔" لڑکی نے کہا

"اوہاں۔ ٹھہریئے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ اشاراتی اثبات۔ اچھا ٹھیک ہے۔ ہاں سمجھ گئے۔ مگر صوتی۔ صوتی۔ صوتی۔ او راشاراتی اثبات اچھا ٹھیک ہے۔ ہاں سمجھ گئے لیکن اشاراتی اور صوتی کا چکر سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ناک پر انگلی رکھنا اشارہ ہے۔" لڑکی بولی۔ "جس کا مطلب ہے "ہاں" یعنی یہ اشاراتی اثبات ہوا۔ اور لفظ نوج کے معنی بھی "ہاں" ہے۔ محل استعمال یہ ہے کہ جب اثبات میں بہت زیادہ زور پیدا کرنا ہو تو انگلی رکھ کر نوج کہئے"۔

"ارے واہ۔" عمران بچوں کی طرح خوش ہو کر اچھل پڑا۔ "اب بالکل سمجھ میں گیا۔ شکریہ۔"

شالی نے غصیلے انداز میں ڈرائیو کرنے والی لڑکی کی طرف دیکھا مگر اس بار بھی خاموش ہی رہی۔

کار گرینڈ کالونی کی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ عمران نے الووں کی طرح دیدے نچائے لیکن کچھ بولا نہیں۔

عمارت شاندار تھی لیکن وہاں عمران کو ان تینوں لڑکیوں کے علاوہ اور کوئی نہ دکھائی دیا۔ تینوں آپس میں بے تکلفی سے گفتگو کر رہی تھیں مگر عمران نے ان کے اِس رویہ پر نہ تو حیرت ہی ظاہر کی اور نہ کسی قسم کا تبصرہ ہی کیا۔



جولیانا فٹنر واٹر الجھن میں مبتلا تھی۔ پچھلی رات صفدر نے اُسے یہاں تک اطلاع دی تھی کہ عمران گرینڈ کالونی کی عمارت گرین ہاؤز میں داخل ہو چکا ہے۔ اس کے بعد کے حالات اُسے معلوم نہیں ہوئے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ عمران کو اس طرح پھسلا لے جانے والی لڑکیاں کون ہو سکتی ہیں؟ اور اس حرکت کا مقصد کیا ہو گا؟

کیا وہ خود اس معاملے کو دیکھے؟ لیکن پھر یہ سوچ کر غصہ آگیا کہ عمران اُس کا مضحکہ اڑائے گا۔ وہ پہلے بھی کئی بار ایسے حالات میں اُسے بہت شرمندہ کر چکا تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ آخر وہ اس کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہے؟ اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی کوشش کیوں کرتی ہے؟ اُس کے نجی معاملات میں کیوں دخیل ہوتی ہے؟ ایسے مواقع پر جولیا کٹ کر رہ جاتی اور اُسے غصہ بھی آتا مگر وہ مجبور تھی کیوں کہ عمران کے علاوہ اسے اور کسی کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔

آفس میں داخل ہو کر اُس نے سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ اُس کے لئے کوئی پیغام تو نہیں ہے۔

دو بجے تک وہ اُلجھن میں مبتلا رہی کیونکہ صفدر کے ساتھ ہی چوہان، نعمانی اور صدیقی بھی آفس سے غائب تھے۔ خاور سے صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا تھا کہ وہ چاروں رات ہی سے کسی اہم کام کے سلسلے میں غائب ہیں۔ کام کی نوعیت کا علم شائد خاور کو بھی نہیں تھا اور نہ وہ کم از کم جولیا

ے تو ہر گز نہ چھپاتا۔

دو بجکر دس منٹ پر اُس کے مخصوص فون کی گھنٹی بجی اور اُس نے مضطربانہ انداز میں ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف صفدر ہی تھا۔

"میں تنگ آگیا ہوں ان عمران صاحب سے۔" صفدر نے کہا۔

"کیوں کیا ہوا!" جولیا نے بے چینی سے پوچھا۔

"رات ہی سے ہم چاروں اُس عمارت کی نگرانی کر رہے تھے لیکن اب اس وقت وہ عمارت سنسان پڑی ہے اور مالک مکان اب اُسے کسی دوسرے کرایہ دار کے سپرد کر رہا ہے۔"

"وضاحت سے بیان کرو۔" جولیا جھلا گئی۔

"آج صبح دس بجے کار میں تینوں لڑکیاں باہر نکلی تھیں۔ چوہان نے کار کا تعاقب کیا تھا۔ کار میں صرف وہی تینوں تھیں۔ عمران ان کے ساتھ نہیں تھا۔ ڈیڑھ بجے چوہان واپس آیا اُس نے بتایا کہ وہ کار تو بحری سفر پر روانہ ہو گئی ہے۔"

"صفدر کیوں احمقانہ باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو!۔"

"عمران کا معاملہ ہے نا! ہر آدمی پاگل بن کر رہ جاتا ہے!۔"

"سیدھی سادھی باتیں کرو!۔" جولیا غرائی۔

"ارے بھئی! خفا کیوں ہوتی ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس بار میاں عمران کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں چلے گا! وہ کار بندرگاہ گئی تھی اور اُسے بار برداری کے ڈاک پر لے جایا گیا تھا! جہاں کرین کے ذریعہ ایک بار بردار اسٹیمر پر بار کی گئی! تینوں لڑکیاں بھی اسی اسٹیمر پر سوار ہوئی تھیں!۔ عمران وہاں بھی نہیں دکھائی دیا تھا!۔

پھر جب چوہان نے واپس آکر اس کی اطلاع دی تو میری تشویش بڑھ گئی، میں اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ ایک گاڑی آکر رکی اُس پر سے دو آدمی اترے!۔ اور اندر چلے گئے! جب وہ واپس آئے تو ان کی گفتگو سے میں نے اندازہ کیا کہ اُن میں سے ایک مالک مکان ہے اور دوسرا اشائد اُس عمارت کو کرایہ پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔! میری الجھن بڑھ گئی! میں نے آگے بڑھ کر مالک مکان سے اُن تینوں لڑکیوں کے متعلق پوچھا اُس نے کہا کہ محترمہ شالی نے مکان خالی کر دیا ہے اب میں اُسے دوسرے کرایہ دار کو دے رہا ہوں! یہ سُن کر میں چکرا گیا اور

فوراً ہی کسی لٹ جانے والے تاجر کی سی ایکٹنگ شروع کر دی۔ میں اُسے بتایا کہ تین لڑکیاں جیولری زیورات کی دوکان پر گئی تھیں انہوں نے آٹھ ہزار کے زیورات خریدے۔! تین ہزار وہیں نقد دے دیئے اور پانچ ہزار کیلئے کہا کہ میں اپنا ایک آدمی اسکے ساتھ کر دوں وہ گھر پہنچ کر ادا کر دیں گی۔ لہذا دکان کا منتظم ان کے ساتھ کر دیا گیا! انہوں نے اسی عمارت کا پتہ دیا تھا! واقعہ دس بجے کا بتایا!۔ مالک مکان اس اطلاع پر بوکھلا گیا! میں نے خیال ظاہر کیا کہ وہ لڑکیاں مکان چھوڑ گئی ہیں تو وہ آدمی یقینی طور پر قتل کر دیا گیا ہوگا! جو پانچ ہزار روپے وصول کرنے کے لئے اُن کے ساتھ آیا تھا!۔ کرایہ دار نے مالک مکان کو سہارا دیا وہ چکرا کر گر ہی پڑا ہوتا! میں بڑی کامیابی سے اپنا پارٹ ادا کر رہا تھا!۔ پھر میں نے اُس مکان کی تلاشی لے ڈالی لیکن عمران کا کہیں پتہ نہ تھا!۔"

تم نے ٹھیک طور پر نگرانی کی ہی نہیں کی ہوگی!۔" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا!

"خیر یہ تو میں یا میرے ساتھی ہی بہتر جان سکتے ہیں۔! "صفدر کا لہجہ بھی ناخوشگوار تھا۔ جس کے نتیجے میں جولیا کو خود کو سنبھالنا پڑا اور اس نے اپنے لہجے میں بے تعلقی پیدا کر کے پوچھا!" کیا اسٹیمر کا نام اور گاڑی کے نمبر نوٹ کیئے گئے تھے۔!"

"ہاں اسٹیمر کا نام "سبکرو" تھا! اور کار کا نمبر بھی نوٹ کرو۔!" صفدر نے کار کے نمبر بتائے اور جولیا نے انہیں سامنے پڑے ہوئے پیڈ پر نوٹ کیا!۔

"اسٹیمر کے متعلق کیا معلومات حاصل کیں"! جولیا نے پوچھا!۔

"ابھی تک کچھ بھی نہیں۔ ویسے !وہ پرشین گلف کے لئے روانہ ہوا ہے!۔"

"روانہ ہو چکا ہے!۔"

"ہاں ایک بج کر چالیس منٹ پر۔ خیر اب بتاؤ! مجھے کیا کرنا ہے۔ کیا تم اس کی اطلاع ایکس ٹو کو دے سکتی ہو!۔"

"ضروری نہیں ہے!۔" جولیا نے یک بیک پھر تیز ہو کر کہا!" تم نے یہ سب کچھ کس کے حکم پر کیا تھا۔ ہو سکتا ہے عمران کا کوئی نجی معاملہ ہو!۔"

"یہ سب کچھ میں نے عمران ہی کے حکم سے کیا تھا!۔"

"وہ حکم دینے والا کون ہے ؟۔"

"یہ تو میں نہیں جانتا!۔ لیکن کیا میں تمہیں پچھلے احکامات یاد دلاؤں جو تمہارے ہی توسط سے

م لوگوں نے وقتاً فوقتاً پہنچتے رہے ہیں! کیا تم نے کئی بار یہ نہیں کہا کہ عمران کے معاملات میں ایکسٹو سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سوچے سمجھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا اور یہ ایکس ٹو ہی کا حکم تھا!۔"

"خیر۔ خیر ختم کرو!۔ جولیا نے خشک لہجے میں کہا!" لیکن دوسرے احکامات کے منتظر رہو۔!"

اُس نے سلسلہ منقطع کر دیا! اب وہ ایکس ٹو سے گفت و شنید کرنا چاہتی تھی! آج کل وہ ہر وقت دانش منزل ہی میں مل سکتا تھا!۔

آج کل کے حالات عجیب تھے! جب سے نئی حکومت قائم ہوئی تھی! ہر وقت غیر ملکی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا خدشہ لگا رہتا تھا اس لئے سیکرٹ سروس کا چیف ہونے کی وجہ سے عمران کی مصروفیات اور ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں!۔ وہ زیادہ تر اپنی قیام گاہ سے غیر حاضر رہتا! یہی وجہ تھی کہ آج کل بلیک زیرو مستقل طور پر بحیثیت ایکس ٹو اس کا رول ادا کر رہا تھا! لہٰذا ہر وقت اُسے دانش منزل ہی میں موجود رہنا پڑتا تھا! اگر کوئی خاص بات معلوم ہوتی اور وہ خود اُس کے متعلق کوئی واضح فیصلہ نہ کر سکتا تو عمران سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا! پھر اُس سے جو ہدایت ملتی اُس کے مطابق احکامات صادر کرتا!۔

جولیا نے اس سے فون پر رابطہ قائم کر کے عمران کے حالات سے آگاہ کیا!

"اچھا!۔" دوسری طرف سے ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی!" مگر اس نے مجھے اس معاملے سے آگاہ نہیں کیا جس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اُسے اِس کا موقع ہی نہیں مل سکا! اچھی بات ہے۔ تم جہاں ہو وہیں ٹھہرو! اور اپنے آدمیوں میں سے کسی کو بھی اِدھر اُدھر نہ ہونے دو! میں بندرگاہ کے آفیسروں سے "سکرو" کے متعلق پوچھ گچھ کر کے تمہیں اطلاع دوں گا۔!"

پھر سلسلہ منقطع ہو گیا تھا! اور جولیا اُس کی دوسری کال کے انتظار میں ایک ایک پل شمار کرنے لگی تھی! ساتھ ہی دل ہی دل میں عمران کو بُرا بھلا بھی کہتی جا رہی تھی جس کی وجہ سے اکثر اُس کا ذہنی توازن بگڑنے لگتا تھا!۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے بلیک زیرو کی کال ریسیو کی! وہ کہہ رہا تھا "ہاں۔ دیکھو "سکرو" برشین گلف کے لئے روانہ ہوا ہے۔ اور اس کی کار یقینی طور پر بار کی گئی تھی! مگر ٹھہرو! تمہارا بیان ہے کار میں صرف وہی تینوں لڑکیاں تھیں عمران نہیں تھا!۔"

صفدر کا یہی بیان ہے جناب!۔" جولیا نے کہا!

"ٹھیک ہے تو پھر درست ہی ہوگا! اور مجھے یقین ہے کہ صفدر نے نگرانی بھی بخوبی کی ہو گی! وہ کافی ہوشیار ہے۔ ہاں تو گاڑی کا ماڈل اور میکر کیا تھا!۔"

"اوہ۔ یہ تو نہیں معلوم ہو سکا! جناب! صفدر نے نہیں بتایا!

"حالانکہ مارک کرنے کی چیز یہی تھی! آخر تم لوگ اپنی عقلیں پوری طرح کیوں نہیں استعمال کرتے۔ سنو موڈل اور میکر کی بنا پر میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ عمران اُسی گاڑی میں موجود رہا ہوگا! لیکن تمہارے آدمی دھوکا کھا گئے! اُس گاڑی کا ڈکے کسی بیہوش آدمی کو چھپانے کے لئے کافی ہوگا! کیونکہ اُس میں خاصی کشادگی ہوتی ہے۔!"

"مگر جناب! کیا کسٹم نے اسے چیک نہ کیا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ ڈوک پر ضرور چیک کی گئی ہوگی۔"

"غلطی کا امکان بھی ہو سکتا ہے!" ایکس ٹو کی آواز آئی!" ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے گاڑی چیک نہ ہو سکی ہو!۔ بہر حال وہ گاڑی جزیرہ موبار کے لئے بک ہوئی ہے!۔ اگر کوشش کی جائے تو اُس اسٹیمر کے پہنچنے سے پہلے ہی تمہارے آدمی موبار پہنچ سکتے ہیں! ایک تیز رفتار لانچ ڈوک نمبر چھ پر ان کی منتظر ہے! تین آدمی ماہی گیروں کی وضع قطع میں اُس کے ذریعہ موبار جائیں گے۔ لانچ کا نام نوٹ کرو!۔ ویلفریڈ فشرز۔۔ لکھ لیا۔۔ ٹھیک۔ اصفدر چوہان نعمانی۔ جائیں گے! کیا صفدر دفتر میں موجود ہے!۔"

"جی ہاں میں نے سبھوں کو یہیں طلب کر لیا ہے!"

انہیں فوراً روانہ کر دو!۔ انہیں بیس منٹ کے اندر ہی ڈوک پر پہنچ جانا چاہئے!"

"بہتر ہے۔!"

سلسلہ منقطع ہو گیا!۔



عمران نے نیم بیداری کے عالم میں ایک کروٹ لی اور نتیجے کے طور پر اُسے پوری طرح بیدار ہو جانا پڑا کیونکہ نیچے گرنے کی وجہ سے آواز بھی ہوئی تھی! اور چوٹ تو بہر حال آتی کیونکہ بستر فرش سے تقریباً ڈھائی فٹ اونچا تھا!۔ وہ کراہ کر بیٹھ گیا!۔

کچھ دیر تک آنکھیں ملتا رہا پھر آنکھیں بھی کھولیں اور اُچھل کر کھڑا بھی ہو گیا!

کمرہ وہ نہیں تھا جس میں پچھلی رات اُس نے تینوں لڑکیوں کے ساتھ کھانا کھایا تھا!۔ مگر وہ اپنے پیروں سے چل کر خوابگاہ میں کب آیا تھا!۔ اُس نے ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کی کہ کھانے کے بعد اُس نے کیا کیا تھا مگر یاد نہ آیا! تو گویا وہ کھانے کی میز پر سو گیا تھا!۔ اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا۔ جب کہ اُسے کھانے کی میز سے اٹھنا بھی نہیں یاد آ رہا تھا!

"اچھا۔ جی!۔" عمران ایک طویل انگڑائی لے کر بڑبڑایا!" پھر قد آدم آئینے پر نظر پڑتے ہی مسکرا کر آنکھ ماری اور آہستہ سے بولا!" بیٹا.... عمران.... فرض کرلو کہ تم مر گئے ہو! اور کیا برخوردار.... تم سچ مچ گدھے ہو گئے تھے۔ اگر اُسی بیہوشی کے عالم میں تمہارے گلوئے نازک پر کوئی بکری چھری چلا دیتی تو شائد بسم اللہ اللہ اکبر بھی نہ کہہ سکتے!۔ ذفر کہیں کے۔!"

پھر وہ سوچنے لگا کہ آخر وہ لڑکیاں کس چکر میں ہیں! لیکن اُس کا ذہن فوری طور پر کوئی جواب فراہم نہ کر سکا!۔

دفعتاً کسی قسم کی آہٹ سن کر مڑا۔ دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا تھا!.... پھر ایک بالشت چوڑے درزے سے اُسے اُس لڑکی کا چہرہ نظر آیا جو اُسے بہت زیادہ چھیڑتی رہی تھی!.... یہ شالی کی سکریٹریوں میں سے ایک تھی! ویسے عمران کو ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ وہ شالی کی ملازمائیں ہوں گی!۔ وہ انہیں تین شریر دوست لڑکیاں سمجھتا تھا!۔

دروازہ پورا کھل گیا اور لڑکی اندر چلی آئی۔

"کیا آپ جاگ پڑے ہیں شہزادے صاحب!" اُس نے پوچھا!۔

عمران نے بڑی سنجیدگی سے ناک پر انگلی رکھ کر جواب دیا!" نوج"

اور بے ساختہ قسم کا قہقہہ لڑکی کے حلق سے آزاد ہو گیا!

"کیا بیہودگی ہے۔!" عمران پیر پٹخ کر چیخا!۔

"اوہ معاف کیجئے گا!" یک بیک لڑکی سنجیدہ ہو گئی!۔ "معاف فرمایئے گا! یور ہائی نس مجھے ہنسی کا مرض ہے! لوگ اِسے ہنسی سمجھتے ہیں! لیکن یہ دراصل کھانسیاں ہیں!۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہم نے معاف فرمادیا لیکن وقت کیا ہوا۔ ہماری گھڑی ٹاؤنچ گئی ہے۔"

"ٹاؤنچ کیا! میں نہیں سمجھی جناب۔" لڑکی نے پلکیں جھپکائیں۔

"اوہ.... لاحول ولا.... ہم اپنی زبان کا ایک لفظ بول گئے۔ ٹاؤنچ۔ ٹاؤنچ۔ یعنی۔ کیا کہتے ہیں

آگے سے جب گھڑی کی مشین رُک جاتی ہے۔"

"اوہ اچھا گھڑی بند ہو گئی ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"او ہاں ٹھیک...... بند ہو گئی ہے۔"

"اس وقت رات کے آٹھ بجے ہیں۔"

"ہائیں ابھی تک آٹھ ہی بجے ہیں۔" عمران نے حیرت سے آنکھیں نکالیں آٹھ بجے تو ہم ہوٹل ہی سے اٹھے تھے۔ اے سیکرٹری تم ہمیں ککلمپ بنانے کی کوشش نہ کیا کرو۔ سمجھے!"

"ککلمپ کیا ہوتا ہے جناب۔"

"ہماری زبان میں گدھی کے بچے کو کہتے ہیں۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں سرکار۔" لڑکی ہاتھ جوڑ کر گھگھیائی۔ "اتنی ہمت کہاں ہے ہم میں۔"

"خیر۔" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہمیں ٹھیک وقت بتاؤ اور ہم کئی معاملات پر تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"سرکار کی ہر بات کا تشفی بخش جواب دیا جائے گا۔ آپ یقین فرمائیں جناب اس وقت ٹھیک آٹھ بجے ہیں۔"

"مگر سیکرٹری یہ کیسے ممکن ہے کہ ابھی تک آٹھ بجے ہوئے ہیں۔ کیا ساری دنیا کی گھڑیاں ناؤنج ہو گئی ہیں یعنی کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ ہاں بند ہو گئی ہے۔"

"نہیں سرکار آپ بہت سوئے ہیں۔ کل رات بھر سوتے رہے آج دن بھر سوتے رہے۔"

"ہائیں......!" عمران نے حیرت سے دیدے پھاڑ دیئے اور پھر کچھ سوچنے لگا آخر تھوڑی دیر بعد متذبذب انداز میں بولا "مگر..... سیکرٹری..... سوال یہ ہے کہ ہم سوئے کب تھے۔ ہمیں تو یاد پڑتا ہے کہ ہم کھانے کی میز پر تھے۔ اس کمرے میں آنا ہمیں قطعی یاد نہیں ہے۔"

ارے سرکار خدا کا شکر ہے کہ ہم آپ کو بیدار دیکھ رہے ہیں۔ ورنہ ہماری مالکہ محترمہ شالی تو بیحد پریشان ہو گئی تھیں انہیں غش پر غش آ رہے تھے۔ ہوا یہ سرکار کہ آپ کھانا کھاتے ہی اچانک سو گئے۔ بہت ہلایا جلایا آوازیں دیں لیکن جواب ندارد آخر ڈاکٹر پر ڈاکٹر آنے شروع ہو گئے رات بھر شہر کے دس بڑے ڈاکٹر آپ کے بستر کے قریب بیٹھے رہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ یہ نیند ایک طرح کے ذہنی مرض کا نتیجہ ہے۔ ایک ڈاکٹر نے پوچھا کہ آپ کو بھول جانے کی عادت تو نہیں

ہے۔ شائد آپ نے محترمہ شالی کو بتایا تھا کہ آپ کو بھول جانے کا مرض ہے انہوں نے ڈاکٹر
یہی بتایا۔ تب سارے ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ کی نیند لمبی بھی ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے ایک دن
سوتے رہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہفتہ بعد جاگیں یا دوبارہ بیدار ہونے میں پورا ایک ماہ بھی
لگ سکتا ہے۔ یہ سُن کر ہمارے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔"

"میرے خدا۔ پیروں تلے سے زمین نکل گئی؟" عمران نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا پھر یونہی
سانس کر بولا۔ "نہیں جھوٹ۔"

"ارے یہ تو محاورہ ہے سرکار۔ پیروں تلے سے زمین نکل جانے کا مطلب ہے بہت زیادہ
پریشان ہو جانا۔"

"آہا.... محاورہ.... ہم نے محاورے کے متعلق کچھ پڑھا تو تھا بڑے عجیب عجیب محاورے
پڑھے تھے۔ ارے ہاں تو ہم یہ معاملہ تو بھول ہی گئے تھے۔ سیکریٹری کیا واقعی ہم اسی طرح سوئے
تھے۔"

"محترمہ شالی سے پوچھ لیجئے سرکار۔ غلط ہو تو گردن اڑا دیجئے گا مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ
ہوش میں آگئے۔ ٹھہرئیے میں محترمہ شالی کو خوشخبری سنادوں۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر اُن پر دل
کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ اگر پرنس کو کچھ ہوا تو میں بھی زہر کھا کر مر جاؤں گی۔
اُفوہ! کتنی دشواریوں میں پڑ کر ہم آپ کو یہاں تک لائے ہیں۔"

"کہاں تک لائے ہو۔ ارے کیا ہم اُس محل میں بھی نہیں ہیں۔"

"نہیں جناب! آپ کے لئے ڈاکٹروں کا یہی مشورہ تھا کہ آپ کو کسی پُر فضا مقام پر لے جایا
جائے جہاں کی آب و ہوا دارالحکومت کی آب و ہوا سے بہتر ہو لہذا ہم آپ کو اِس جزیرے میں
لائے ہیں۔"

"ہائیں.... جزیرے میں۔ کس جزیرے میں کہاں لائے ہو۔" عمران کی آنکھیں پھر حیرت
اور خوف سے پھیل گئیں۔

"بڑی عمدہ جگہ ہے سرکار۔ جنت کا نمونہ سمجھ لیجئے۔ اب اس وقت تو باہر اندھیرا ہے ورنہ
کھڑکیاں کھول دیتی۔"

"اوہ ختم کرو۔" یک بیک عمران جھلا گیا۔ "ہمارے سیکریٹریوں میں سے کسی کو بلاؤ۔"

"مجھے بھی اپنی ہی سیکرٹری تصور فرمائیے۔"

"نہیں فرماتے۔ تم کون ہو ہمیں مشورہ دینے والی۔ ہمارے آدمیوں کو بلاؤ۔"

"یہاں آپ کا کوئی آدمی نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ ہم کہیں بھی تنہا نہیں جاتے۔ ہمارے ساتھ ہمارے آدمی ضرور ہوں گے۔"

"آپ اِس کنیز کی بات بھی تو سنئے سرکار۔ بھلا آپ کے آدمیوں کو کیا معلوم کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں۔ ہمیں اُن کا پتہ کب معلوم تھا کہ ہم انہیں اس کی اطلاع دیتے بس چپ چاپ آپ کو لے کر یہاں چلے آئے۔"

"یہ کیا بیہودگی ہے۔" عمران پیر پٹخ کر بولا۔ "ہم یہاں چلے آئے اور ہمارے آدمیوں کو اس کا علم ہی نہیں ہے.... اگر کوئی ریاست کا دشمن ہمیں گمنامی میں قتل کر دے تو۔"

"ارے توبہ توبہ۔" لڑکی اپنا منہ پیٹنے لگی۔ "آپ ہمیں اپنی ریاست کا دشمن کیوں سمجھتے ہیں کیا ہم آپ کو اُس وقت نہیں قتل کر سکتے تھے سرکار جب آپ پر وہ عجیب و غریب نیند طاری ہوئی تھی۔"

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ "ہاں یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہو تم مگر پھر بتاؤ کہ ہم اسے کیا سمجھیں۔ کیا تم ایسا نہیں کر سکتی تھیں کہ حکومت کو ہماری اس نیند کی اطلاع دیتیں۔ تمہیں یہی کرنا چاہئے تھا اب ہمارے آدمی کتنے چھلچاش ہونگے۔"

"جج.... جی کیا فرمایا.... کیا ہوں گے۔"

"اونہہ ہم پھر اپنی زبان کا ایک لفظ بول گئے۔ چھلچاش یعنی کہ اُسے کیا کہتے ہیں.... مطلب یہ کہ بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے ہوں گے۔"

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہو رہا ہو گا لیکن آپ دل جانتے ہیں دل...."

"دل۔" عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا "یعنی کہ کپولی۔"

"بس محترمہ شالی دِل کے ہاتھوں مجبور تھیں۔"

"یعنی کہ کپولن کے ہاتھوں۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"کپولن کیا۔ میں نہیں سمجھی سرکار۔"

"ارے کچھ نہیں۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "ہماری زبان میں مرد کے دل کو کیولی اور عورت کے دل کو کیولن کہتے ہیں۔ مگر وہ دل کے ہاتھوں کیوں مجبور تھیں اوّل تو ہمارے خیال سے دل کے ہاتھ پیر نہیں ہوتے اور فرض کرو کہ ہوتے بھی ہوں تو ہمارا کیا بگاڑلیں گے۔ ہم تھری ناٹ تھری جنگ بہادر چھوٹے شاہ ہیں۔"

"مجھے علم ہے سرکار۔ میں نے اس لئے کہا تھا کہ آپ یقین نہ کریں گے کیونکہ خود مجھے بھی محترمہ شالی کی کہانی پر یقین نہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ وہ پانچ سال سے آپ کو خواب میں دیکھتی رہی ہیں اور وہ یہ بھی بتاتی ہیں کہ خواب ہی میں آپ انہیں بتایا کرتے تھے کہ آپ کسی اسٹیٹ کے پرنس ہیں لیکن آنکھ کھلنے پر انہیں اسٹیٹ کا نام نہیں یاد رہتا تھا جب آپ نے بتایا تو انہیں یاد آگیا.... آپ انگریزی تو بہت اچھی بولتے ہوں گے پرنس۔ اب ہم انگریزی ہی میں گفتگو کیا کریں گے۔"

عمران نے کان کھڑے کرنے چاہے مگر موقع نہ تھا۔ البتہ اُسے اس بات کا جواب تو دینا ہی پڑا تھا۔ اُس نے بڑے شرمیلے لہجے میں کہا تھا۔ "نہیں۔ یہی میرا سب سے کمزور مضمون تھا۔ اگر دو آدمی تیزی سے بولنا شروع کردیں تو ہم کچھ سمجھ ہی نہیں سکیں گے۔ اِسی کمزوری کی بناء پر ہم نے ابھی تک مغربی ممالک کا دورہ نہیں کیا۔ پڑھنے میں یہ حال ہے کہ کبھی کبھی تفریحاً ڈکشنری کی مدد سے انگریزی اخبارات کے اشتہار پڑھ لیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو پھر ہمیں کیسے معلوم ہو کہ آج شہر کی تفریح گاہوں میں کیا ہوگا۔"

"اچھا تو خیر...." لڑکی نے مُردہ دلی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "مجبوری ہے پھر ہم اُردو میں گفتگو کریں گے۔"

"یہی بہتر ہے۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔ "اس طرح ہماری اُردو بہتر ہو سکے گی.... اوہ .... ہم پھر بھول گئے۔ آخر ہم ہیں کہاں۔ پرنسس شالی کہاں ہیں۔"

"آہ...... محترمہ شالی کی نہ پوچھئے۔ وہ آپ کے غم میں دیوانی ہو رہی ہیں۔" لڑکی نے ٹھنڈی سانس لے کر غمناک لہجے میں کہا۔ "اور اب انہیں زیادہ غم ستائے گا۔ کیونکہ آپ نہ انگریزی میں گفتگو کر سکتے ہیں اور نہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔"

"بھلا اس میں مغموم ہونے کی کیا بات ہے۔"

"نہیں انگریزی سے عشق ہے۔ اس لئے وہ عام طور پر انگریزی ہی میں گفتگو کرتی ہیں۔ ہم بھی اس کے عادی ہو گئے ہیں، اس لئے اُردو میں گفتگو کرتے وقت ہمیں بہت محتاط رہنا پڑتا ہے کہ کہیں کوئی نامناسب بات زبان سے نہ نکل جائے۔ اب آپ کی وجہ سے ہمیں بھی ہر وقت اُردو ہی میں گفتگو کرنی پڑے گی ورنہ آپ بُرا مانیں گے۔"

"ہر گز نہیں۔ بھلا ہم کیوں بُرا ماننے لگے۔ مگر ہم سے اُردو میں ہی گفتگو کی جائے۔ اور کیا ہم پاگل ہو گئے ہیں!" عمران نے اس طرح دانت پیس کر ہاتھ اٹھایا جیسے اپنی پیشانی پر گھونسہ مارے گا۔

"ارے.... ارے.... سرکار.... یہ کیا۔" لڑکی بوکھلا کر بولی۔

"کچھ نہیں۔ ہم بالکل گدھے ہیں۔ اس انداز میں گفتگو کر رہے ہیں جیسے زندگی بھر تمہارے ہی ساتھ رہنا ہے۔!"

"کاش ایسا ہی ہو سکے۔" لڑکی نے ٹھنڈی سانس لی۔

"ارے.... واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ گویا ہم بالکل بوں ڈر ہیں۔"

یہ کیا ہوتا ہے پرنس!"

"پھر پھسل گیا ایک لفظ ہماری زبان کا.... ہم کہاں تک تمہیں مطلب بتائیں۔ بونڈر بیوقوف کو کہتے ہیں.... خیر.... ہاں تو کب ہم اپنے محل چمروٹی ہاؤز میں تشریف لے جائیں گے۔ ہمارے آدمی ہمارے لئے رو رہے ہوں گے۔"

"اس وقت تو کوئی لانچ بھی نہیں ملے گی سرکار۔"

"ارے.... ہاں لاحول ولا.... اس جزیرے کا کیا نام ہے اور یہ دارالحکومت کے ساحل سے کتنی دور ہے۔"

"آپ جزیرہ موبار میں ہیں جو ساحل سے صرف بیس میل کے فاصلے پر ہے۔"

"خیر پرواہ نہیں ہمیں تیرنا بھی آتا ہے۔"

"نہیں سرکار محترمہ شالی کا دل ٹوٹ جائے گا۔"

"کیوں ٹوٹ جائے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ادھر والوں کا دل ہے کیا بلا جو ہاتھ پیر بھی رکھتا ہے اور ٹوٹ بھی سکتا ہے۔ ہماری طرف تو بالکل سیدھے سادے کپولی اور کپولن

ہوتے ہیں جن کی ٹوٹ پھوٹ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ اُن کا قیمہ ضرور کیا جا سکتا ہے۔"

"وہ آپ کو دل دے بیٹھی ہے۔"

"اور ہم اتنے اُلو کے پٹھے ہیں کہ لے بیٹھے ہیں۔" عمران نے آنکھیں نکال کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ خفا کیوں ہوتے ہیں سرکار۔"

"تم ہمیں پاگل بنادوگی۔ کبھی دل کے ہاتھ پیر لگتے ہیں۔ کبھی دل ٹوٹ جاتا ہے اور کبھی دل کا لین دین شروع ہو جاتا ہے.... یا خدا ہم کسی پاگل خانے میں تو نہیں بند کر دیئے گئے۔ سچ بتاؤ تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتی ہو۔ اگر دولت کی خواہش ہے تو ہم اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے لاکھوں خرچ کر سکتے ہیں۔ تم صرف زبان ہلا کر دیکھو۔ ہمیں خواہ مخواہ بیوقوف نہ بناؤ۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے طویل مدت کی نیند کا پروگرام بنایا ہو۔ ارے ہماری ریاست کے مخنچو بھی اتنی لمبی نیندیں نہیں لیتے۔"

"یہ مخنچو کیا ہوتے ہیں سرکار!۔"

"جو لوگ مخنچ استعمال کرتے ہیں۔"

"مخنچ کیا ہوتا ہے!"

"ہماری خالہ کا کلیجہ.....!" عمران جھلا کر دہاڑا۔ "ہم نہیں جانتے کہ اردو میں مخنچ کو کیا کہتے ہیں۔ وہ کالی ہوتی ہے اسے پانی میں ملا کر کے پیتے ہیں اور اونگھتے ہیں۔"

"افیون تو نہیں۔" لڑکی کو پھر ہنسی آگئی۔

"ہم نہیں جانتے.... جاؤ.... چلی جاؤ۔ ورنہ اگر تھری ناٹ تھری جنگ کو غصہ آگیا تو اپنی ہی بوٹیاں نوچ ڈالیں گے کیونکہ یہاں کا قانون دوسرا ہے۔ جاؤ۔"

عمران حلق پھاڑ کر دہاڑا اور لڑکی اس طرح سر پر پیر رکھ کر بھاگی تھی کہ پھر پلٹ کر دیکھا بھی نہیں۔

تنہائی میں پھر عمران نے دیدے نچانے شروع کئے اور پھر کھڑکی کی طرف جھپٹا۔ اس کمرے میں ایک برقی ٹیبل لیمپ روشن تھا جس کی روشنی شیڈ دار ہونے کی وجہ سے محدود دائرے میں پھیل رہی تھی۔ عمران نے کھڑکی کھول دی لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے

چہرے پر برف کا برادہ کھینچ مارا ہو۔ ہوا مرطوب تیز اور بیحد سرد تھی۔ مجبوراً کھڑکی بند کر دینی پڑی اور باہر تو اندھیرے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں نظر آیا تھا۔

دفعتاً پھر قدموں کی آہٹ سنائی دی اور شالی کی دوسری سیکرٹری کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیا بات ہے!" عمران اُسے پھاڑ کھانے دوڑا۔

"آپ نے مجھے طلب فرمایا ہے سرکار۔" لڑکی نے سہم کر پوچھا۔

"نہیں نہیں نہیں۔" عمران نہ جانے کیوں بے حد چڑچڑا نظر آنے لگا تھا۔

تت.... تو پھر آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔"

"بس اب ہمیں جہنم میں جھونک دو۔"

"محترمہ شالی نے کہا ہے کہ لباس تبدیل فرما لیجئے!.... کچھ لوگ حضوری کے خواہاں ہیں.... "لڑکی نے سہمے ہوئے انداز میں کہا!۔

"محترمہ شالی کو یہیں بھیج دو! ہم ان سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں!۔"

"حضور.... وہ اس وقت چند مہمانوں کے درمیان ہیں! اور چاہتی ہیں کہ اُن مہمانوں کو آپ کے حضور باریاب کرائیں۔!"

"ہائیں.... ہائیں.... اس پورے جملے کا کیا مطلب ہوا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا!

"مطلب یہی ہوا سرکار وہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں! آپ کا دیدار کرنا چاہتے ہیں۔!"

"ہم کسی سے بھی نہیں ملیں گے دفع ہو جاؤ.... جاؤ نکلو یہاں سے۔!" عمران گھونسہ تان کر اُس کی طرف جھپٹا!.... اور وہ بھی بڑی بدحواسی کے عالم میں رخصت ہو گئی! اس بار عمران نے دروازے کو بولٹ ہی کر دیا!۔

اَب اُسے خیال آیا کہ اُس کے جسم پر جاپانی طرز کا سلیپنگ سوٹ ہے!۔ سرہانے شیلف پر پرانا ایوننگ سوٹ رکھا ہوا نظر آیا جس کی تہیں بڑے سلیقے سے لگائی گئی تھیں۔

وہ باتھ روم میں چلا گیا! اور ابھی وہیں تھا کہ کسی نے بند دروازے پر دستک دی!۔

لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ عمران کے کان پر جوں رینگتی!۔

تھوڑی دیر بعد وہ لباس تبدیل کر رہا تھا اور دروازے پر دستکوں کا سلسلہ بھی جاری تھا!

پھر اُسے شالی کی آواز بھی سنائی دینے لگی!.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رو کر اُسے آوازیں دے رہی ہو!۔

عمران نے پھر اُلوؤں کی طرح دیدے نچائے اور کھوپڑی سہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا، اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کس چکر میں پھنس گیا ہے!۔

"کھولئے۔ پرنس.... دروازہ کھولئے.... مجھ پر رحم کیجئے!۔"

عمران نے دروازہ کھول دیا! سامنے شالی کھڑی تھی! اُس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ آنکھیں سرخ تھیں اور گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں نظر آرہی تھیں! بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سچ مچ عمران کی اس پراسرار نیند کی وجہ سے مشوش اور مغموم رہی ہو!۔

"خدا کا شکر ہے....!" وہ چھت کی طرف ہاتھ اٹھا کر گڑگڑائی! " میں اپنے پرنس کو تندرست اور بیدار دیکھ رہی ہوں!"

"مگر محترمہ شالی.... ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ ہمیں کسی جزیرے میں اٹھا لائی ہیں۔"

"پھر بتایئے کیا کرتی!۔ میں غم کے مارے مری جارہی تھی! ڈاکٹروں نے کہا کہ شہر کی گنجان آبادی سے پرنس کو ہٹا لے جایئے ورنہ ان کی حالت اور زیادہ خراب ہو جائے گی۔" شالی نے ایک لحظہ توقف کے بعد کہا۔

"ہمارے آدمیوں کو اطلاع کیوں نہیں دی گئی!۔"

"کاش ہمیں آپ کی قیام گاہ کا علم ہوتا! ہم آپ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔! ہم کیا کرتے! اب آپ انصاف کیجئے کہ ہمارے خلاف آپ کا غصہ کس حد تک جائز ہے۔"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا!"ہاں ٹھیک ہے!۔ مجبوری تھی۔ لیکن ہم دارالحکومت سے کتنی دور ہیں!۔"

"صرف بیس میل کے فاصلے پر! اس وقت تو آپ تشریف نہیں لے جا سکیں گے! کیونکہ گھاٹ پر شائد ایک لانچ بھی موجود نہ ہو۔ لیکن!۔ کل آپ جب بھی چاہیں گے تشریف لے جا سکیں گے۔ میرا خیال ہے کہ۔!"

"چلو۔ ٹھیک ہے! ہمیں کوئی اعتراض نہیں! مگر آپ رو کیوں رہی ہیں! عورتوں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ہمارا دل بھی رونے کو چاہتا ہے! آنسو خشک محترمہ شالی!.... ورنہ تھری ناٹ

تھری جنگ بہادر بھی رو پڑیں گے!۔ اگر رو پڑے تو ہفتوں کے لئے فرصت .... کیونکہ رونے سے نزلے کی تحریک شروع ہو جائے گی.... ہم دائمی نزلے کے مریض ہیں.... اس لئے رونے دھونے سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں!۔"

شالی کچھ نہ بولی! غالباً سوچ رہی تھی کہ اُسے ہنسنا یا افسوس کرنا چاہئے۔!

بہر حال اُس نے جلدی جلدی آنسو خشک کر ڈالے۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی! "میں بہت ستم رسیدہ ہوں! کاش آپ کو میری دشواریوں اور پریشانیوں کا علم ہوتا!...."

"ہمیں بتاؤ بھی تو!.... تم ہماری محسن ہو! ہمیں بھی اپنی خدمت کا موقع دو!۔"

"خدمت....! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پرنس، ارے میں تو آپ کے لئے جان بھی دے سکتی ہوں!"

"اُف فوہ! اب ہمیں اتنا شرمندہ نہ کرو! ہمیں افسوس ہے کہ ابھی ہم تمہاری خادماؤں پر خفا ہوئے تھے! مگر کیا کریں.... وہ ہمیں دیکھ کر ہنستی ہیں اور ہمیں غصہ آجاتا ہے!"

آپ بالکل برا نہ مانئے! وہ آپ کو دیکھ کر خوش ہوتی ہیں! ہنسی کا مطلب کچھ اور نہیں ہوتا! بیچاریوں نے ساری زندگی میں پہلی بار کوئی شہزادہ دیکھا ہے۔ اچھا اب خاصہ تناول فرمالیجئے:...."!

"خاصہ کیسے تناول فرمایا جاتا ہے!" عمران نے حیرت سے پوچھا؟

"اوہ.... مطلب یہ کھانا کھالیجئے۔!"

"ذرا ٹھہریئے.... یہ نئے الفاظ والا جُملہ مجھے لکھ لینے دیجئے!۔ عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور فونٹین پن سے لکھنے لگا.... اور الفاظ زبان سے بھی ادا کرتا رہا "خاسا.... تناول.... فرمالیجئے.... اوہ دیکھئے....! یہ بڑی مصیبت ہے!.... خاسا کیسے لکھا جائے.... "س".... "ص" "یا" "ث" سے.... بس اسی معاملے میں آپ کی اُردو پر بڑا غصہ آتا ہے.... آواز ایک ہی جیسی مگر.... یہ چرخہ لگا ہوا ہے۔ پھر یہ کمبخت زیر زبر پیش جو عام طور پر تحریر میں نہیں آتے.... ایک بار ہمیں بڑی شرمندگی ہوئی تھی! ہمارے حضور ابا بھی اُردو کے عالم ہیں لہذا وہ اکثر ہم سے اردو میں گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ تاکہ دوسرے ہماری گفتگو کا مطلب نہ سمجھ سکیں! جب ہم اُردو سیکھ ہی رہے تھے ایک دن ہم نے ایک مکالمہ پڑھا جس میں کسی نے کسی سے پوچھا تھا کہ کیا تمہیں میری یاد آتی تھی اس پر جواب دینے والے نے کہا تھا کہ آپ کی یاد تو دم کے ساتھ

ہے۔ اسی دن حضور ابا نے کسی معاملے میں پوچھ لیا کہ چھوٹے شاہ ہم تمہیں یاد آئے تھے..... ہم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا.... عالی جاہ آپ کی یاد تودُم کے ساتھ ہے.... یعنی ہم نے دم پر پیش لگا دیا تھا!۔ حضور ابا کو جلال آیا! ہم کتاب لینے دوڑے گئے جس میں یہ جملہ پڑھا تھا!.... حضور ابا نے دیکھا اور سر مبارک پیٹ لیا۔ کہنے لگے! یہ بڑی مصیبت ہے!.... اچھا اب ہم اردو کی کوئی ایسی کتاب دیکھنا پسند نہیں کریں گے جو مُعَرب نہ ہو!۔ ساری ریاست میں اعلان کر دیا کہ اُردو کی ساری کتابیں محکمہ تعلیم کے سربراہ کے دفتر میں جمع کر دی جائیں! دو ہی دن میں ہزاروں کتابوں کا ڈھیر لگ گیا! حضور ابا کو اس کام کے لئے ایک الگ محکمہ قائم کرنا پڑا جو دن رات مطبوعہ کتابوں میں صرف زیر زبر پیش لگایا کرتا ہے! بہر حال اُس کے بعد ہم اِس قابل ہوئے تھے کہ آلو اور اُلو میں تمیز کر سکیں!"

جیسے ہی وہ سانس لینے کے لئے رُکا! شالی نے ہاتھ اٹھا کر کہا!" خاصہ۔ ص سے لکھئے!۔"

عمران نے جملہ لکھ کر اُس کے معنی لکھے!۔ اِس وقت اُس کا طرزِ تحریر بالکل بچوں کا سا تھا! بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی مبتدی بچے نے کوئی جملہ لکھنے کی کوشش کی ہو!۔

نوٹ بک اور فاؤنٹین پن جیب میں رکھ کر اُس نے کہا!" چلئے!۔"

وہ اُسے ایک بڑے کمرے میں لائی!۔ یہ ڈرائنگ روم تھا! اور یہاں اُن دونوں لڑکیوں کے علاوہ ادھیڑ عمر کا ایک مرد بھی موجود تھا!.... جس کے چہرے ہی سے مکاری ٹپکتی تھی!۔

"یہ ایک نامی ایڈووکیٹ ہیں!۔ پرنس!" شالی نے کہا! "مسٹر داراب!.... میرے مشیر قانونی.... اور آپ پرنس آف چم چم چمروٹی!۔"

"میرے آداب قبول فرمایئے! یور ہائی نس!۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا!

"ہمیں تم سے مل کر خوشی ہوئی قانون داں!۔" عمران نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا جو نہایت ادب سے ہاتھوں میں لیا گیا!۔

"آپ یہاں خوش ہیں نا.... جناب!" وکیل نے پوچھا!

"نوچ!.... "عمران نے نہایت سنجیدگی سے ناک پر انگلی رکھ کر کہا!۔

دونوں لڑکیاں منہ دبا کر کمرے سے باہر نکل بھاگیں! وکیل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور شالی اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگی!.... پھر وہ جلدی سے بولی! اُوہ.... تشریف رکھئے نا پرنس!۔

کب تک کھڑے رہیں گے۔"

"اوہاں.... ٹھیک ہے!...." ٹھیک ہے...."عمران اسی زر نگار کرسی پر بیٹھ گیا جو شائد خصوصیت سے اسی کے لئے بچھائی گئی تھی۔

"یہ کیا قصہ ہے"۔وکیل نے انگریزی میں شالی سے پوچھا!

"انہیں دونوں کی بیہودگی ہے!"شالی نے بھی انگریزی ہی میں جواب دیا۔"انہوں نے اسے سمجھایا ہے کہ ناک پر انگلی رکھ کر نوج کہنے سے اثبات میں زور پیدا ہو جاتا ہے۔!"

"ہوں!۔"وکیل کسی سوچ میں پڑ گیا!....اور شالی عمران سے بولی۔"پرنس آپ کو ناگوار تو نہ گذرے گا اگر ہم آپس میں انگریزی بولیں۔!"

"نہیں!۔"عمران نے سر ہلا کر جواب دیا!"ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ کی خادمہ ہمیں بتا چکی ہیں کہ آپ عام طور پر انگریزی میں گفتگو کرنے کی عادی ہیں!۔"

"آپ بھی انگریزی ہی میں مشق کیجئے نا!"شالی ٹھنک کر بولی!۔

"ہمارے لئے مشکل ہے!ہمیں اس زبان سے اتنا پیار نہیں ہے کہ ہم اس کے لئے محنت کر سکیں بس پسند ہے اپنی اپنی....البتہ انگریزی لباس ہمیں پسند ہے۔!"

"مجھے شبہ ہے شالی!"وکیل نے انگریزی میں کہا!

"مگر میں قطعی مطمئن ہوں....!"

"تم ابھی بچی ہو!۔"

خیر....میں دیکھوں گا!۔"وکیل نے کہا اور سگریٹ کیس نکال کر عمران کے سامنے پیش کرتا ہوا اُردو میں بولا!"ملاحظہ فرمایئے"۔

"ہمیں کسی مل کی چمنی بننے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے!۔"عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا!

"اوہ....کتنا پیارا جملہ ہے....واہ!"وکیل خوشامدانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ شالی نے بھی داد دی!اور عمران کسی خوشامد پسند آدمی کی طرح خوش نظر آنے لگا۔!

دفعتاً وکیل نے شالی کو مخاطب کر کے انگریزی میں کہا!"یہ انتہائی درجہ بد اخلاق کمینہ اور بیہودہ آدمی معلوم ہوتا ہے....میرا دل چاہتا ہے کہ جتنی بھی گالیاں یاد آسکیں اسے سنا ڈالوں۔"!

عمران نے سب کچھ سنا لیکن اُس کی بے تعلقی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آنے پایا! وہ سمجھتا تھا کہ وکیل اُس کا امتحان کرنا چاہتا ہے! ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر عمران نے کیسی شاندار اداکاری کا مظاہرہ کیا ہوگا!۔

اب وہ دونوں اس کے چہرے پر اپنے رویئے کا ردِ عمل ٹٹول رہے تھے۔

لیکن شائد انہیں ناکامی ہی ہوئی تھی کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں وکیل نے کہا!

"دل نہیں چاہتا کہ یقین کرلوں مگر فی الحال یقین کرلینے کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے!۔

"پرنس!۔ کیا اب آپ خاصہ تناول فرمانا پسند فرمائیں گے۔" شالی نے عمران سے پوچھا۔

"ہاں.... ضرور...." عمران نے جواب دیا۔

شالی نے ٹی پائے پر رکھی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا...! اور "سیکرٹریوں" میں سے ایک اندر داخل ہوئی۔

"خاصہ لگاؤ۔" شالی نے کہا۔

"تیار ہے... محترمہ!" لڑکی نے کہا اور کنکھیوں سے عمران کو دیکھتی ہوئی رخصت ہو گئی جو اس وقت کسی اُداس اُلو کا ہم جلیس معلوم ہو رہا تھا۔

شالی اٹھی اور اس نے ڈرائنگ روم کے دروازے کا پردہ ہٹایا۔ سامنے ایک پُر تکلف میز نظر آرہی تھی جس پر انواع واقسام کے برتنوں کے ڈھیر تھے۔

عمران شاہانہ انداز میں آگے بڑھا۔ وکیل بُرا سامنہ بنائے ہوئے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

کھانا شروع کرنے سے پہلے عمران نے کہا۔ "ہمیں افسوس ہے کہ ہم کھانے پر ہر قسم کی گفتگو سے احتراز کرتے ہیں لیکن یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ کھانے کی میزوں پر لوگ عموماً گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ آپ لوگ آپس میں گفتگو کرتے رہیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا لیکن ہمیں بولنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ ہم اپنی قومی عادت سے مجبور ہیں اور شائد یہی ہماری مذہبی عادت بھی ہے۔"

"یقیناً.... پرنس ہم بھی احتراز کریں گے۔" شالی نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

"نہیں ضروری نہیں ہے۔ آپ گفتگو کریں۔ ہم بُرا نہیں مانیں گے بس ہمیں مخاطب نہ کیجئے گا۔"

اس وقت وہ دونوں شریر لڑکیاں میز پر نہیں تھیں۔ تین باوردی بیرے سرو کر رہے تھے۔ شائد ایک آدھ منٹ تک صرف چچوں اور پلیٹوں کے ٹکرانے کی آوازیں ہی کمرے میں گونجتی رہیں پھر وکیل نے شالی کو انگریزی میں مخاطب کیا۔

"مگر آپ اسے یہاں روکیں گی کیونکر.... اور کیا یہ ضروری ہے کہ وہ ہماری ہی مرضی کا پابند ہو کر رہے۔ مجھے تو یہ کوئی بہت ہی ضدی آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر پائی۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ..... یہی آدمی میرے کام آسکے گا۔"

"میں تمہیں اتنی بھولی نہیں سمجھتا تھا مسِ۔ جانتی ہو یہ کون ہے اور تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گی۔ چم چروٹی ایک آزاد ریاست ہے اور اس کی حیثیت یقینی طور پر ایک سرکاری مہمان کی ہو گی۔"

"اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں اسے یہاں کبھی نہ لاتی۔ میں نے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ یہ سرکاری مہمان نہیں ہے۔ نجی دورے پر آیا ہے اور اس کا قیام بھی گورنمنٹ ہاؤز میں نہیں ہے۔"

"پھر بھی.... آخر پرنس ہی کی کیوں سوجھی!"

"بس چہرے ہی سے ظاہر ہونے والی حماقت اِس چیز کی مُحرک ہوئی تھی۔"

"ارے بھئی پھر بھی.... یہ ایک والئی ریاست کا بیٹا ہے۔"

"ختم بھی کیجئے! مسٹر ایڈووکیٹ! اگر راہ پر نہیں آئے گا تو تفریح ہی سہی۔ کیا آپ کو اس کی صحبت میں لطف نہیں آیا۔"

"میں ایک کاروباری آدمی ہوں محترمہ۔" وکیل نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ "مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ اِس قسم کی مجالس سے لطف اندوز ہوتا پھروں۔ آپ جانئے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی خطرے کو دعوت دی ہو۔"

"بس اب ختم کیجئے۔ اَب آج سے تیسرے ہی دن میں آپ کو اپنے آخری فیصلے سے آگاہ کر سکوں گی۔ اس وقت تک کے لئے اِس مسئلے پر کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔"

"آپ کی مرضی.... مگر ان حضرت کا قیام کہاں ہے۔"

"کھانا ختم کرنے کے بعد آپ ہی پوچھ لیجئے گا۔ مجھے تو ابھی تک یہ معلوم کرنے کا موقع ہی

نہیں مل سکا۔"

"تو اب آپ کا قیام جزیرے ہی میں رہے گا۔"

"یقیناً! میں شہر میں اِس قسم کے خطرات نہیں مول لے سکتی۔"

"لیکن یہاں حفاظت کی کیا صورت ہوگی۔ آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ آپ کے دشمن آزاد ہیں۔"

"پرواہ نہ کیجئے۔" تین بہترین قسم کے نشانہ باز میرے ساتھ ہیں۔"

"آپ سچ مچ بہت دلیر ہیں محترمہ۔" وکیل مسکرایا۔

"ضرورت سب کچھ بنا دیتی ہے ورنہ میں تو ایک کمزور اور ڈرپوک لڑکی تھی جسے دن رات ناچنے اور گانے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہتا تھا۔"

"واقعی آپ میں حیرت انگیز تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ میں آپ کو اتنی مضبوط دل لڑکی نہیں سمجھتا تھا۔ اب مجھے یقین ہے کہ کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گی ورنہ میں تو مایوس ہو چکا تھا!"

"لفظ مایوسی سے مجھے نفرت ہے۔" شالی نے کہا۔

عمران کسی افیونی کی طرح گردوپیش سے بظاہر لاپرواہ کھانے میں مشغول تھا۔



کھانے کے اختتام پر دونوں لڑکیاں پھر کمرے میں آموجود ہوئیں۔

اُن میں سے ایک نے عمران سے کہا۔ "ٹوائیلٹ کے لئے ادھر تشریف لے چلئے جناب۔"

اور عمران اُسی دروازے کی طرف مڑ گیا جدھر اشارہ کیا گیا تھا۔ یہ ایک وسیع باتھ روم تھا جس کی تیاری پر ہزاروں خرچ ہوئے ہوں گے۔ عمران ہاتھ دھونے لگا۔ دونوں لڑکیاں ساتھ تھیں۔

اُن میں سے ایک نے دوسری کو مخاطب کر کے کہا۔ "کتنے دنوں سے محترمہ شالی نے گیت نہیں گائے۔ کتنے دنوں سے انہوں نے رقص نہیں کیا۔ کیا آج کی سی حسین رات پھر کبھی میسر ہوگی۔ کیا وہ آج بھی نہ گائیں گے۔"

"مگر ہم میں اتنی ہمت کہاں ہے کہ ہم اُن سے درخواست کر سکیں۔ مالک، مالک ہی ہوتا ہے۔" دوسری بولی۔

"تو کیا وہ پرنس کی فرمائش بھی ٹال دیں گی۔"

"پتہ نہیں۔ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ پرنس فرمائش کریں۔"

وہ دونوں اس وقت انگریزی ہی میں گفتگو کر رہی تھیں جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ عمران سے فرمائش کرنا چاہتی ہیں مگر عمران بالکل ٹھس ہو کر رہ گیا تھا۔

وہ شالی کے رقص و نغمے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتی رہیں۔ لیکن جب عمران کے کانوں پر جوں نہ رینگی تو ایک نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔ "پرنس کیا آپ ہماری ایک درخواست منظور کریں گے۔"

"ضرور کریں گے۔" عمران بالوں میں کنگھا کرتا ہوا بولا۔ وہ انہیں آئینے میں دیکھ رہا تھا۔

"مِس شالی بہت اچھی رقاصہ اور گلوکار ہیں۔"

"خوب! رقاصہ تو ہم سمجھتے ہیں لیکن یہ گلوکار کیا ہوتا ہے۔" عمران نے مُسکرا کر پوچھا۔

"مطلب.... یہ کہ وہ بہت اچھا گاتی ہیں۔"

"بہت خوب۔" عمران بہت زیادہ خوش ہو کر اُن کی طرف مڑا۔ "ہمیں بے حد خوشی ہوئی ہے۔ رقص و نغمہ سے ہمیں عشق ہے۔ ہماری روح جھومنے لگتی ہے۔ رقص کرنے لگتی ہے۔ مگر ہم شالی سے کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"وہ آپ کا کہنا نہیں ٹالیں گی سرکار۔"

"اور اگر ٹال دیا تو ہم اپنا بگڑا ہوا چہرہ کہاں لے جائیں گے۔ ہام.... اچھا اب ہمیں راستہ دکھاؤ۔ اُوہ دیکھو کیا یہاں فون ہے۔"

"ہے سرکار۔"

"ہم کم از کم اپنے آدمیوں کو مطلع ہی کر دیں۔"

"فون تو نہ جانے کب سے خراب پڑا ہے۔" ایک لڑکی نے کہا۔ "یہ کوٹھی عرصہ سے خالی پڑی تھی۔ محترمہ شالی زیادہ تر دارالحکومت یا دوسرے شہروں میں رہتی ہیں۔ اب چونکہ یہاں کچھ دِن قیام کرنا ہے اس لئے کل فون بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ آج محترمہ شالی نے محکمے کو فون کی خرا

ے آگاہ کر دیا ہے۔"

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کس طرح اپنے آدمیوں کو مطلع کریں۔" عمران نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اُس کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

ڈرائنگ روم میں وکیل اب بھی موجود تھا۔ اُس نے تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہنے کے بعد اس کا پتہ پوچھ ہی لیا۔

جواب تیار تھا۔ عمران نے نہایت اطمینان سے رانا تہوّر علی صندوقی کا پتہ بتاتے ہوئے کہا۔ "تہور صندوقی ہمارا پی قوں زادہ ہے ہم اُسے بہت پسند کرتے ہیں لیکن وہ نابکار آج کل دارالحکومت میں موجود نہیں ہے۔ بہر حال ہم اُسی کے محل میں قیام فرما ہیں۔ یوں ہم چمروٹی ہاؤز میں بھی قیام پذیر ہو سکتے تھے لیکن ہم نے سوچا کہ وہاں ہماری بڑی نگہداشت ہو گی اور ہمیں شہزادوں کی طرح رہنا پڑے گا۔ کیونکہ ہمارا ایک پی قوں بھی رہتا ہے جو بچپن میں ہمارا اتالیق بھی رہ چکا ہے۔ وہ ہمیں ہر وقت آداب شاہی میں لپٹا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے۔ ہم اُس کی بات نہ مانتے تو حضور ابا تک شکایت جاتی۔"

"خیر.... خیر.... آپ سے مل کر بہر حال خوشی ہوئی۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔" وکیل نے اُٹھتے ہوئے کہا اور رخصت ہونے سے پہلے پرنس آف چمروٹی کو تعظیم دی۔

عمران کے چہرے پر نہ جانے کیوں گہری اُداسی چھا سی گئی تھی اور اُس اداسی نے اُس کے چہرے کو پہلے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز اور قابلِ رحم بنا دیا تھا۔ شالی نے غالبًا اسے موڈ میں لانے کے لئے پوچھا۔ "یہ پی قوں زادہ یا پی قوں کیا ہوتا ہے۔"

"اوہ....!" عمران اس طرح چونک پڑا جیسے اب تک اونگھتا رہا ہو۔ "کیا پوچھا آپ نے۔"

شالی نے سوال پھر دوہرایا۔

"پی قوں۔ اُسے کہتے ہیں۔ وہ کیا ہوتا ہے.... وزیر.... وزیر.... یہ تہوّر علی سخت نالائق ہے کہ ایسے ہی موقع پر غائب ہو گیا جب ہم یہاں مقیم ہیں۔"

"آپ کچھ اُداس سے نظر آرہے ہیں۔ پرنس!"

"کچھ نہیں! ہمیں اپنے آدمیوں کی فکر ستا رہی ہے کہیں وہ کسی پریشانی میں نہ پڑ جائیں۔ ہمیں مردہ سمجھ کر حضور ابا تک پیغامات پہنچانا نہ شروع کر دیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہم بڑی مصیبتوں میں

گرفتار ہو جائیں گے۔ کیا یہاں کہیں بھی ہمیں فون نہ مل سکے گا۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے پرنس! کوٹھی کا فون نہ جانے کب سے خراب پڑا ہے۔ اب شائد کل ہی درست ہو سکے۔ میں نے محکمے کو مطلع کر دیا ہے۔"

دفعتاً کسی کمرے سے سازوں کی آواز آئی اور عمران چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کیا یہ آوازیں گراں گذر رہی ہیں!"۔۔۔۔۔ شالی نے مُسکرا کر پوچھا!

"ہر گز نہیں یہ تو ہماری روح کے لئے شربت روح افزاء کا کام کرتا ہے! یہ کون بجا رہا ہے اُسے یہاں بلوایئے!۔"

فوراً فرمائش پوری کی گئی! یہ وہی دونوں شریر لڑکیاں تھیں ایک وائلن بجا رہی تھی اور دوسری طبلہ!

عمران کی فرمائش پر انہوں نے ایک گت چھیڑ دی!۔ اور شالی بیٹھے ہی بیٹھے پیر تھرکانے لگی!

عمران اس کے قریب کھسک کر آہستہ سے بولا۔ "یہ خادمائیں کہہ رہی تھیں کہ آپ کو رقص و نغمہ میں دخل ہے!۔"

"کچھ یوں ہی سا!۔۔۔۔" شالی مسکرائی "کیا آپ کو دلچسپی ہے۔!"

"نوج۔۔۔۔!" عمران نے ناک پر انگلی رکھی! اور شالی کا منہ پھر بگڑ گیا! اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اُن دونوں لڑکیوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور انگریزی میں برس پڑی!

"یہ کیا بیہودگی کر ڈالی ہے تم لوگوں نے! اب یہ اسی طرح ناک پر انگلی رکھتا رہے گا! وکیل کے سامنے کتنی شرمندگی ہوئی تھی!۔"

"ارے کچھ ہماری دلچسپی کا سامان بھی ہونا چاہئے!۔ "ایک لڑکی نے ہنس کر کہا!۔

"تب پھر جہنم میں ڈالو! کچھ بھی نہیں ہو سکے گا!" شالی کی جھلاہٹ بدستور برقرار رہی!

یک بیک عمران کھڑا ہو گیا!۔۔۔۔ اُس کے چہرے سے بھی غصہ کا اظہار ہو رہا تھا! اُسے اس حالت میں دیکھ کو تینوں بوکھلا گئیں!۔

"کک۔۔۔۔ کیوں! پرنس۔۔۔۔ کک کیا بات ہے!" شالی ہکلائی!

"ہم نے آپ سے رقص کرنے کی فرمائش نہیں کی تھی!۔ پھر آپ ان بیچاریوں پر کیوں خفا ہو رہی ہیں! انہوں نے صرف تعریف کی تھی کہ آپ رقص و نغمہ کی ماہر ہیں۔"

"ارے یہ بات نہیں ہے پرنس!"... شالی نے اطمینان کی سانس لی! "بیٹھئے.... بیٹھئے!۔ میں تو کسی دوسری بات پر خفا ہو رہی تھی! آپ کے لئے میں ضرور رقص کروں گی!۔"

پھر اُس نے اٹھ کر ایک بیوریو کی دراز سے گھنگروؤں کی جوڑی نکالی اور انہیں ٹخنوں پر باندھنے لگی!۔

پھر ذرا سی دیر میں عمران ایسا محسوس کرنے لگا جیسے سچ مچ اُسے کہانیوں والی پریاں پرستان میں اُٹھا لائی ہوں!

شالی ایک اچھی موسیقار اور ماہر رقاصہ معلوم ہوتی تھی! عمران بیٹھا جھومتا اور داد دیتا رہا!۔

پھر یہ شغل اُسی وقت ختم ہوا جب وہ تھک کر نڈھال ہو گئی ۔!



رات تاریک تھی اور صفدر اندھا دھند آندھی اور طوفان کی طرح راستہ طے کر رہا تھا! اُسے چوہان اور نعمانی کے پاس پہنچنا تھا! جو موبار کے مشرقی کنارہ پر اُس کے منتظر تھے!۔

وہ پہلی بار اس جزیرے میں آیا تھا اور یہاں کی فضا اُسے بہت پسند آئی تھی! جزیرے کا رقبہ چار میل سے زیادہ نہ رہا ہوگا! یہاں کی سرسبزی اور شادابی اُسے بہت پسند آئی تھی!.... یہاں دارالحکومت کے بعض متمول لوگوں کی کوٹھیاں تھی! جنہیں روشن کرنے کے لئے سمندر میں کیبل ڈال کر دارالحکومت سے بجلی کے تار لائے گئے تھے۔ اور اسی طرح ٹیلیفون کے تاروں سے بھی دونوں مقامات کو مربوط کیا گیا تھا! یہ ایک اچھی خاصی موسمی تفریح گاہ بھی تھی! موسم گرما میں جنوب سے آنے والی گرم ہوائیں جب دارالحکومت کے موسم کو تکلیف دہ بنادیتی تھیں موبار جنت نظیر نظر آتا تھا! اور سردیوں میں بھی جب شمال کی یخ بستہ ہوائیں ایک آدھ ہفتے کے لئے اِدھر کا رخ کرتی تھیں تب بھی موبار ہی اُن خشک اور بے حد ٹھنڈی ہواؤں سے نجات دلاتا تھا!

وہ لوگ سیکرو سے پہلے یہاں نہیں پہنچ سکے تھے!۔ ہو یہ کہ جب وہ بندر گاہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ لانچ میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے!۔ پھر وہاں انہیں اس کا بھی موقع نہ مل سکا کہ وہ ایکس ٹو کو اِس کی اطلاع دیتے! بہر حال آدھے گھنٹے بعد لانچ روانگی کے قابل ہو سکی تھی!

وہ موبار پہنچے تھے! اور سیکرو ان سے پندرہ منٹ پہلے ہی موبار کا گھاٹ چھوڑ چکا تھا! لیکن

یہاں یہ معلوم ہو گیا کہ کار کس عمارت میں گئی تھی۔

صفدر نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ تنہا اُس عمارت تک جائے! اس لئے چوہان اور نعمانی کو گھاٹ ہی پر چھوڑ گیا تھا! اس عمارت تک اس کی رسائی ہو گئی تھی! لیکن وہاں پہنچ کر اُس نے یہ بھی دیکھا تین مسلح آدمی بڑی مستعدی سے عمارت کے گرد پہرہ دے رہے ہیں!۔

پھر اندھیرا پھیل گیا! اور صفدر سوچتا ہی رہ گیا کہ عمارت کے اندر پہنچنے کے لئے کون سی تدبیر اختیار کرے۔ وہ دراصل اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ عمران زندہ بھی ہے یا مر گیا! ہو سکتا ہے اُس کار کے ڈکے میں اس کی لاش ہی بند رہی ہو جسے ٹھکانے لگانے کے لئے یہاں لایا گیا ہو!

پہرہ دینے والے اندھیرے میں کافی چاق وچوبند رہے! وہ بار بار ٹارچ کی روشنی چاروں طرف ڈالتے.... اور ان کی ٹانگیں متحرک ہی نظر آتیں!.... صفدر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔!

یک بیک ایک کھڑکی کھلی اور صفدر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں! کیونکہ کھڑکی کے دوسری طرف عمران نظر آیا تھا!.... اور وہ اتنا ایٹ ایز دکھائی دے رہا تھا کہ صفدر کو اپنی تشویش پر تاؤ آنے لگا! عمران سلیپنگ سوٹ میں ملبوس تھا اور آنکھوں سے ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی سو کر اٹھا ہو!۔

کھڑکی جلد ہی بند کر لی گئی! صفدر ایک طویل سانس لے کر گھاٹ کی طرف مڑ گیا! وہ سوچ رہا تھا کہ اب کوئی خطرناک کھیل شروع ہونے والا ہے!....

وہ چلتا رہا!.... اور بڑی آسانی سے راہ بھول گیا! اندھیرا تو تھا ہی سمتوں کا تعین نہ کر سکا! اور پھر جب اُسے لہروں کا شور سنائی دینے لگا تو اُس نے محسوس کیا کہ وہ غلط راستے پر آنکلا ہے کیونکہ گھاٹ کا پانی تو پُر سکون تھا!۔ دور دور تک بڑی لہریں نہیں دکھائی دیتی تھیں! وہ پھر مڑا.... لیکن اچانک پیروں کو تکلیف دیئے بغیر نشیب میں قلابازیاں کھاتا چلا گیا!.... سر پر پڑنے والی ضرب اتنی ہی شدید تھی کہ وہ سنبھل نہ سکا! قلابازیوں کی تعداد اُسے یاد نہ رہی کیونکہ چوتھی قلابازی کے بعد ہی شعور کی مشین بند ہو گئی تھی!۔

ہوش کتنی دیر بعد آیا تھا! اس کا اندازہ بھی آسان نہیں تھا! ویسے اُس نے یہ ضرور معلوم کر لیا کہ اُس کی گھڑی آٹھ بج کر تیرہ منٹ پر بند ہوئی تھی! ہو سکتا تھا یہ اُس وقت بند ہوئی ہو جب وہ

نشیب میں لڑھک رہا تھا!۔ قلابازیوں کا خیال آتے ہی اس کے جسم کے مختلف حصوں میں سوز سی ہونے لگی اور سر کا وہ حصہ شدت سے دُکھنے لگا جہاں چوٹ پڑی تھی!

وہ کراہ کر اٹھ بیٹھا! سارے جسم پر معمولی اور غیر معمولی خراشیں تھیں جن کی سوزش اُسے انگاروں کا بستر یاد دلا رہی تھی!۔

یک بیک وہ بوکھلا گیا! کیونکہ کمرہ ہل رہا تھا!۔۔۔۔ زلزلہ۔۔۔۔ وہ بدحواسی کے عالم میں اٹھا اور پھر یہ حقیقت اس پر واضح ہوئی کہ وہ کسی بحری جہاز کے کیبن میں ہے! وہ کھڑکی کیطرف جھپٹا!۔۔۔۔ تاروں کی چھاؤں میں سمندر کی دیو پیکر لہریں صاف نظر آ رہی تھیں!۔

وہ کافی دیر تک کھڑکی کی سلاخ پکڑے کھڑا رہا!۔۔۔۔ جسم کی سوزش سے زیادہ سر کا درد تکلیف دہ ہو رہا تھا!۔۔۔۔ تقریباً بیس منٹ یہی سوچنے میں گذر گئے کہ اب اُسے کھڑکی سے ہٹ کر کیبن کا دروازہ کھولنا چاہئے! لیکن نقاہت نے ایسا کرنے سے باز رکھا تھا۔ بدقت تمام وہ دروازے تک آیا، لیکن اسے کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکا!۔ شاید وہ باہر سے مقفل تھا۔!

وہ پھر برتھ پر گر گیا جو کافی آرام دہ تھی لیکن دردِ سر کیسے رفع کرتی! اُس پر پھر غشی سی طاری ہونے لگی! اس سے پہلے کبھی ایسی کمزوری نہیں محسوس ہوئی تھی! وہ اپنے اونگھتے ہوئے ذہن کے خلاف جدوجہد کرنے لگا لیکن ناکامی ہی ہوئی۔ اُس پر پھر غشی سی طاری ہونے لگی۔

دوسری بار ہوش آنے پر اس نے جہاز کا سائرن سُنا! یا پھر ہو سکتا ہے کہ سائرن کی کرخت آواز ہی سے اُس کی نیند کا سلسلہ ٹوٹا ہو!۔ اُس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اب جہاز حرکت نہیں کر رہا!۔۔۔۔ ابھی وہ برتھ سے اٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ کیبن کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا!۔

"اسے اُٹھا کر عرشے پر لے چلو"۔! ریوالور والے نے دوسرے آدمی کو حکم دیا!۔

صفدر نے خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا! حالات کی نوعیت کا اندازہ کئے بغیر وہ کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتا تھا! وہ آدمی اُس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وہ خود ہی اٹھ گیا!۔۔۔۔ دروازہ کھلا ہوا تھا!۔ وہ چپ چاپ دروازے کی طرف بڑھا۔ ریوالور کی نال اُس کی کمر سے آ لگی!۔

اِس طرح وہ جہاز کے عرشے پر آیا!۔۔۔۔ یہاں تین چار آدمی شائد پہلے سے ہی اُس کے منتظر تھے! انہوں نے اُسے گھیرے میں لے لیا!۔

"وہ اُسے عرشے کی ریلنگ تک لائے اور ریوالور والے نے ریوالور کے دستے سے اُس کی کمر تھپتھپا کر کہا! "دیکھو دوست۔! ریلنگ سے ایک سیڑھی لٹک رہی ہے! بہتر یہی ہے کہ تم خود ہی نیچے اُتر جاؤ ورنہ دوسری صورت یہی ہوگی کہ ہم تمہیں اٹھا کر نیچے پھینک دیں!.... لیکن اس پر غور کرلو کہ دوسرا طریقہ مفید نہ ہوگا۔"!

صفدر کا ذہن اب کسی حد تک کام کے لائق ہو گیا تھا! مگر یہ کیا دیوانگی تھی؟ وہ اُسے پانی میں کیوں اُتار رہے تھے؟.... جہاز کسی ساحل پر نہیں تھا!.... بلکہ ایسی جگہ تھا جہاں چاروں طرف حد نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دے رہا تھا!۔ رات اتنی تاریک نہیں تھی کہ گردو پیش اندھیرے ہی میں گم ہوتا!۔



دوسری صبح عمران خوامخواہ دیر تک سوتا رہا! آنکھ تو معمول کے مطابق ہی کھلی تھی لیکن وہ آٹھ بجے تک آنکھیں بند کئے پڑا رہا! اور اٹھا بھی تو اس طرح کہ انہیں شریر لڑکیوں میں سے کسی نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا تھا!

وہ اُٹھا تو لیکن اس نے اپنے چہرے پر ایسا اضمحلال طاری کر لیا تھا جیسے برسوں کا بیمار ہو!۔

"اوہ.... سرکار!۔" لڑکی نے گھبرائے ہوئے سے انداز میں کہا!۔ "کیا مزاج عالی کچھ گرانی محسوس کر رہا ہے!"

"دیکھو! بھئی! ہم کئی بار کہہ چکے ہیں کہ گاڑھی اُردو ہماری پونگ میں نہیں آتی۔

"پونگ کسے کہتے ہیں پرنس۔"

"بد بختی ہے ہماری!" عمران پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا! "کوشش کے باوجود بھی ہم اپنی زبان کے الفاظ نہیں روک پاتے۔ غالباً ہمیں پونگ کے بجائے عقل یا سمجھ کہنا چاہئے تھا!۔ خیر۔"!

لڑکی نے باتھ روم کی جانب اُس کی رہنمائی کرنی چاہی!

"ہمیں علم ہے!۔" عمران نے بیزاری سے کہا!" جاؤ۔ ہم تنہائی چاہتے ہیں!۔ جاؤ دیکھو فون ٹھیک ہوا یا نہیں!۔"

"جا رہی ہوں! مگر فون ابھی کیسے ٹھیک ہو سکے گا! ابھی تک ہیڈ آفس سے کوئی آدمی نہیں آیا۔" وہ چلی گئی!

آدھے گھنٹے بعد عمران لباس تبدیل کر رہا تھا! لیکن اُس کے چہرے پر پائے جانے والے آثار میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی! وہ اب بھی برسوں کا بیمار معلوم ہو رہا تھا!۔

شالی ناشتے کی میز پر اس کی منتظر تھی! اُس نے اس کی حالت پر حیرت ظاہر کی!

"یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے پرنس! طبیعت تو ٹھیک ہے نا!" اس نے بوکھلا کر پوچھا!

"ٹھیک ہی ہے!" عمران نے مردہ سے آواز میں کہا اور ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھ گیا!

"کیا یہاں کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ پرنس!۔"

"نہیں.....!" عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی! "تکلیف تو اب پہنچے گی۔"!

"میں نہیں سمجھی!۔"

"کچھ نہیں! کچھ بھی نہیں!۔" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا اور سر جھکا لیا۔

"نہیں پرنس یہ نہیں ہو سکتا! آپ کو بتانا پڑے گا! میں آپ کے چہرے پر پژمردگی نہیں دیکھ سکتی! دیکھئے یہ اچھی بات نہیں! آپ میرا دل دکھا رہے ہیں۔!"

"نہیں تو!....." عمران کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی!۔ "ہم نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا! ہم کو دل دُکھانے سے نفرت ہے! ہم ہمیشہ دل سکھاتے ہیں!۔"

"سکھاتے ہیں۔ دل!۔" ایک لڑکی نے حیرت سے کہا! "دل کیسے سکھایا جاتا ہے سرکار"!۔

"جیسے دُکھایا جاتا ہے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا!۔

"ہم اب بھی نہیں سمجھے..... یور ہائی نس!" دوسری بولی!۔

"بھئی ہمیں زیادہ اُردو نہیں آتی۔ دُکھ سکھ ہی پڑھا ہے ہم نے... دُکھ سے دُکھانا اور سکھ سے سکھانا!۔"

"تم لوگ اپنی زبانیں بند نہیں کرو گی!" شالی دونوں لڑکیوں پر بگڑ گئی!

"نہیں خفا ہونے کی ضرورت نہیں!" عمران نے درد بھرے لہجے میں کہا! "ابھی ہم رخصت ہو جائیں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری ذات سے کسی کو دکھ پہنچے!"

"اُوہ..... تو آپ سچ مچ چلے جائیں گے!۔"

"کیوں نہ جائیں!"..... عمران نے پوچھا!۔

"کاش آپ کچھ دن اور ٹھہرتے۔!"

"آہ.... ہماری بھی یہی خواہش تھی!.... مگر....!"

"مگر.... کیا پرنس! نہیں اگر آپ یہاں قیام فرمانا چاہتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو یہاں سے نہیں لے جاسکتی!۔"

عمران سر جھکائے بیٹھا تھا!اس جملے پر اُس نے سر اُٹھا کر شالی کی طرف دیکھا اور شالی ہو سکتا ہے کہ سچ مچ سٹپٹا گئی ہو!کیونکہ عمران کی آنکھوں میں آنسو تھے!۔اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "نہیں.... نہیں.... ایسا نہ کہو! ہمارے حضور ابا بہت بڑی طاقت ہیں.... وہ ہمیں زندہ نہ رہنے دیں گے!۔"وہ ظالم ہیں جابر ہیں!کاش کسی طرح ہمیں ان سے چھٹکارا مل سکے!۔"

"آپ چھٹکارہ چاہتے ہیں؟"

"بالکل چاہتے ہیں!کیونکہ پابندیوں سے ہمیں نفرت ہے!"عمران نے کہا اور اُس کی آنکھوں میں رُکے ہوئے آنسو گالوں پر بہہ آئے....!

ایک لڑکی بلاؤز سے رومال نکال کر اُس کی طرف جھپٹی اور جلدی جلدی اُس کے آنسو خشک کئے!عمران نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔!

"جب تک آپ کا دل چاہے رہئے!یہاں سے آپ کو کوئی نہ لے جاسکے گا۔"شالی نے کہا!

"آپ نہیں سمجھ سکتیں محترمہ شالی!.... ہم بڑی مصیبت میں پڑ جائیں گے!اخبارات میں ہماری تصاویر شائع ہوں گی۔ ریاست چھروٹی آپ کی ریاست سے درخواست کرے گی کہ ہمیں ڈھونڈھ نکالا جائے!پھر آپ بھی پریشانیوں میں مبتلا ہو جائیں گی!ہمارے آدمی آج دن بھر ہمیں تلاش کریں گے!۔ اس کے بعد تصاویر شائع ہونے لگیں گی!ریڈیو پر ہماری گمشدگی کا اعلان ہوگا؟"

"پھر بتایئے!میں آپ کے لئے کیا کروں؟"

"بس یہ دعا کیجئے کہ ریاست میں انقلاب ہو!اور ابا قتل کر دیئے جائیں!"

"اوہ.... ایسا بھی کیا؟"دونوں لڑکیاں بیک وقت بولیں!۔

"تم چپ رہو!...."شالی نے پھر انہیں ڈانٹا!

"نہیں انہیں حیرت ظاہر کرنے دیجئے!" عمران نے مغموم لہجے میں کہا!" حقیقت یہ ہے کہ ہم نے حضور ابا کے لئے اپنی نیک تمنا کا اظہار کیا ہے!۔ ہماری ریاست کے طور طریقے دوسروں سے الگ ہیں۔ ہماری رعایا جس حکمران سے انتقام لینا چاہتی ہے اُسے بہت دنوں تک زندہ رہنے دیتی ہے.... وہ اپنی زندگی سے تنگ آکر گلی کوچوں میں چیختا پھرتا ہے! کوئی قتل کردے.... کوئی خدا کے نام پر قتل کردے مجھے اور لوگ اس پر ہنستے ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ وہ زیادہ دن تک زندہ رہ کر اپنی عاقبت بگاڑتا رہے۔ تاکہ مرتے ہی سیدھا جہنم میں بھیج دیا جائے!۔ جس حکمران سے رعایا خوش ہوتی ہے اُسے فوراً قتل کردیتی ہے تاکہ اتنا نیک آدمی جلدی سے جنت میں پہنچ سکے!"

"معاف کیجئے گا یہ کوئی ریاست ہے یا آپ کسی سرکس کا حال بیان فرما رہے ہیں!" ایک لڑکی بولی!۔

"اچھا تم لوگ تو جاؤ یہاں سے" شالی نے اٹھتے ہوئے کہا! اور وہ دونوں ہنستی ہوئی بھاگ گئیں۔ پھر شالی نے عمران سے کہا!" اوہ۔ پرنس دیکھئے چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے! پہلے چائے پیجئے۔ پھر اس مسئلے پر غور کریں گے!"

عمران خاموش ہو گیا! شالی اُس کے لئے چائے بنا رہی تھی۔!

عمران نے کچھ دیر بعد کہا:۔" ایک صورت ہو سکتی ہے!"

"کیا....!" شالی چونک پڑی!

"ہم اپنے آدمیوں کو آگاہ کردیں کہ نجی طور پر تفریح کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہمیں تلاش نہ کیا جائے اور روزانہ دن میں ایک بار انہیں اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہیں! اس طرح ہم کچھ دن تمہارے ساتھ گذار سکیں گے اور کسی قسم کا ہنگامہ بھی نہ ہوگا!.... مگر یہ ہماری کمبختی ہے کہ تمہارا فون خراب ہو گیا ہے۔ اب بتاؤ ہم کیا کریں!۔"

"فون آج ہی ٹھیک ہو جائے گا! پرنس!.... آپ فکر نہ کیجئے!.... اَب ہنسئے بھی آپ کا اُداس چہرہ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا!۔"

عمران تھوڑی دیر تک خاموشی سے چائے پیتا رہا! پھر خوابناک سی آنکھیں بنا کر بولا!۔" ہمیں کیسے یقین آئے کہ ہم جاگ رہے ہیں!۔"

"کیوں؟"

"اف.... فوہ.... کچھ سمجھ میں نہیں آتا!.... اس سے پہلے کبھی ہمارا ساتھ غیر عورتوں سے نہیں پڑا.... ہم بچپن ہی سے پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ نامحرم عورتوں کا قرب جہنم کا راستہ ہے! مگر.... مگر.... کیا اَب کیا کہیں۔ کیا سمجھیں۔"

"ارے چھوڑیئے۔!" شالی ہنس پڑی!"وہ بُری عورتوں کی باتیں ہیں! میں تو ایک شریف لڑکی ہوں۔!"

"ہاں ہم یہی سوچ رہے ہیں! صرف بُری عورتوں کو نامحرم کہتے ہوں گے!۔"

شالی نے اُس کے سامنے پلیٹ کھسکاتے ہوئے کہا!"آپ نے یہ حلوہ تو لیا ہی نہیں!۔"

"اوہاں.... شکریہ!.... حلوہ ہم شوق سے کھاتے ہیں!.... مگر حضور ابا کو یہ بھی ناپسند ہے!"

"واقعی بڑے ظالم معلوم ہوتے ہیں!۔"

"ہمارا سینہ چھلنی ہے!...." عمران نے ٹھنڈی سانس لی!

"اوہ.... ختم بھی کیجئے! آپ کیوں پریشان کن باتیں سوچ رہے ہیں!۔"

"عادت پڑ گئی ہے۔"

ناشتے کے بعد شالی اُسے ایک بڑے کمرے میں لے گئی جہاں بلیرڈ اور پنگ پانگ کی میزیں تھیں! لیکن عمران نے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اُسے یہ کھیل آتے ہیں!۔.... ویسے اُس نے شالی کو یہ ضرور بتایا تھا کہ وہ اکثر لوگوں کو کھیلتے دیکھ چکا ہے! خود کبھی کھیلنے کا اتفاق نہیں ہوا.... شالی اُسے پنگ پانگ سکھانے لگی! عمران بے ڈھنگے پن سے کھیلتا اور دیوار قہقہہ بنتا رہا!.... دونوں لڑکیوں میں سے ایک وہیں موجود تھی!۔

دوسری نے دس بجے اطلاع دی کہ فون ٹھیک ہو گیا ہے! شالی عمران کو فون والے کمرے میں لائی! عمران سے نمبر مانگے اور جزیرے کے ایکسچینج سے لائن مانگی!۔

تھوڑی دیر بعد رانا پیلس سے فون مل گیا! آج کل بلیک زیرو دانش منزل میں رہا کرتا تھا اور عمران کی ہدایت کے مطابق اُس کی کالیں رانا پیلس سے دانش منزل کے لئے ڈائرکٹ کر دی جاتی تھیں! اس وقت بھی یہی ہوا.... رانا پیلس کے نجی ایکسچینج پر طاہر صاحب یعنی بلیک زیرو کی کال

دانش منزل کے نمبروں پر منتقل کر دی گئی!۔

"ہیلو.... مسٹر طاہر.... ہم چھوٹے شاہ تھری ناٹ جنگ بول رہے ہیں!" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا!

"ہاں.... اے تم خاموش رہ کر ہماری بات سنو.... !ہم نہیں بتا سکتے کہ ہم اس وقت کہاں ہیں!ہمارے آدمیوں سے کہو کہ ہمیں تلاش نہ کریں، جب ہمارا دل چاہے گا خود ہی تشریف لائیں گے!اور ہمارے گدھے سیکرٹری سے کہہ دو کہ حضور ابا کو ہماری خیریت سے برابر مطلع کرتا رہے.... کیا.... اوہ.... نہیں.... اچھا اچھا.... دیکھو اُسے ضرور تلاش کرو!اگر وہ کھو گیا تو ہمیں اپنی تفریحات کو خیر باد کہہ کر فوری طور پر واپس آنا پڑے گا۔ آخر وہ گیا کہاں!.... بائیں .... کہاں.... اف فوہ.... وہ بالکل گدھا ہے!ہم وہاں ہرگز نہیں ہیں!.... وہ جھوٹا تھا.... پتہ نہیں کہاں جامرا.... خیر.... دیکھو!خبردار یہ بات باہر نہ جانے پائے کہ ہم لاپتہ ہو گئے ہیں!۔ ایک بار پھر خبردار.... ورنہ تم ہمارے غصہ سے واقف ہو.... بس ہم اپنی پسند کی تفریح کر رہے ہیں اور نہیں چاہتے کہ اس کی خبر حضور ابا تک پہنچے۔ اس لئے ہم لاپتہ ہو گئے ہیں!۔.... تم ہمارے آدمیوں پر کڑی نظریں رکھو تاکہ وہ حضور ابا کو مطلع نہ کر سکیں!.... اس کے عوض ہم تمہیں بہت بڑا انعام دیں گے!"

تھوڑی دیر تک وہ خاموش کچھ سوچتا رہا پھر غصیلے لہجے میں بولا!"ہم کچھ نہیں جانتے!یہ ہمارا حکم ہے!.... اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی تو تمہارا ٹھکانہ کسی جہان میں نہ ہوگا!چھوٹے شاہ کا غصہ ابھی تم نے دیکھا نہیں ہے!بس بکواس بند۔ رانا تہور علی صندوقی بھی ہمارا ہی نمک حرام ہے.... نہیں شائد نمک خوار ہے.... بس!"۔

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا مگر اُس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار پائے جا رہے تھے!۔

"کیوں پرنس کیا بات ہے....!" شالی نے پوچھا!

"کچھ نہیں!ہماری شربت!...." عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا!

"شائد آپ شامت کہنا چاہتے تھے!...." شریر لڑکی نے ٹوک دیا!۔

عمران نے تفکر آمیز انداز میں اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "شائد!" اور پھر سوچ

میں غرق ہو گیا! بلیک زیرو نے اُسے مطلع کیا تھا کہ صفدر چوہان اور نعمانی جزیرہ موبار پہنچے تھے لیکن صفدر وہاں سے غائب ہو گیا جو اُن دونوں کو ساحل پر چھوڑ کر اُس کی تلاش میں گیا تھا! چوہان اور نعمانی نے پورا جزیرہ چھان مارا مگر اُس کا کہیں پتہ نہیں ملا! ویسے انہیں اس عمارت کا علم ہو گیا ہے جس میں عمران مقیم ہے.... اب عمران سوچ رہا تھا کہ اُسے بہت احتیاط سے قدم اٹھانا چاہئے! یہ کوئی بڑا کھیل معلوم ہوتا ہے! یہ لوگ اُس سے کیا چاہتے ہیں؟ سب سے بڑا سوال تھا!.... کسی احمق آدمی کا اغوا کیا معنی رکھتا ہے؟ وہ بھی ایسی صورت میں جب کہ اغواء کرنے والی لڑکیاں ہوں؟ پچھلی رات اُس نے شالی اور وکیل کی گفتگو بھی سنی تھی! جس کا مقصد ہنوز تاریکی میں تھا۔!

"کیا سوچنے لگے ہیں پرنس!...." شالی نے کچھ دیر بعد ٹوکا!....

"ہمیں توپ الملک یعنی اپنے حضور ابا پر بے حد غصہ آرہا ہے۔"

"کیوں آخر کیوں؟"

"اُن کا ایک آدمی ابھی تک ہماری سراغرسی کرتا رہا ہے.... ہماری ٹوہ میں رہا ہے! وہ ہمارے پیچھے لگا ہوا یہاں تک آیا تھا!.... اور اب غائب ہو گیا ہے! وہ ایک مقامی ہی آدمی ہے! یہاں تمہارے ملک میں بھی ہمارے حضور ابا کے ایجنٹ موجود ہیں جو مقامی لوگ ہیں! وہ اپنے ساتھ ہمارے دو آدمیوں کو بھی لایا تھا لیکن انہیں ساحل پر چھوڑ کر ہماری تلاش میں نکلا تھا! لیکن پھر ہمارے آدمی رات بھر اُس کا انتظار ہی کرتے رہ گئے! وہ واپس نہیں گیا! پھر آج ہمارے آدمی تھک ہار کر واپس چلے گئے!.... تہور علی کا منیجر طاہر جو ایک مقامی آدمی ہے۔ ہم سے فون پر گفتگو کر رہا تھا! اسی نے ہمیں یہ اطلاع دی ہے کہ وہ تینوں جزیرہ موبار گئے تھے! اس پر ہم نے کہا کہ وہ گدھے ہیں! ہم جزیرہ موبار میں نہیں ہیں!.... اب بتاؤ ہم کیا کریں۔"

عمران خاموش ہو کر جواب طلب نظروں سے اُسے دیکھنے لگا! یہ ساری گفتگو کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی! مگر صفدر کا غائب ہو جانا ہی اِس گفتگو کا محرک بنا تھا! اگر وہ انہیں لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہو گا تو انہیں عمران کی صداقت کا یقین آ جائے گا!.... صفدر کی طرف سے تو اُسے اطمینان تھا کہ اگر اُس پر تشدد کیا گیا تو اُس کی زبان سے پرنس آف چمروٹی ہی کی کہانی نکلے گی!

"یہ تو واقعی پریشانی کی بات ہے۔؟" شالی نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

"ہے نا....!"

"بالکل....؟"

"پھر ہم واپس جائیں....!"

"اوہ.... میں اتنی جلدی ہار مان لینے کی عادی نہیں ہوں پرنس!" شالی مسکرائی!۔

"اوہ! اس ملک کی عورتیں بھی ہار جیت کی باتیں کرتی ہیں! ہمیں سخت حیرت ہے!۔"

"کیوں آپ کے یہاں کی عورتیں کیسی ہوتی ہیں!۔" شریر لڑکی نے پوچھا۔

"وہ غیر مردوں سے گفتگو نہیں کرسکتیں! باورچی خانے کی شہزادیاں ہوتی ہیں!۔ مرغی کی شکل دیکھ کر بتادیں گی کہ مہینے میں کتنے انڈے دیتی ہوگی! مجھے یقین ہے کہ تم نہ بتاسکو گی!"

"دیکھو پرنس تم بالکل پرواہ نہ کرو! یہاں ہمارے کچھ دشمن بھی ہیں! ہو سکتا ہے کہ انہوں نے تمہارے آدمی کو پکڑ لیا ہو! لیکن کیا وہ اُس سے متعلق معلومات حاصل کرسکیں گے!"

"اُوہو! تو کیا تمہارے دشمن تمہارے دوستوں کی ٹوہ میں بھی رہتے ہیں!۔"

"ہو سکتا ہے کہ رہتے ہی ہوں۔!"

"تب تو ہماری واقعی شامت آجائے گی۔!"

"اوہ.... آپ اتنے ڈرپوک کیوں ہیں پرنس!۔"

"ہم ڈرپوک....!" عمران نے سینے پر ہاتھ مار کر تن گیا!۔ ہونٹ بھینچ لئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں سرخ ہوگئیں!۔" اور وہ تیزی سے اُس کمرے کی طرف مڑ گیا جس میں رات بسر کی تھی!۔



صفدر ریت کے ایک تودے پر چپ پڑا ہوا تھا اور ایک بحری پرندہ تیز آواز نکالتا ہوا اُس طرح منڈلا رہا تھا جیسے اُسے مردہ سمجھتا ہو!

سورج کی کرنیں تکلیف دہ نہیں تھیں!.... بلکہ وہ تو ایسی لگ رہی تھیں جیسے مسامات میں داخل ہو کر جسم کا درد نچوڑ رہی ہوں! نیچے ریت کا نرم بستر بھی آرام دہ تھا!۔

وہ اپنے اوپر منڈلانے والے بحری پرندے کو لاپرواہی سے دیکھ رہا تھا! وہ سوچ رہا تھا کہ اُس

نے اُسے مردہ سمجھ کر جھپٹا مارنے کی کوشش کی تو خود ہی بھگتے گا! نہ تو وہ اس وقت بیہوش تھا! اور نہ اتنی زیادہ کمزوری ہی محسوس کر رہا تھا! بس اس طرح پڑے رہ کر تھکن ہی اُتاری جارہی تھی!

ویسے یہ اور بات ہے کہ اس تودے پر پڑے ہونے کی وجہ اب تک اُسکی سمجھ میں نہ آئی ہو!.... آنکھ کھلنے پر اُس نے خود کو اِسی تودے پر پڑا پایا تھا اور پچھلی رات کے واقعات اس کے ذہن میں چکرانے لگے تھے!.... اُسے رسیوں کی وہ سیڑھی یاد آئی جو جہاز کی ریلنگ سے نیچے لٹک رہی تھی اور جس کے ذریعے اُسے پانی پر اُترنے پر مجبور کیا جارہا تھا۔ اُسے اُترنا ہی پڑا تھا اور کچھ دور نیچے اُترنے پر اُسے معلوم ہوا تھا کہ سیڑھی کا دوسرا سرا ایک موٹر لانچ میں لٹک رہا ہے۔ تب اُسکی جان میں جان آئی تھی! اور جیسے ہی وہ لانچ میں پہنچا تھا۔ تین چار آدمی اُس سے لپٹ گئے تھے۔ پھر اسے یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔ ویسے یہ تو یاد تھا کہ لانچ پر پہنچتے ہی لانچ کا انجن اسٹارٹ ہوا تھا اور وہ حرکت میں آگئی تھی اور جہاز سے دور ہونے لگی تھی! پھر یہ بھی یاد آیا کہ اُس کے بعد ہی اُس کا گلا گھونٹا جانے لگا تھا!.... ظاہر ہے اس کا مقصد یہی رہا ہو گا کہ وہ کچھ یاد رکھنے کے قابل نہ رہ جائے!۔

اب یہ تودہ تھا اور سر پر منڈلانے والا بھوکا پرندہ.... دور دور تک کسی دوسرے آدمی کا پتہ نہ تھا! تھوڑے ہی فاصلے پر سمندر کی لہریں ریت پر چڑھ آتیں اور پھر لوٹ جاتیں!۔

وہ دیر تک لہروں کا تماشہ دیکھتا رہا! کبھی تو معلوم ہوتا جیسے کوئی بڑی لہر اُس تودے پر سے بھی گذر جائے گی! لیکن ایک بار بھی ایسا نہ ہو سکا!

جب آفتاب کی شعاعوں میں حدت محسوس ہونے لگی تو وہ اٹھا اور تودے کے سب سے اونچے حصے پر کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا!

یہ بھی ایک جزیرہ ہی تھا! مگر جزیرہ موبار تو ہرگز نہیں تھا! بائیں جانب والے نشیب میں کافی بڑی آبادی نظر آرہی تھی! مگر اس بستی میں موبار کی بستی جیسی شاندار عمارت کوئی بھی نہیں تھی! ان کے بجائے چھوٹے چھوٹے جھونپڑے نظر آرہے تھے! اکا دکا پختہ عمارتیں بھی تھیں! لیکن بدوضع سی! دقیانوسی اسٹائل کی!۔

صفدر بستی کی طرف چل پڑا.... سر پر منڈلانے والا پرندہ چیختا ہوا دور نکل گیا تھا! شائد اُسے مایوسی ہوئی تھی!۔

بستی میں پہنچ کر صفدر کو معلوم ہوا کہ وہ ماہی گیروں کی بستی تھی!۔ اور چونکہ وہ خود بھی کسی ماہی گیر ہی کے لباس میں تھا اس لئے اُس کی طرف کوئی بھی متوجہ نہ ہوا۔ بھوک کے مارے اُس کی آنتیں اینٹھنے لگی تھیں۔ اُس نے اپنی جیبیں ٹٹولیں! لیکن وہ بھی خالی تھیں! حالانکہ پچھلی رات اُس کے پاس ڈیڑھ سو سے کچھ زائد ہی رقم تھی۔

وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا! جسے بازار ہی کہنا چاہئے!۔ یہاں راستوں پر لکڑی کے دورویہ کیبنوں میں دوکانیں تھیں اور فضا میں مچھلیوں کی ہلکی بساندھ مسلط تھی! نم اور نمکین ہوا ذہن کو بوجھل کئے دے رہی تھی! اور وہ بڑی شدت سے ایک کپ گرما گرم چائے کی ضرورت محسوس کرنے لگا تھا!

"او.... نیلی پینٹ والا!".... صفدر چونک کر مُڑا.... اور اُسے یقین ہو گیا کہ آواز اُسے ہی دی گئی تھی!.... ایک دوکان کے قریب ایک نیم مغربی سی لڑکی نظر آئی جس کے پیروں کے پاس ایک بڑی سی جھابی رکھی ہوئی تھی!.... اُس کے جسم پر مغربی طرز کا لباس تھا! لیکن رنگت اتنی صاف نہیں تھی جس کی بنا پر اُسے مغربی سمجھا جا سکتا! ویسے خدوخال دلکش تھے! صفدر اُس کی طرف بڑھا!۔

"توم.... مسدوری کرے گا۔"

"مزدور.... میم صاحب.... "صفدر نے اطمینان کا سانس لے کر سوچا کہ اب وہ اپنا پیٹ بھر سکے گا!۔

اُس نے وزنی جھابی اٹھالی اور لڑکی کے پیچھے چلنے لگا! لڑکی کا لباس قیمتی نہیں تھا! اور نہ اُسے استعمال کرنے کے سلسلے میں سلیقہ ہی برتا گیا تھا! بادی النظر میں وہ کسی امیر گھرانے سے تعلق رکھنے والی نہیں معلوم ہوتی تھی!۔

صفدر کو شائد ڈھائی تین فرلانگ چلنا پڑا تھا! اور پھر وہ ایک چھوٹی سی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا!

"آجاؤ.... آجاؤ....!" لڑکی کہتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی!.... پھر وہ ایک دروازے میں داخل ہوئی جس سے ہلکا سا دھواں باہر نکل رہا تھا!

"آجیاؤ...."اُس نے پھر کہا!۔

اب صفدر نے خود کو ایک مختصر سے باورچی خانے میں پایا جہاں ایک بوڑھی سی عورت بیٹھی اُبلے ہوئے آلو چھیل رہی تھی۔ صفدر نے جھابی فرش پر رکھ دی اور لڑکی کے اشارے پر ایک گوشے میں پڑے ہوئے اسٹول پر بیٹھ گیا!۔

"کتنامِسدوری!" لڑکی نے پوچھا!۔

"پتہ نہیں میم صاحب!۔" صفدر نے لا پروائی سے شانوں کو جنبش دی!" مسدوری ایک کپ چائے بھی ہو سکتی ہے.... اور چائے کے ساتھ دو ایک سلائیس بھی!"

"تم ادھر کا نہیں جان پڑتا۔" لڑکی نے کہااور عورت سے انگریزی میں بولی!" چائے گرم کرو۔"

یہ عورت بھی دیسی ہی معلوم ہوتی تھی لیکن اس کا لباس بھی مغربی ہی طرز کا تھا۔

"ہاں! میم صاحب۔ میرے چند دشمن مجھے یہاں پھینک گئے ہیں! انہوں نے میرا سارا روپیہ چھین لیا! میں کل رات تک مفلس نہیں تھا۔"

"کیاتم جواری ہے۔" لڑکی نے پوچھا!

"نہیں میم صاحب! میں ایک شریف آدمی ہوں۔!"

"پھر تم کیسے لٹ گیا!.... اِدھر.... جہازوں پر جوا ہوتا!.... جہازی لوگ ان کو ہرا کر اِدھر اُدھر پھینک دیتا!.... بہت دور.... شہر سے جواریوں کو لاتا۔ جہاز پر جوا کھیلتا۔ پھر.... جسیرے میں پھینک دیتا!"

"اوہ.... مگر میں تو جزیرہ موبار میں ٹہل رہا تھا! کچھ نامعلوم آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا تھا! ایک اسٹیمر پر لے گئے تھے، پھر میں سو گیا!۔ آنکھ کھلی تو یہاں تھا!۔"

"نہیں.... تم جھوٹا!...." لڑکی ہنس پڑی!

"ہاں میم صاحب....! میری جیب میں اچھی خاصی رقم تھی! جو انہوں نے نکال لی....!"

"موبار کدھر ہوتا!...."

دارالحکومت سے بیس میل دور ہے۔!"

"دارالحکومت کدھر ہوتا!۔"

صفدر سوچنے لگا اب جواب کیا ہونا چاہئے! اتنے میں بوڑھی عورت نے چائے گرم کرلی!

صفدر کو چائے کے ساتھ کچھ سلائیس بھی ملے اور وہ مر بھکوں کی طرح اُن پر ٹوٹ پڑا۔

"اب تم کیسے جائے گا۔" لڑکی نے پوچھا!

"مزدوری کر کے رقم اکٹھی کروں گا تاکہ دارالحکومت تک سفر کر سکوں! اِس جزیرے کا کیا نام ہے!"

"جسیرہ۔!"

"یہ تو عام نام ہوا۔ میں خاص نام چاہتا ہوں!"

"بس سب اسے.... آئی لینڈ جسیرہ ہی کہتے ہیں!۔ ادھر جہاز آتا.... سامان لاتا.... لیکن کسی کو لے نہیں جاتا.... کسی کو نہیں لاتا!۔"

"یہ تو بڑی عجیب بات ہے!" صفدر نے حیرت سے کہا!۔

"توم.... اِدھر رہے گا۔" لڑکی نے پوچھا!۔ اور صفدر سوچ میں پڑ گیا کہ کیا جواب دے۔ لڑکی نے کہا!' تم ہمارا ڈیڈی کا دیکھ بھال کرو! ام توم کو خوش کر دے گا۔"

"اچھا بات ہے۔ ہم دیکھے گا۔!" صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا! اس نے سوچا کہ شاید اِس کے ڈیڈی ہی سے کچھ معلومات حاصل ہو سکیں!۔"

"تم انگریسی سمجھتا!۔"

"ہاں سمجھتا بھی.... اور بولتا بھی۔!"

"اوہ تب تو تم بہت اچھا۔ بہت اچھا!...." یکا یک بوڑھی عورت بول پڑی۔

"تمہارا نام کیا ہے!۔" لڑکی نے انگریزی میں پوچھا!

"اوہارا.... مسی!"

"تم کیا کام کرتے تھے!...."

"میں مچھلی پکڑنے والوں کی ایک فرم میں کلرک تھا!۔"

"اوہ.... توم پڑھے لکھے آدمی ہو! بڑی خوشی ہوئی!" لڑکی سچ مچ خوش نظر آنے لگی!۔

"میں ہر قسم کی خدمت انجام دے سکتا ہوں مسّی! مزدوری بھی کر سکتا ہوں!" صفدر نے کہا۔

صفدر نے ڈٹ کر ناشتہ کیا! اور پھر وہ انگریزی میں گفتگو کرنے لگے!۔

"میں نے دس سال سے مہذب آدمیوں کی شکلیں نہیں دیکھیں!۔" لڑکی نے کہا!" تم شائد شہر سے آئے ہو!۔ مجھے وہاں کی باتیں بتاؤ.....! اکثر ڈیڈی کے پاس شہر سے لوگ آتے ہیں! لیکن وہ مجھ سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ بہت زیادہ عقلمند لوگ ہوتے ہیں! برف سی سفید ڈاڑھیاں۔ لمبے چوغے اور گردنوں میں صلیبیں لٹکی ہوئی۔"

"کیا آپ کے والد پادری ہیں!۔" صفدر نے پوچھا!۔

"میں نہیں سمجھ سکتی! کہ وہ کیا ہیں! میں نے کبھی انہیں چوغہ پہنے ہوئے نہیں دیکھا! اور نہ وہ صلیب ہی لٹکاتے ہیں! لیکن شہر سے ان کے پاس مقدس ہی لوگ آتے ہیں!.... مجھے اُن سے بڑی وحشت ہوتی ہے! اب تم آگئے ہو۔ اب میں تم سے گفتگو کیا کروں گی!۔ ڈیڈی کی باتیں تو میری سمجھ ہی میں نہیں آتیں.... وہ دن رات موٹی موٹی کتابوں میں ڈوبے رہتے ہیں!.... مجھ سے بہت کم گفتگو کرتے ہیں!.... میں اچھی طرح اُن کی دیکھ بھال نہیں کر پاتی!.... اب تمہارے آجانے سے مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔!"

صفدر کچھ نہ بولا!.... خاموشی سے چائے پیتا رہا!.... وہ تیزی سے سوچ رہا تھا! وہ جانتا تھا کہ یہاں کے لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ وہ یہاں اجنبی ہے! راستے میں بھی راہ گیر اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے تھے! ظاہر ہے کہ اُسے یہاں اپنی موجودگی کی وجہ بتانی ہی پڑے گی! یہ لڑکی تو شائد اُس کے بیان سے مطمئن ہو گئی ہے، پھر اُسے اس کی پرواہ ہی نہیں ہے کہ وہ یہاں کیوں اور کیسے آیا ہے!

بہر حال اب اگر کسی نے استفسار کیا تو اُس کا جواب کیا ہونا چاہئے؟ وہ سوچتا رہا اور پھر یہی فیصلہ کیا کہ اُسے پرنس آف چمروٹی ہی والی کہانی پر جم جانا چاہئے۔ کچھ دیر کے لئے وہ اُس کے سیکرٹری کا رول ادا کر چکا تھا! لیکن اس میں قباحت یہ تھی کہ وہ عمران کی طرح ادٹ پٹانگ زبانوں اور بکواسوں کا ماہر نہیں تھا!.... ہو سکتا تھا کہ سیکرٹری کے رول میں اُس کی پول کھل جاتی!.... لہذا اُس نے چمروٹی اسٹیٹ کے کسی مقامی ایجنٹ کا رول اختیار کرنا مناسب سمجھا!۔ اس طرح وہ چمروٹی اسٹیٹ کی زبان سے ناواقف ہونے کے باوجود بھی خود کو اُس سے آشنا ثابت کر سکتا تھا!۔

صفدر احمق نہیں تھا کہ یہاں اپنی موجودگی کو لایعنی سمجھ لیتا!۔ آخر یہاں اس طرح پھنکے جانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے!۔ کیا وہ اُس سے عمران کی حقیقت نہیں معلوم کرنا چاہتے! لیکن شائد

اُن کا طریق کار متشددانہ ہونے کی بجائے نفسیاتی ہے! وہ ایسے حالات پیدا کر رہے ہیں۔ جن کے تحت بوکھلا کر صفدر خود بخود ہی سچی بات اُگل دے!۔ اور اگر یہ بات نہیں تو پھر اُسے یہاں لا پھینکنے والے دیوانے ہی تھے!.... کیونکہ یہ حرکت اگر کوئی مقصد نہیں رکھتی تو اِسے دیوانگی کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے!

وہ ایک کپ ختم کر چکا تو دوسرا لبریز کر دیا گیا! بوڑھی عورت بھی اب بہت زیادہ مہربان نظر آنے لگی تھی!

اب صفدر جلد از جلد لڑکی کے ڈیڈی سے ملنا چاہتا تھا!.... وہ کون تھا جس سے ملنے کے لئے یہاں اِس غیر مہذب بستی میں لمبے چوغے والے پادری آیا کرتے تھے اور اس کی بیٹی کو اُن سے وحشت ہوتی تھی!۔

اُس نے بوڑھی عورت کی طرف دیکھا! تو کیا یہ اس لڑکی کی ماں تھی؟

صفدر پوچھ نہ سکا!.... وہ اتنی جلدی معلومات میں اضافہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا! البتہ وہ اُن سے اِس بستی کے متعلق گفتگو کرتا رہا!

لڑکی بے حد خوش نظر آ رہی تھی! لیکن بوڑھی عورت کے متعلق صفدر کا خیال تھا کہ وہ بہت محتاط ہو کر گفتگو کر رہی ہے!

چائے کے بعد لڑکی نے کہا!.... "چلو میں تمہیں ڈیڈی کے پاس لے چلوں!...."

اِس مختصر سی عمارت میں کئی چھوٹے چھوٹے کمرے تھے!۔ اور جو سب سے بڑا تھا اُس میں چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں نظر آ رہی تھیں! اور وہاں صفدر کو ایک عجیب الخلقت آدمی دکھائی دیا جو ایک موٹی سی کتاب پر جھکا ہوا تھا!

یہ پستہ قد اور گٹھیلے جسم کا آدمی تھا! کھوپڑی صاف تھی! لیکن صفدر کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس صفائی میں دست قدرت کا دخل نہیں تھا! بلکہ وہ کسی آدمی ہی کے استرے کی رہن منت تھی! گالوں پر گھنی ڈاڑھی تھی! لیکن مونچھیں بھی اُسترے کی دستبرد سے نہیں بچی تھیں! اس حلئے میں تو ٹخنوں سے اونچا پاجامہ ہی بہار دکھاتا تھا لیکن اِسے کیا کیا جائے کہ اُس کے جسم پر جدید ترین وضع کا ایک بیش قیمت سوٹ تھا! گلے میں ٹائی بھی تھی!.... اور بحیثیت مجموعی وہ کسی شریف آدمی کا کیری کیچر معلوم ہو رہا تھا۔ آہٹ پر اُس نے ایک پل کے لئے سر اٹھا کر اُن پر اُچٹتی ہوئی

نظر ڈالی اور پھر کتاب پر جھک گیا!

"ڈیڈی ہمیں بالآخر آدمی مل گیا!...." لڑکی نے خوش ہو کر کہا!

"بڑی دلچسپ اطلاع ہے!" ڈیڈی نے کتاب سے نظر ہٹائے بغیر کہا!" حالانکہ مجھے سالہا سال سے تلاش تھی لیکن ایک بھی نہ مل سکا!۔"

"یہ آپ کا ہاتھ بھی بٹائیں گے! کافی پڑھے لکھے آدمی ہیں! اب آپ اپنی لائبریری کے لئے متفکر نہیں رہ سکتے۔!"

اِس نے صفدر کو نیچے سے اوپر تک گھور کر دیکھا اور سر کی جنبش سے کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا!" بیٹھ جاؤ....! اور بے بی اب تم جاؤ۔"

لڑکی اُلٹے پیروں واپس گئی! صفدر بیٹھ چکا تھا!

"نام...." اس نے صفدر کو گھورتے ہوئے پوچھا!

"اوہارا....!"

"یہاں کب سے ہو....!"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے!...." صفدر نے کہا!" آپ کے پاس شائد اتنا وقت نہ ہو کہ آپ سن سکیں!"

"کہانیاں مجھے پسند ہیں! وقت نکال سکتا ہوں! مگر شرط یہ ہے کہ سچی کہانی نہ ہو!۔"

"میں نہیں سمجھا جناب!۔" صفدر نے حیرت سے کہا!

"سچی کہانیوں میں کوئی نئی بات نہیں ہوتی.... تم مقامی آدمی نہیں معلوم ہوتے.... کیونکہ مقامی آدمی تو کسی کی نوکری کرتے ہی نہیں!.... ظاہر ہے کہ باہر ہی سے آئے ہو گے! اور اِس آنے کے سلسلے میں وہی پرانی داستان سناؤ گے جو اِس سے پہلے بھی کئی آدمی سنا چکے ہیں!۔"

"میں نہیں جانتا کہ اُن لوگوں نے کونسی کہانی سنائی ہو گی....! صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں!

"کیا تم جواری ہو....!"

"نہیں....!" صفدر نے طویل سانس لی اور بولا!" میں نہیں سمجھ سکتا! ابھی یہی سوال آپ کی صاحبزادی نے بھی کیا تھا!۔"

"آہا.... تب تو تمہاری کہانی اس سے مختلف ہو گی! میں ضرور سنوں گا!" عجیب الخلقت آدمی نے کہا!

یک بیک کتابوں کی الماری کے پیچھے کوئی کتے کا پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا اور عجیب الخلقت آدمی اُچھل کر کھڑا ہو گیا!

"جاؤ دوست اوہارا.... پھر سنوں گا تمہاری کہانی!.... میرا بچہ جاگ گیا ہے.... جاؤ نکلو یہاں سے تمہیں دیکھ کر وہ ڈرے گا۔"

پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرتا رہا!۔ اور صفدر کمرے سے نکل آیا!۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کس پاگل خانے میں آپھنسا ہے! پتہ نہیں وہ ہوش میں آچکا ہے یا بیہوشی ہی کے عالم میں کوئی خواب دیکھ رہا ہے!۔



عمران کو بڑی اچھی نیند آئی تھی! لیکن اِسے کیا کرتا کہ سو نہ سکا! پتہ نہیں کس تکلیف کی بنا پر آنکھ کھل گئی تھی!.... تکلیف خواہ کچھ رہی ہو اُس کا احساس تو نہیں ہوا تھا لیکن سینے پر ٹکی ہوئی رائفل کی نال فوراً ہی نظر آگئی!۔

"تاہ.... فی.... خلفشار ہونڈری....!" عمران بڑبڑایا!.... وہ اتنا احمق نہیں تھا کہ اس موقع پر "ارے باپ رے" کا نعرہ لگا کر اپنی قومیت کا اعلان کر دیتا!

رائفل والے کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا!۔

عمران تھوڑی دیر تک اُسے گھورتا رہا پھر گرج کر بولا! "چہ گر فروش ڈگنڈا.... چھوٹی فراش فی اکدل۔!"

"چپ چاپ پڑے رہو!.... یا ایسی زبان بولو.... جو میری سمجھ میں آسکے!"

نقاب پوش نے انگریزی میں کہا!.... اور عمران نے پھر اپنی مادری و پدری زبانوں کا مجموعہ جھاڑ کر رکھ دیا!۔

"کیا بک رہے ہو!...." اِس بار نقاب پوش نے اردو میں کہا!

"تمیز سے گفتگو کرو! ہمارا مرتبہ پہچانو.... واہیات کہیں کے!...." عمران اردو میں دہاڑا۔

اور ٹھیک اسی وقت تینوں لڑکیاں کمرے میں داخل ہوئیں! اُن کے چہرے زرد تھے! اور وہ پتھر کی مورتیاں معلوم ہو رہی تھیں! اُن کے پیچھے بھی دو رائفل بردار نقاب پوش تھے!۔

پھر چوتھا نقاب پوش کمرے میں داخل ہوا.... یہ قد آور خالی ہاتھ تھا!۔

"کیوں؟.... یہی ہے.... انور چوہان!...." اُس نے گرج کر شالی سے پوچھا!

"ہاں!.... یہ انور چوہان ہیں! میرے شوہر!...." شالی مردہ سی آواز میں بولی اور عمران نے اپنے دیدے نچائے!

"تم جھوٹی ہو! دنیا کو دھوکا دے رہی ہو!...." نقاب پوش گرجا۔

"تم لوگ کمینے ہو! مجھے میرے حق سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہو!...." شالی نے دفعتاً غصیلے لہجے میں کہا!" میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے!.... تم لوگ یہ سمجھو کہ میں اکیلی ہوں! اگر خون خرابے کی ضرورت پیش آئی تو وہ بھی ہو جائے گا!۔"

"یہ انور چوہان نہیں ہے!.... کیوں تم انور چوہان ہو!...." عمران سے پوچھا گیا وقتی طور پر عمران کی سمجھ میں نہ آسکا کہ اُس کا جواب نفی میں ہونا چاہئے یا اثبات میں....!"

"ہاں یہ انور چوہان ہیں!۔" تینوں لڑکیاں بیک وقت بولیں اور ایسی بے بسی سے عمران کی طرف دیکھنے لگیں کہ اُس نے بھی خود کو انور چوہان ہی بنا ڈالنے کا تہیہ کر ڈالا!

"تم جواب دو! ورنہ گولی مار دی جائے گی۔!" نقاب پوش نے عمران سے کہا

"ہاں! ہمارا نام انور چوہان ہے۔!" اُس نے کہا اور لڑکیوں کے چہرے کھل اُٹھے!

اور شالی فوراً ہی بولی!" انہوں نے اپنی ڈاڑھی اور مونچھیں صاف کر دی ہیں!"

"ہاں ہمیں.... وہ جنگل گراں گزرتا تھا!۔" عمران نے کہا!۔

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا دیر تک ہنستا رہا! پھر اپنے ساتھیوں سے بولا" چلو دوستو آج یہ کانٹا بھی نکل گیا!.... انور چوہان کو باندھ لو....!"

"نہیں!.... یہ نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔" شالی چیخنے لگی اور قد آور نقاب پوش نے اُس کا منہ دبا لیا۔ دوسری طرف رائفل والا نقاب پوش عمران سے اٹھنے کو کہہ رہا تھا۔ عمران اٹھا

اور ایک طرف کھڑا ہو کر کانپنے لگا۔

"اے.... تت تم.... یہ مم.... مت سمجھنا کہ ہم ڈر گئے ہیں۔" وہ کانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "ہمیں سس.... سردی.... لل.... لگ رہی ہے۔"

وہ سب ہنسنے لگے.... لڑکیوں کے مُنہ فق تھے.... لیکن یہ کیفیت دیر تک نہ رہ سکی۔ رائفل والا نقاب پوش جو غالباً مطمئن تھا رائفل رکھ کر رسی سنبھالنے لگا تھا۔ اچانک عمران کا شکار ہو گیا۔ اُس نے اُسے سر سے بلند کر کے قد آور نقاب پوش پر کھینچ مارا۔ بس پھر شور ہونے لگا۔ عجیب سی افراتفری مچ گئی۔ لڑکیاں سہم کر مختلف گوشوں میں جا دبکیں اور کمرہ میدان جنگ بن گیا۔ نقاب پوشوں میں سے ایک تو فرش ہی پر ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور تین عمران پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن ان کی کوشش تھی کہ عمران کو بے بس کر دیں مگر وہ ایک بار سے زیادہ اُسے ہاتھ نہیں لگا سکے تھے۔ وہ اس طرح چھلانگیں لگا لگا کر ان کی مرمت کر رہا تھا کہ اُس پر نظر ٹھہرانا بھی محال تھا۔ اُس کی کوشش تھی کہ وہ رائفلوں پر ہاتھ نہ ڈال سکیں۔ ایک رائفل تو ایک بار کی ٹھوکر سے کمرے کے باہر جا ہی چکی تھی مگر شائد اُن تینوں کو بھی رائفلوں کی پرواہ نہیں تھی وہ اُسے بے بس کر کے شائد باندھ ہی لینا چاہتے تھے۔

"پکڑو! گدھو! کیوں اُونگھ رہے ہو۔" قد آور نقاب پوش نے اپنے ساتھیوں کو للکارا۔ اتنے میں عمارت میں کئی گھنٹیاں چیخنے لگیں۔

اور نقاب پوش نے چیخ کر کہا بھاگو۔ چوتھا جو اب سنبھل کر فرش پر بیٹھ گیا تھا سب سے پہلے نکل کر بھاگا اور وہ سب اتنی تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹے کہ عمران ٹھٹک کر رہ گیا وہ یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اُن میں سے کسی کو پکڑے یا جانے دے۔

لیکن پھر وہ بھی اُن کے پیچھے دوڑ گیا۔ گھنٹیاں برابر بج رہی تھیں اور ساتھ ہی عمران پرنس پرنس کی چیخیں بھی سُن رہا تھا۔ یہ تینوں لڑکیوں کی آوازیں تھیں۔ وہ شائد نہیں چاہتی تھیں کہ عمران اُن کے تعاقب کا خطرہ مول لے۔

تھوڑی دیر بعد وہ بڑے کمرے میں اکٹھے ہوئے۔ حملہ آور اپنی تینوں رائفلیں چھوڑ گئے تھے۔ عمران اُن میں سے ایک کو بھی نہیں پکڑ سکا تھا۔ اُس کی سمجھ ہی میں نہیں آسکا تھا کہ دو کمروں میں گذرنے کے بعد وہ فضا میں پرواز کر گئے تھے یا انہیں زمین نگل گئی تھی۔

تینوں مسلح پہرے دار سر جھکائے کھڑے تھے اور شالی اُن پر برس رہی تھی۔

"ہمیں دھوکے سے کچھ پلایا گیا تھا۔ بیگم صاحب!" ایک پہرہ دار بولا۔ "ورنہ ہم کبھی ڈیوٹی نہیں سوئے یقین کیجئے۔"

"تم نے کیا پیا تھا۔"

"اندر سے کافی آئی تھی۔"

"وہ تو روز ہی جاتی ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ آج اُس میں کچھ نہ کچھ ضرور تھا کیونکہ پیالی ختم کرتے ہی ہمارے سر چکرانے لگے تھے۔ یقین کیجئے ہم نے ایک دوسرے سے اس کی شکایت بھی کی تھی۔ پھر ہمیں یاد نہیں کہ ہم کس کس حالت میں کہاں کہاں پڑے رہے تھے۔ پھر جب آنکھ کھلی تو اندر شور سُنا۔ اندر پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ گھنٹیاں بجائیں لیکن دروازہ نہ کھلا۔"

عمران جو بہت غور سے اُس کی بات سُن رہا تھا دفعتاً ہاتھ ہلا کر بولا۔ "دفع ہو جاؤ۔ جاؤ.... ہوشیار رہو۔ آئندہ ایسا نہ ہونا چاہئے۔"

پہرے دار سلام کر کے رخصت ہو گئے.... اَب اُن تین خانگی ملازموں کی فکر ہوئی جو عمارت ہی میں سوتے تھے وہ اپنے کمروں میں بیہوش پائے گئے اور کسی طرح بھی ہوش میں نہ آسکے۔ عمران نے ڈاکٹر کو طلب کرنے کی تجویز پیش کی لیکن شالی نے کہا کہ وہ اس کہانی کو باہر نہیں جانے دینا چاہتی۔ عمران خاموش ہو گیا.... ویسے اب اُس کی تشویش بڑھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی کافی کی ٹرے لائی۔

اور اَب وہ دونوں بھی اُن کے ساتھ ہی میز پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت عمران نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ شالی ویسے بھی اُسے پہلے ہی بتا چکی تھی۔ وہ اُس کی ملازمائیں ضرور ہیں لیکن وہ انہیں سہیلیوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہے۔

"اب ہمیں بتاؤ کہ یہ کیا قصہ تھا۔" عمران نے کافی کے دو تین گھونٹ لینے کے بعد کہا۔ "حیرت کے مارے ہماری آنکھیں نکلی پڑ رہی ہیں کہ تم نے نہ صرف ہمارا نام بدل دیا تھا.... بلکہ...."

اُس نے دانتوں میں انگلی دبا کر سر جھکا لیا اور شرم سے کان کی لویں تک سرخ ہو گئیں۔

لڑکیاں جو ابھی تک سہمی ہوئی تھیں۔ اِس شرماہٹ پر کسی طرح بھی اپنے قہقہے نہ روک سکیں اور شالی کی سنجیدگی میں جھلاہٹ اور شرمندگی کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔

عمران بدستور سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر ایک لڑکی نے اس کی مشکل آسان کر دی۔

"جی ہاں پرنس..... نہ صرف آپ کا نام بدل گیا بلکہ آپ ان کے شوہر بھی ہو گئے۔"

"بس بس! اب ہم کچھ سننا نہیں چاہتے۔" عمران بگڑ گیا۔

"پرنس خدا کے لئے..... خفا نہ ہوئیے۔" شالی اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر گھگھیائی۔

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم لوگ چاہتی کیا ہو۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم پاگل نہ ہو جائیں۔"

میں ایک مظلوم اور ستم رسیدہ لڑکی ہوں پرنس۔ کیا آپ ہماری مدد نہیں کریں گے۔" شالی نے روہانسی ہو کر کہا۔

"ہماری سمجھ میں کچھ آتا ہی نہیں۔ ہم مدد کیا کریں گے۔"

"بس آپ محترمہ شالی کے شوہر بن جایئے" ایک لڑکی نے کہا اور عمران پھر کسی شرمیلی لڑکی کی طرح بدک گیا۔

"بھئی..... خدا کے لئے تم دونوں خاموش رہو۔" شالی نے کہا۔ "میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ اس کا تذکرہ تو اس وقت ہوا ہے کہ میرا شوہر کتنے خطرات میں گھر جائے گا۔ انور چوہان کی زندگی ہر وقت خطرے میں ہو گی۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ وہ پرنس کو پکڑ لے جانا چاہتے تھے۔"

"اور وہ ہمیں پکڑ لے گئے!" عمران نے بُرا مان کر غصیلے لہجے میں کہا۔ "محترمہ شالی ہم ہر قسم کے خطرات میں پڑنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ اس وقت ہماری بڑی توہین ہوئی ہے۔ غضب خدا کا..... کسی میں اتنی جرأت ہو کہ وہ تھری ناٹ تھری جنگ بہادر کو باندھ کر لے جانے کی کوشش کرے۔"

"واقعی پرنس! میں تو آپ کی جنگ کا نقشہ دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ اگر وہ بھاگ نہ جاتے تو شائد آپ اُن چاروں کو مار ہی ڈالتے۔ اتنا طاقتور آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا جو کسی آدمی کو سر سے اونچا اٹھا کر پٹخ دے۔" شالی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"واہ ہم نے تو بہت دیکھے ہیں ایسے آدمی۔" وہ شمعون دولالہ.... اُف فوہ.... وہ تو بڑی بڑی عمارتیں گرادیا کرتا تھا۔"

"شمعون دولالہ!" لڑکی نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"ارے ہاں.... وہ سینما میں ہوتا ہے نا.... اُس کا نام کچھ اور تھا ہم نے اُس کا عربی میں ترجمہ کر لیا ہے۔ وہ تھا نہیں.... جس کی قوت بالوں میں تھی۔ سر مونڈ دیا گیا تھا تو بالکل بھینس ہو کر رہ گیا تھا۔ ہمیں یقین نہیں آیا تھا لیکن پھر یقین آگیا تھا۔"

"اچھا میں سمجھی آپ شائد سمسن اینڈ ڈی لائلہ کی بات کر رہے ہیں مگر آپ کو کیسے یقین آیا تھا۔ مجھے تو اب تک یقین نہیں آیا۔"

"نہیں بالوں میں ہوتی ہے قوت۔ کسی نہ کسی قسم کی قوت ضرور ہوتی ہے وہ اُسے کیا کہتے ہیں اُردو میں جو گیت بناتا ہے۔ ہماری زبان میں تو بکڈم کہلاتا ہے۔"

"گیت بناتا ہے۔" لڑکی سوچتی ہوئی بولی.... "پوئٹ.... اوہاں شاعر.... اُردو میں شاعر کہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہمیں یاد نہیں تھا۔ ویسے ہم یہ لفظ سینکڑوں بار پڑھ چکے ہیں۔ ہماری ریاست میں بھی بہت سارے شاعر ہیں جو بے تحاشہ بال بڑھاتے ہیں۔ ہم یہ سینما شمعون دلالہ دیکھ کر واپس گئے تھے اور بالوں کی اُلجھن میں گرفتار تھے چاہتے تھے کہ اس کا تجربہ کریں۔ بس ایک دن ایک مجلس میں ایک شاعر کو پکڑوا کر اس کے بال کٹوادیئے۔ اُس دن سے جو اُسے چپ لگی ہے تو آج تک لگی ہوئی ہے اُس نے گھر سے نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ تب سے ہم بالوں کی قوت کے قائل ہوگئے ہیں۔"

"ارے ہاں! وہ تو ہم بھی بھولے جارہے تھے۔ ہاں.... یہ کیا قصہ تھا۔ اُن نامعلوم آدمیوں نے ہماری عزت کو للکارا ہے۔ اب ہم دیکھیں گے۔ کیا تم اِس کے بارے میں کچھ جانتی ہو۔"

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ کچھ لوگ میرے دشمن ہیں مجھے میرے حق سے محروم کرکے خود ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بہت بڑی دولت جس کی وارث صرف میں ہوں۔"

"مگر یہ انور چوہان کیا بلا ہے"۔

"پرنس یہ ایک لمبی کہانی ہے جو بعض اوقات خود مجھے ایسی معلوم ہونے لگتی ہے جیسے کسی

ناول نویس کی کہانی ہو۔ خود مجھے بھی یقین نہیں آتا کہ یہ کہانی سچی ہوگی۔ لیکن یہ کہانی بہر حال سچی ہے۔ یہ دو یتیم لڑکوں کی کہانی ہے جو آج سے ساٹھ سال پہلے دنیا کی مشکلات کے خلاف جنگ کرنے نکلے تھے۔"

"یہ یتیم لڑکے!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور خواہ مخواہ آبدیدہ ہو گیا۔

"کیوں پرنس؟"

"لفظ یتیم پر ہم اپنی یتیمی کے امکانات پر غور کرنے لگتے ہیں اور ہمارا دل بھر آتا ہے۔" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا۔

لڑکیاں منہ پھیر کر مسکرانے لگیں لیکن شالی کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہ آیا۔

"اے.... یہاں چیونگم نہیں ملے گی کیا۔" عمران نے یک بیک چونک کر کہا۔

"چیونگم کے بغیر ہم خود کو بالکل الّو محسوس کرنے لگتے ہیں۔"

شالی نے لڑکیوں کی طرف دیکھا اور اُن میں سے ایک نے کہا۔ "چیونگم میں مہیا کر سکوں گی سرکار لیکن قیمت بہت زیادہ ہوگی۔"

"ہم انعامات کی بارش کر دینے کے عادی ہیں۔" عمران نے شانِ بے نیازی سے کہا۔

لڑکی چلی گئی اور شالی نے کہانی جاری رکھی۔ "یہ دونوں لڑکے ایک ہی بستی کے رہنے والے اور گہرے دوست تھے۔ اعزہ نے اُن پر مظالم کے پہاڑ توڑے تھے اور دونوں کے حالات یکساں تھے۔ وہ دونوں دنیا سے لڑنے نکلے تھے۔ ٹھوکریں کھاتے ہوئے افریقہ کے ایک جزیرے میں جا پہنچے جو ایک انگریز کی ملکیت تھا۔ دونوں نے وہاں مزدوروں کی سی زندگی شروع کی لیکن تین یا چار سال کے اندر ہی اندر جزیرے کے مالک کی آنکھوں کے تارے بن گئے ایک بار انہوں نے چند جنگلی درندوں سے اس کی جان بھی بچائی تھی۔ انگریز لاولد تھا۔ ان دونوں کو اپنے بیٹوں کی طرح رکھنے لگا۔ بوڑھی عورت بھی انہیں بیٹوں ہی کی طرح سمجھتی تھی۔ بوڑھی عورت کا نام شالی تھا۔ وہ دونوں وہیں رہے اور انگریز کی وصیت کے مطابق اُس کے بعد دونوں ہی اُس جزیرے کے مالک بنے اور اُن دونوں نے تہیہ کیا کہ اُن کی دولت اور جائیداد ہمیشہ نسلاً بعد نسلاً مشترکہ ہی رہے گی۔ قانونی طور اُس کے حصے بخرے نہ ہو سکیں گے۔ پھر وہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنے وطن میں دوبارہ واپس آئے۔ اب وہی اعزہ جو انہیں ٹھوکریں مارتے تھے۔ اُن کے قدموں میں بچھنے

لگے۔ لیکن انہیں تو اُن سے انتقام لینا تھا۔ اُن کے لئے بستی کے معززین کی لڑکیوں کے رشتے آنے لگے۔ لیکن انہوں نے بستی سے دو خوش شکل چماریاں منتخب کیں اور اُن سے شادی کر لی۔ گویا بستی کے معززین پر تھوک دیا۔ بستی میں دونوں چماریوں کے لئے دو شاندار محل تعمیر کئے گئے اور وہ ان میں رہنے لگیں اور وہ دونوں پھر افریقہ واپس چلے گئے۔ یہاں میری اور انور کی پیدائش ہوئی۔ انور تھوڑا بڑا ہوا تو اس کا باپ اسے اپنے ساتھ لے گیا لیکن میرا باپ میرے لڑکی ہونے کی وجہ سے اُداس تھا۔ بہر حال میں یہیں رہی۔ میرا نام اُس نے شالی تجویز کیا تھا۔ تاکہ اس بوڑھی انگریز عورت کی یاد تازہ رہے جس نے اُسے بیٹوں کی طرح رکھا تھا۔ میرے اور انور کے باپ نے طے کیا کہ میری اور انور کی شادی ہونی چاہئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک وصیت مُرتب کی جس کے مطابق ہم اُس صورت میں مشترکہ طور پر اُس دولت تجارت یا جائیداد کے مالک بن سکتے جب ہم سنِ بلوغ کو پہنچنے پر آپس میں شادی کر لیتے۔ اگر ہم میں سے کوئی اِس شادی کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اِس وراثت سے محروم ہو جائے گا اور یہ دولت کلی طور پر کسی ایک کے حصے میں آجائیگی۔ ہماری صغیر سِنی ہی میں ہمارے والدین انتقال کر گئے۔ انور چوہان اپنے باپ کے پاس تھا اُس نے اُسے ایک انگریز عورت کی نگرانی میں دے دیا تھا۔ یہاں ایک ٹرسٹ کے تحت میری پرورش و پرداخت ہوتی رہی۔ پچھلے سال مجھے انور چوہان کا ایک خط ملا جس میں اُس نے لکھا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنے سے معذور ہے۔ اُسے ایک اسپینی لڑکی سے محبت ہو گئی ہے اور وہ اُسے اپنے ساتھ جنوبی امریکہ لے جا رہا ہے جہاں اُس لڑکی کے باپ کے کئی فارم ہیں اور اب وہ ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو رہا ہے اور وصیت کے مطابق اَب میں ہی ساری دولت تجارت اور جائیداد کی مالک ہوں۔ اُس نے لکھا تھا کہ اُس کی حیثیت قانونی طور پر ایک مُردہ آدمی کی سی ہو گی۔ کیونکہ وہ اپنی موجودہ شہریت منسوخ کرا کے جنوبی امریکہ کی شہریت اختیار کر لے گا.... انور چوہان نے اپنی ایک تصویر بھی بھیجی تھی۔ تصویر دیکھ کر میں نے سوچا چلو جان چھوٹی کیونکہ وہ ڈاڑھی والا تھا اور ڈاڑھی سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔"

"لیکن تمہارے یہ دشمن کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ انور چوہان کے والد کے مقامی اعزہ ہوں گے۔ میں نے انور چوہان کا یہ خط اپنے وکیل کو دکھایا تھا۔ اُس نے کہا کہ انور چوہان کے بعد اُس کے باپ

کے قریبی اعزہ اِس دولت کے حصہ دار ہو سکتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہیں کے قوانین کے مطابق ارثت کا تعین ہو سکے گا اور وہ وصیت نامہ کالعدم قرار دے دیا جائے گا۔ جو افریقہ کے اُس جزیرے میں مرتب کیا گیا تھا لیکن انور چوہان کی موجودگی میں اُس کے اَعزہ کی ملکیت کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکے گا۔ میں بے ایمان نہیں ہوں پرنس لیکن میں نہیں چاہتی کہ ان باہمت اور عالی مقام لوگوں کی محبت سے پیدا کی ہوئی دولت میں سے اُن حرام خوروں کو بھی حصہ ملے جنہوں نے اُن دونوں یتیم لڑکوں کو بد گوشت کی طرح کاٹ پھینکا تھا۔"

"پھر تمہارا وکیل کیا کہتا ہے۔"

"وہ کہتا ہے کہ انور چوہان کو یہاں کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ ڈاڑھی رکھتا ہے کسی نے آج تک اُس کی تصویر بھی نہیں دیکھی کیوں نہ ایک انور چوہان پیدا کیا جائے۔ اس طرح پوری ملکیت میری ہو گی اور مجھے حق ہو گا کہ میں انور چوہان کا حصہ اُسے جنوبی امریکہ میں بھجوا سکوں۔ میں یہاں حرامخور حصے دار پیدا کرنے سے بہتر یہی سمجھتی ہوں کہ تھوڑا سا فراڈ کر کے انور چوہان کو اُس کا حصہ ہر حال میں پہنچایا جائے.... میرا وکیل بھی اس سے متفق ہے لیکن میرے نامعلوم دشمن انور چوہان کو مردہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں تاکہ جائیداد اور ملکیت میں حصہ لگا سکیں۔"

"اوہ.... ہم سمجھ گئے۔" عمران نے معنی خیز انداز میں آنکھیں نکال کر قہقہہ لگایا۔ "بالکل سمجھ گئے! ہمیں انور چوہان بننا ہے۔ ہم بن سکیں گے اور بڑے مزے میں بن سکیں گے۔ تین سال گذرے ہم شکار کی غرض سے افریقہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے ایک جانور پکڑ لائے تھے جس کا ترجمہ ہم نے عربی میں یوسف کیا ہے ویسے اُس کا نام جوزف ہے۔ وہ بھی یہیں ہمارے ساتھ رانا پیلس میں مقیم ہے.... مگر۔ ایک بہت بڑی دشواری.... اُس کی وجہ سے ہم پہچان لئے جائیں گے۔ کاش اُس کی شکل بدل جاتی مگر یہ ناممکن ہے۔"

"یہ ممکن ہے پرنس۔" کسی طرف سے بھاری مردانہ آواز آئی اور وہ سب چونک پڑے۔

دوسرے ہی لمحے وکیل داراب کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔ "میں اپنی بے وقت آمد پر معافی چاہتا ہوں۔ مگر مجھے ابھی کسی قسم کے ہنگامے کی اطلاع ملی تھی۔ پہرے داروں سے میں نے کہہ رکھا ہے کہ مجھے ہر وقت محترمہ شالی کی خیریت معلوم ہونی چاہئے۔ اُن میں سے ایک نے ابھی

میرے پاس پہنچا تھا۔ میں اس کے لئے بھی معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ لوگوں کی گفتگو کا کچھ حصہ سن لیا ہے۔ اور میں محترمہ شالی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ پرنس اُن کی مدد کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ پرنس شاہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اُن کی رگوں میں دلیر اجداد کا خون جوش مار رہا ہے اور محترمہ شالی کی داستانِ غم سن کر ان کی رگ شجاعت پھڑک اٹھی ہے۔ وہ محترمہ شالی کی مدد ضرور کریں گے۔ میں مطمئن ہوں۔"

"ہم تمہاری اِس با موقع تقریر سے خوش ہوئے وکیل صاحب۔ اُن نامعلوم نقاب پوشوں نے ہماری بڑی توہین کی ہے۔ اس لئے ہم اُن سے ضرور نپٹیں گے اور اس کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہم انور چوہان بن جائیں.... بیٹھو وکیل بیٹھو۔ تم کھڑے کیوں ہو۔"

اتنے میں لڑکی چیونگم کے پیکٹ لائی۔ عمران نے ایک وکیل کو بھی پیش کیا جو شکریئے کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔

"ہاں آپ ابھی کسی افریقی آدمی جوزف کی بات کر رہے تھے۔ اُس کی شکل تبدیل کرنے کا مسئلہ تھا۔ وہ ہو سکتا ہے۔ اُس کی شکل تبدیل ہو جائے گی لیکن کیا وہ ایسا ہی معتبر آدمی ہے کہ آپ کی اسٹیٹ کو ان حالات سے باخبر نہ کرے۔"

"اوہ بالکل! میں اپنے آدمیوں میں سے صرف اُسی پر اعتماد کر سکتا ہوں۔ وہ ہمارا راز قبر ہی میں لے جائے گا۔ اُس سے ہم ٹوٹی پھوٹی عربی میں گفتگو کر سکتے ہیں مگر وہ انگریزی بھی بول سکتا ہے جو ہماری سمجھ میں کبھی نہ آئے گی۔ ہم انگریزی کے سینما دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کاش ہم انہیں سمجھ بھی سکتے۔ شمعون اور دلالہ کی گفتگو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کر سکتے۔ وہ کھیل ہمیں بہت پسند ہے۔"

"اچھا پرنس!" وکیل نے کہا۔ "اگر آپ کی شکل میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے تو کیسی رہے گی۔"

"بہت عمدہ!" عمران اِس طرح اچھلا کہ کرسی اُلٹ گئی۔ "بہت عمدہ۔ تب پھر ہم بالکل محفوظ ہو جائیں گے۔ مگر ہماری صورت تبدیل کیسے ہو گی۔"

"بہت آسانی سے ہو جائے گی۔ صرف آپ کی ناک تھوڑی سی اوپر اٹھانی پڑے گی۔ گو انور چوہان کی تصویر دھندلی ہے لیکن ڈاڑھی کے ساتھ ناک بھی نمایاں ہے۔ بس ویسی ہی ناک بلند

جائے گی۔

"مگر ہم ڈاڑھی نہیں اگائیں گے۔" عمران بوکھلا کر بولا۔

"مت اگائیے۔ ضرورت ہی نہیں ہے۔ آپ نے ڈاڑھی صاف کرادی ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ انور چوہان ہمیشہ ڈاڑھی رکھے۔ محترمہ شالی کو ڈاڑھی پسند نہیں تھی اس لئے صاف کرا دی گئی۔ کیوں!"

وکیل صاحب نے مکارانہ انداز میں اپنی بائیں آنکھ دبائی۔ شکل ہی سے وہ کوئی فلمی ولین معلوم ہوتا تھا۔



لڑکی کا نام لزی تھا.... اُس نے صفدر کو بتایا کہ اُس کے ڈیڈی کو کتے کے پلوں سے عشق ہے اور لائبریری میں بھی دو چار پڑے رہتے ہیں۔ لزی کے بیان کے مطابق پروفیسر بوغا جو نسلاً ترک تھا۔ صفدر کو خبطی ہی معلوم ہوا۔ وہ سردیوں میں کتے کے پلے پالتا تھا اور گرمیوں میں بندر کے بچے۔ جیسے ہی وہ بڑے ہوتے انہیں گھر سے نکال دیتا یا سمندر میں غرق کر دیتا۔

خبطی پروفیسر بوغا نے ابھی اس کی کہانی نہیں سُنی تھی۔ شام ہوگئی اور صفدر وہیں رہا۔ پتہ نہیں لزی نے اُس کے لئے اچھے کپڑے کہاں سے مہیا کئے تھے بہر حال اب صفدر کے جسم پر ماہی گیروں کا لباس نہیں تھا۔

لزی اُس پر بہت زیادہ مہربان تھی۔ بوڑھی عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ لزی کی رشتے کی ایک خالہ ہے۔ لزی کا باپ ترک تھا اور ماں سائپرلیس کی رہنے والی تھی۔ اُس نے صفدر کو بتایا کہ پروفیسر کو حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا ہے اور دارالحکومت کے متمول عیسائی بھی اُس کی مدد کرتے ہیں۔ اِس طرح اُن کا خرچ اچھی طرح چل جاتا ہے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی جزیرے کے لوگ اتنے تنگ نظر ہیں کہ جزیرے کی حدود سے قدم نکالنا بہت بڑی بدشگونی سمجھتے ہیں۔ اُن کا پیشہ ماہی گیری ہے۔ وہ دن بھر مچھلیاں پکڑتے ہیں جو شام کو شہر سے آئے ہوئے سٹیمروں کے ذریعہ کہیں اور لے جائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ اسٹیمر والے یہاں سے کسی کو لے نہیں جا سکتا۔ لوگوں سے انہیں باقاعدہ معاہدہ کرنا پڑا ہے کہ وہ یہاں سے کسی کو کبھی نہیں لے

جائیں گے۔ خواہ کوئی خواہش ہی کیوں نہ ظاہر کرے۔ صرف میرے ڈیڈی سے ملنے کے لئے اکثر لوگ آتے ہیں اور وہی واپس جاتے ہیں۔ اُن میں اور مقامی لوگوں میں بڑا فرق ہوتا ہے اور وہ بہ آسانی پہچانے جاسکتے ہیں۔

شام کو لزی نے صفدر کے ساتھ ٹہلنے کی تجویز پیش کی۔ وہ بڑی سیدھی سادی لڑکی ثابت ہوئی تھی۔ اپنے ڈیڈی کے لئے بہت متفکر رہتی۔

وہ ٹہلتے ہوئے ساحل پر آئے۔ سورج سُرخ رنگ کے کسی بہت بڑے طشت سے مشابہ نظر آرہا تھا۔ وہ ریت پر بیٹھ گئے۔ لزی نے اپنے سینڈل اُتار کر خوبصورت سے پیر ریت میں گاڑتے ہوئے کہا۔ "ٹھنڈی ریت کتنی اچھی لگتی ہے۔ سُنا ہے کہ آج کل شہر میں بڑی سخت سردی پڑ رہی ہوگی۔ لوگ اس وقت گھروں سے نکلنا بھی پسند نہ کرتے ہوں گے.... مگر دیکھو! یہاں کتنا اچھا موسم ہے۔ ہم ہلکے کپڑوں میں ہیں اوہار ا میں اکثر سوچتی ہوں کہ شہر کیسا ہوگا۔"

"آپ کبھی شہر نہیں گئیں۔"

"کیسے جاتی۔ یہاں سے کوئی جانے ہی نہیں پاتا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی اِس جزیرے سے باہر نکلی ہوں۔ میری خالہ کہتی ہیں کہ جب میں صرف ڈھائی سال کی تھی تب ڈیڈی نے یہاں کی سکونت اختیار کی تھی۔ میرے ڈیڈی عجیب آدمی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے آدمیوں سے نفرت ہے۔ میں پادریوں کو بھی بڑی بے دلی سے برداشت کرتا ہوں۔"

"بڑے عجیب ہیں آپ کے ڈیڈی۔"

"وہ کتے کے پلوں اور بندر کے بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ مجھے اتنا پیار نہیں کرتے مگر مجھے اُن سے بہت محبت ہے۔ میں اُن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی وہ مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں اکثر مارنے کے لئے بھی دوڑتے ہیں لیکن مجھے بُرا نہیں لگتا۔ وہ میرے ڈیڈی ہیں نا.... خالہ کہتی ہیں کہ میں صرف ایک سال کی تھی تب میری ماں مر گئی تھیں۔ ڈیڈی نے بڑی تکلیف اٹھا کر میری پرورش کی ہے اور انہوں نے دوسری شادی نہیں کی مگر اب وہ مجھے پیار کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے کبھی ہنس کر مجھ سے گفتگو نہیں کی۔ لیکن میں اُن کے لئے بہت پریشان ہوں۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ پاگل نہ ہوگئے ہوں۔ اب تم یہی دیکھو.... خالہ کہتی ہیں کہ کوئی بھی صحیح الدماغ آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جیسے ڈیڈی ہیں۔ ایک دن وہ سو رہے تھے۔ مجھے کسی کی بات پر اتنے زور سے ہنسی آئی

کہ وہ جاگ پڑے۔ بہت خفا ہوئے مجھے مارنے کو دوڑے تھے لیکن کتے کے پلے اور بندروں کے بچے اُن کی خوابگاہ میں اُن کے ساتھ سوتے ہیں۔ رات میں اکثر وہ دو تین بجے چیخنے لگتے ہیں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ ڈیڈی اٹھ گئے ہیں۔ کمرے میں چل پھر رہے ہیں۔ پھر وہ شائد انہیں کچھ کھانے کو دیتے ہیں اور وہ چپ ہو جاتے ہیں۔ اُن پر نہیں خفا ہوتے۔ انہیں مارنے کو نہیں دوڑتے۔ تم مجھے بتاؤ.... کیا تمہارے دل سے بھی ایسا ہو سکے گا کہ تم اپنے بچوں پر پلوں اور بندروں کے بچوں کو ترجیح دو۔"

"ہرگز نہیں مسی۔"

"میرے ڈیڈی کیسے آدمی ہیں؟"

"اب میں کیا بتاؤں۔ میری نظروں سے بھی ایسا باپ آج تک نہیں گذرا۔"

"تمہارے والدین زندہ ہیں!"

"نہیں۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔ "میں اس دنیا میں اکیلا ہوں۔"

"اب تو نہیں ہو۔" لزی نے بڑے خلوص سے کہا۔ "تم چاہو تو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہ سکتے ہو۔ ڈیڈی نے تمہیں ناپسند نہیں کیا ورنہ اب تک نکال چکے ہوتے۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں مسی۔ آپ میرا بڑا خیال رکھتی ہیں۔"

"ڈیڈی بھی خیال رکھیں گے۔ تمہیں اُن سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ وہ زیادہ غصہ ور بھی نہیں ہیں۔ زیادہ بولتے چالتے بھی نہیں۔ اب یہ کپڑے انہوں نے خود ہی منگوا کر دیئے ہیں تمہارے لئے...."

"میں اُن کا بھی شکرگذار ہوں مسی لیکن کیا اب میں کبھی یہاں سے نہ جا سکوں گا۔"

"جب تمہارا اس دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں تو جا کر کیا کرو گے۔"

"آپ یہ بھی ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں۔" صفدر نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا تم مغموم ہو۔" لزی نے بھولے پن سے پوچھا۔

"نہیں مسی۔ میں خوش ہوں۔" صفدر مسکرایا۔ "مجھے کچھ ہمدرد مل گئے ہیں۔"

صفدر خاموش ہو کر سوچنے لگا کہ یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہو گی۔ ویسے وہ یہ بھی دیکھنا تا تھا کہ آخر وہ یہاں کیوں لا پھینکا گیا ہے۔ دفعتاً لزی ایک طرف مڑ کر بولی "یہ مردود ادھ

کیوں آرہا ہے۔"

صفدر نے بھی اُدھر ہی دیکھا۔ ایک آدمی تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اُن کی طرف آرہا تھا۔

یہ ایک نوجوان اور صحت مند آدمی تھا۔ جسم پر قمیض اور پتلون تھی۔ وہ بہت بے تکلفی سے ان کے پاس بیٹھ گیا اور لڑی سے غلط سلط انگریزی میں بولا۔ "آج کی شام اچھی ہے مس بوغا۔"

"ہاں ہے تو....." اُس نے بے دلی سے جواب دیا۔

اَب اس نے صفدر پر تضحیک آمیز نظر ڈالی ایک طرف پچ سے تھوک کر بولا۔ "یہ تو کوئی اجنبی معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں۔"

"جواری۔"

"ہوسکتا ہے۔ یہ ہمارے گھر کا کام کریں گے۔" لڑی نے کہا

"یہ کیسے ممکن ہے۔ مس بوغا۔ اِن لوگوں کی دیکھ بھال تو میرے پاپا کے علاوہ اور کوئی نہیں کرتا۔ یہاں کس میں ہمت ہے کہ ایسے آدمیوں پر ہاتھ ڈال سکے۔"

"دیکھو مٹو..... تم اِس قسم کی باتیں مجھ سے نہیں کر سکتے۔ مانا کہ میرے ڈیڈی یہاں کے امیر آدمی نہیں ہیں لیکن تم اُن کے مقابلے میں نہیں آسکو گے کیونکہ ڈیڈی ہی نے تمہیں پڑھا لکھا کر آدمی بنایا ہے۔ وہ تمہارے اُستاد ہیں۔"

"آپ غلط سمجھیں مسّی۔" مٹو نے بے ڈھنگے پن سے ہنس کر کہا۔ "آپ کی بات اور ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ نے اِسے نہ لیا ہوتا تو اچھا تھا۔ آج کل ہماری کشتیوں پر آدمیوں کی ضرورت ہے۔ پاپا نے اِس لئے مجھے بھیجا تھا کہ اگر آپ اسے ہمیں دے سکیں تو اچھا ہے۔ پروفیسر صاحب سے تو بات کرنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔"

"نہیں۔ یہ ہمارے ہی ساتھ رہیں گے۔"

"آپ کی مرضی مسّی۔ آپ کا کہنا کیسے ٹالا جاسکتا ہے۔ کیا آج آپ کوئی گیت نہیں سنائیں گی۔ بچپن میں پروفیسر نے ہمیں اطالوی نظموں کے انگریزی ترجمے یاد کرائے تھے۔ کوئی سا گیت سُنا دیجئے۔ دیکھئے یہ شام کتنی خوبصورت ہے۔"

"نہیں۔ میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ تم مجھ سے فضول باتیں نہ کیا کرو۔" لڑی نے غصیلے لہجے

میں کہا۔ "تم اس طرح کہہ رہے ہو جیسے میں پہلے تمہیں گیت سناتی رہی ہوں۔"

"کاش ایسا ہی ہوتا۔" مٹو نے ٹھنڈی سانس لی۔ وہ لزی کو بڑی لگاوٹ کی نظروں سے دیکھ رہا

"جاؤ.... میرا وقت نہ برباد کرو۔"

"آپ مٹو کی توہین کر رہی ہیں مس بوغا۔ یہ بہت بُری بات ہے۔ کم از کم یہاں جزیرے میں تو کوئی اس کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

"بس تو پھر آج رات کو اپنے غنڈوں کو لے کر چڑھ آؤ۔ آگ لگوادو میرے گھر میں اور ہمیں گولی مار دو۔ مٹو! تم مجھے نہیں دھمکا سکتے۔ میں بوغا کی لڑکی ہوں سمجھے! جاؤ!" مٹو بے حیائی سے ہنسنے لگا اور بولا۔ "میں تو بس آپ کو غصے میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اِس لئے اس قسم کی گفتگو شروع کی تھی۔ آپ کتنی اچھی لگتی ہیں غصے میں۔"

"تم بکواس بند نہیں کرو گے۔ میں کسی دن تمہارے پاپا سے کہوں گی تم مجھے خواہ مخواہ پریشان کرتے ہو۔"

"اچھا.... مس لزی بوغا۔" مٹو برا سا منہ بنائے ہوئے اُٹھ گیا۔ "وہ وقت دور نہیں ہے...."

وہ جملہ پورا کئے بغیر ایک طرف تیزی سے بڑھتا گیا۔ پھر وہ ریت کے ایک تودے پر چڑھا اور جلد ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

لزی ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ پھر اُس نے صفدر سے کہا۔ "تم نے سنیں اس بیہودے کی باتیں۔"

"جی ہاں۔ اور میں آپ کے اشارے کا منتظر تھا کہ کب آپ کہیں اور میں اُس کی گردن دبا دوں۔"

"ارے میں دل کی اتنی بُری نہیں ہوں۔ مجھے اس آدمی سے بڑی نفرت ہے۔ یہ خواہ مخواہ مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا باپ جزیرے کا سب سے امیر آدمی ہے۔ اس کی کئی بہت بڑی کشتیوں پر مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں۔ اور شہری اسٹیمر والے اُس کا بہت خیال کرتے ہیں.... لیکن میرے ڈیڈی کا سامنا ہوتے ہی اُس کا دم نکل جاتا ہے۔ جس دن بھی میں

نے ڈیڈی سے اس مٹو کی شکایت کردی وہ اس کی کھال اُتروادیں گے! مگر میں سوچتی ہوں کہ فائدہ!.... اف فوہ! میں اس وقت کتنی خوش تھی اِس گدھے نے میرا موڈ خراب کر دیا!.... ورنہ میرا جی چاہ رہا تھا کہ آج کوئی اطالوی گیت گاؤں!۔

صفدر کچھ نہ بولا! ریت پر انگلی سے لکیریں کھینچتا رہا! سورج کا طشت آدھا پانی میں ڈوب چکا تھا اور پانی پر مچلتی ہوئی سرخ روشنی ایک چمکدار اور کشادہ سڑک کی طرح اُن تک چلی آئی تھی!۔

"تم اس سڑک پر دوڑ سکتے ہو!...." لڑکی نے تھوڑی دیر بعد بچکانہ انداز میں پوچھا!

"اگر میرے پر لگ جائیں تو ضرور دوڑ سکوں گا!۔"..... مگر مجھے جمائیاں آرہی ہیں مسی! میں تمباکو نوشی کا عادی ہوں مسی!.... آج تک دن بھر۔!"

"اوہ.... تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا! میں تمہیں پائپ دیتی! تمباکو دیتی! ڈیڈی بہت کثرت سے پائپ پیتے ہیں! ہماری ایک پوری الماری تمباکو کے ڈبوں سے بھری ہوئی ہے! پادری لوگ ڈیڈی کے لئے تمباکو ضرور لاتے ہیں!۔" چلو.... اٹھو!۔"

"نہیں ابھی میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں! مجھے یہ چمکدار سڑک بہت اچھی لگ رہی ہے! اگر ہم سورج ڈوب جانے کے بعد ہی چلیں تو تو کیا حرج ہے!۔"

"کچھ نہیں میں بھی بیٹھنا چاہتی ہوں!۔" گھر پہنچتے ہی میں تمباکو اور نیا پائپ دوں گی۔!"

صفدر ریت پر لیٹ گیا! وہ اِس بھولی بھالی لڑکی کے لئے ہمدردی محسوس کر رہا تھا!۔

ہوا تیز اور خنک تھی!.... لیکن ریت کا ایک ذرّہ بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر رہا تھا! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہوا زمین کی سطح سے ٹکرائے بغیر چل رہی ہو!۔

"میں اکثر یہاں دیر تک ریت پر پڑی رہتی ہوں.... اور آسمان پر کئی چمکیلے رنگ نظر آنے لگتے ہیں!.... اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں انہیں رنگوں سے پیدا ہوئی ہوں.... اور آسمان کسی مامتا کی گود کی طرح مجھے اپنی طرف بلا رہا ہو!.... میں ایسا کیوں محسوس کرتی ہوں.... اوہارا.... کیا تم بھی محسوس کرتے ہو۔ ضرور بتاؤ۔"

"ہاں مسّی اکثر ایسے ہی خواب میں بھی دیکھتا ہوں! لیکن خوابوں سے ہمیں کیا ملتا ہے! نہ رنگ ہماری روحوں میں اُتر سکتے ہیں اور نہ آسمانی ماماتا ہمیں نصیب ہو سکتی ہے!.... آپ کو ایسے خواب اس لئے دکھائی دیتے ہیں کہ آپ کو ماں کی گود نہیں نصیب ہوئی....! اور میں سوچتا ہوں کہ بچے

ماؤں کے بغیر ہی پیدا ہوا کرتے تو بہتر تھا۔"

"تم یہ کیوں سوچتے ہو اوہارا.... "لڑکی نے حیرت سے کہا!۔

"کیوں کہ ماں کی موجودگی میں بھی میں ممتا سے محروم رہا ہوں!۔ وہ مجھے گالیاں دیتی تھی کوستی تھی!اور کسی چڑچڑی مرغی کی طرح کاٹنے دوڑتی تھی!اُس نے مجھ سے کبھی سیدھے منہ بات نہیں کی!ہر وقت کسی خیال میں ڈوبی رہا کرتی تھی اور جب میں اُسے مخاطب کرتا تھا تو وہ اس طرح مجھے کاٹنے دوڑتی تھی جیسے وہ خیال جو ابھی ٹوٹا ہے مجھ سے بھی پیارا رہا ہو۔"

"چچ چچ.... واقعی تمہاری ماں بہت بُری تھی!.... میرے ماں تو میرے خوابوں میں آکر مجھے لوریاں سنایا کرتی ہے.... جس دن میں بہت مغموم ہوتی ہوں!وہ میرے خوابوں میں ضرور آتی ہے!اور پھر جب میں دوسری صبح بیدار ہوں تو مجھے کوئی غم نہیں ہوتا!۔"

چھوڑیئے مسی!یہ تذکرہ!میں آپ لوگوں کے متعلق سوچ رہا ہوں!۔"

"میرے ڈیڈی کے متعلق کچھ مت سوچو!وہ بہت بڑے آدمی نہیں ہیں!آنٹی کہتی ہیں کہ بس بہت زیادہ پڑھنے کی وجہ سے وہ سنکی ہوگئے ہیں!"

"مگر بہت زیادہ پڑھنے والوں کو تو پادریوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی!"

"نہ ہوتی ہوگی!.... میں کب کہتی ہوں کہ ڈیڈی اُن کے آنے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں! میرا خیال ہے کہ وہ اُن سے سیدھے منہ بات بھی نہ کرتے ہوں گے!"

"میرا خیال ہے کہ آپ کے ڈیڈی کچھ ایسے زیادہ مذہبی بھی نہیں ہیں!"

"اُن کا کوئی مذہب ہی نہیں ہے۔!لیکن میں کرسچین ہوں!آنٹی بھی کرسچین ہیں!۔ یہاں کوئی گرجا نہیں ہے!لیکن ہم اور آنٹی ہر اتوار کو گھر ہی پر سروس کر لیتے ہیں۔ ڈیڈی ہمارا مضحکہ اُڑاتے ہیں!.... وہ کہتے ہیں کہ جسے صلیب پر چڑھایا گیا تھا وہ آج بھی صلیب ہی پر ہے!پھر میں ایسے باپ کے آگے سر کیوں جھکاؤں جو اپنے بیٹے کو آج تک صلیب سے نجات نہیں دلا سکا!۔"

"میری سمجھ میں تو نہیں آیا اس کا مطلب!۔"صفدر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں!

"میں بھی نہیں سمجھ سکتی!آنٹی بھی آج تک نہیں سمجھ سکیں!مگر وہ کہتی ہیں کہ یہ سب کفر کی باتیں ہیں۔ ڈیڈی جہنم کا ایندھن بنیں گے!.... اور ہاں ڈیڈی کہتے ہیں!.... میں تو اُس قوت کا پجاری ہوں جس نے خدا کے بیٹے کو بھی صلیب پر چڑھا دیا تھا!۔"

"اُف.... فوہ!" صفدر اپنا منہ پیٹتا ہوا بولا! "یہ تو واقعی کفر کی باتیں ہیں! پھر یہ پادری اُن کا اتنا احترام کیوں کرتے ہیں!۔"

"آنٹی بھی یہی کہتی ہیں!۔ خود میرا بھی یہی خیال ہے کہ مقدس پادریوں کو تو ایسے آدمی سے دور ہی رہنا چاہئے!۔"

صفدر ایک بار پھر پروفیسر نوغا کے متعلق اُلجھن میں پڑ گیا!.... وہ محض اتفاقاً اُس کے گھر تک پہنچ گیا تھا! ورنہ اُسے تو جزیرے کے سب سے امیر آدمی کی کشتی پر بحیثیت مزدور ہونا چاہئے تھا۔ جیسے کہ اُس کا لڑکا مٹو کچھ دیر پہلے کہہ گیا تھا!

پھر وہ پروفیسر کے لئے اس جزیرے میں لا پھینکا گیا تھا یا مٹو کے باپ کے لئے۔!

"ہاں مسی.... اِس آدمی مٹو کے باپ کا نام کیا ہے!۔" صفدر نے پوچھا!

"وہ بڑا مٹو کہلاتا ہے.... اور یہ چھوٹا مٹو۔!"

"بڑا مٹو بھی اِسی کی طرح لفنگا ہوگا۔!"

"لفنگا بڑا موزوں لفظ ہے چھوٹے مٹو کے لئے!.... لڑکی ہنس پڑی!" مگر بڑا مٹو تو بہت شریف آدمی ہے وہ ڈیڈی کا ادب کرتا ہے! اور مجھے بھی کہیں دیکھ لیتا ہے تو خود ہی سلام کرتا ہے!۔"

"اور اُس کا پیشہ صرف مچھلیاں پکڑنا ہے!"

"یہاں سب کا یہی پیشہ ہے! صرف ڈیڈی کو یہ گندا کام پسند نہیں ہے! وہ مچھلیاں کھاتے بھی نہیں ہیں! انہیں مچھلیوں سے گھن آتی ہے۔ ہمارے گھر میں مچھلیاں کبھی نہیں آتیں۔ میں اور آنٹی کبھی کبھی یہیں ریت پر اسٹوو جلا کر مچھلیاں تلتے ہیں اور یہیں کھاتے ہیں!.... کسی دن تمہیں بھی کھلائیں گے!۔"

صفدر اس جزیرے اور اس کے باشندوں کے متعلق ذہنی طور پر اُلجھتا ہی چلا گیا!.... یہ ہر اعتبار سے عجیب تھے! اور اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ جزیرہ دارالحکومت سے کتنی دور ہے اور اس کا کیا نام ہے! ویسے موبار کے اطراف میں سینکڑوں میل جزیرے ہی جزیرے پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ پر خود صفدر کے ملک کا قبضہ تھا اور کچھ دوسرے ممالک کے مقبوضات تھے!.... یہ جزیرہ پتہ نہیں کس کی ملکیت تھا! اور "شہر" سے لڑکی کی کیا مُراد ہوتی تھی!.... صفدر

اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ یہ سب معلوم کرنے کے سلسلے میں جلد بازی سے کام لیتا یا کسی قسم کا اضطراب ظاہر کرتا!.... وہ تو اب احتیاط ہی سے قدم اٹھانا چاہتا تھا!۔

سورج غروب ہوتے ہی وہ ساحل سے اُٹھ گئے!.... رات کا کھانا لذیذ تھا اور صفدر کو اچھے برانڈ کا تمباکو بھی مل گیا تھا! اس لئے دن بھر کے بعد ایک پائپ پی کر وہ اونگھنے لگا تھا!۔

ساڑھے آٹھ بجے لڑکی نے اُسے جھنجوڑ جھنجوڑ کر جگایا! کیونکہ پروفیسر بوغا نے اُسے لائبریری میں طلب کیا تھا!

صفدر تنہا ہی لائبریری میں داخل ہوا.... لڑکی اُس کے ساتھ نہیں گئی تھی! پروفیسر اس وقت بھی ایک موٹی سی کتاب پر جھکا ہوا نظر آیا! یہاں تین کیروسین لیمپ روشن تھے!۔

"بیٹھ جاؤ!...." پروفیسر نے کتاب سے نظر ہٹائے بغیر کہا!"تمہارا نام اوہارا ہے نا۔!"

"جی ہاں.... جناب!۔"

"نام تو مجھے پسند آیا ہے.... اَب کام دیکھنا ہے!۔"

"کام بھی آپ پسند ہی کریں گے جناب! مجھے یقین ہے۔!"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو!۔" پروفیسر نے کتاب بند کر کے سیدھے بیٹھتے ہوئے پوچھا!

"یعنی آپ مجھ سے جو خدمت بھی لیں گے اُسے بحسن و خوبی انجام دینے کی کوشش کروں گا!۔"

"خیر.... خیر.... یہ بعد کا مسئلہ ہے! ہاں تم مجھے اپنی کہانی سنانے والے تھے۔!"

"یقیناً جناب!.... مسی نے مجھے جواریوں کی کہانی سنائی تھی! لیکن میرا معاملہ اس سے بہت مختلف ہے!۔"

صفدر نے پرنس آف چم چم چمروٹی کی کہانی چھیڑ دی اور خود کو ریاست چمروٹی کا ایجنٹ ظاہر کیا!"

"اوہ.... واقعی آج کل لڑکیاں بہت ترقی کر گئی ہیں!۔" پروفیسر نے کہا! "لیکن میری لڑکی کے حصے میں تو شائد تیرھویں صدی کی کوئی روح آئی ہے۔ وہ کتنی سیدھی سادی ہے۔ تم نے اندازہ کر ہی لیا ہوگا!۔"

"جی ہاں۔!" صفدر سر ہلا کر بولا!"وہ بہت نیک ہیں!۔"

"خیر ہاں تو پھر.... تم یہاں کیسے پہنچے!۔"

"میں نے موبار تک اُن کا تعاقب کیا تھا!۔"

"تم تنہا تھے!۔"

"جی ہاں....!" اور یہ دیکھ کر واپس ہو رہا تھا کہ پرنس اُس عمارت میں بعافیت ہیں کہ یکایک اندھیرے میں کسی نے مجھ پر حملہ کیا! کوئی وزنی چیز میرے سر پر ماری گئی تھی۔ میں بیہوش ہو گیا!....اور جب آنکھ کھلی تو خود کو ایک جہاز کے کیبن میں پایا! پھر جہاز بھی ایک جگہ ٹھہر گیا اور مجھے ایک کشتی پر اُتارا گیا! اور اُس وقت بھی کئی آدمی مجھ سے چمٹ گئے! اور ایک بار پھر مجھے بیہوش کر دیا گیا!.... پھر آج اِس جزیرے میں ہوش آیا!.... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا چکر ہے! کن لوگوں نے پرنس کا اغواء کیا ہے اور کون لوگ مجھے یہاں لائے ہیں؟۔"

"کہانی واقعی دلچسپ ہے!۔" پروفیسر نے سر ہلا کر کہا! تمہیں یہاں لانے والے بھی وہی ہوں گے جنہوں نے تمہارے پرنس کو اغوا کیا ہے! تم اس راز سے واقف ہو گئے تھے نا،!.... مگر انہوں نے دھوکا کھایا ہے کیونکہ تم نے اپنے ساتھیوں کو پہلے ہی آگاہ کر دیا ہو گا کہ کچھ لڑکیاں پرنس کو اُلّو بنا کر کہیں لے جا رہی ہیں!...."

"یہی تو غلطی ہوئی پروفیسر کہ اس کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں ہو سکا۔"

"تب تم جہنم میں جاؤ!...." پروفیسر ران پر ہاتھ مار کر دہاڑا....اور صفدر سچ مچ بوکھلا گیا!۔

"مم....مم....میں نہیں سمجھا پروفیسر۔"

"تم گدھے ہو!.... تم سے ایسی حماقت ہوئی کیسے! تمہیں پولیس کو اطلاع دینے کے بعد اُن کا تعاقب کرنا چاہئے تھا! کیونکہ وہ دوسرے دن موبار لے جایا گیا تھا!

"میں خود نہیں کہہ سکتا کہ میری عقل کہاں چرنے چلی گئی تھی!۔"

"پرنس کا جو بھی حشر ہو!...." پروفیسر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! "مگر تم تو اب یہاں پھنس ہی گئے ہو! کیوں کہ یہاں سے کوئی بھی نہیں جا سکتا!.... میں خود بھی ایسے ہی اتفاقات کا شکار ہو کر یہاں کا قیدی بن گیا ہوں، حالانکہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے! کئی فرانسیسی پادری مجھ سے ملنے کے لئے یہاں آتے رہتے ہیں! مگر میں جزیرے کے قانون کے مطابق یہاں سے جا نہیں سکتا!۔"

"جزیرہ کس کی ملکیت ہے!۔" صفدر نے پوچھا!

"بڑے مٹو کی....!اور یہاں فرانسیسی سکہ چلتا ہے!۔زبان عربی ہے۔"

"مگر یہ نام مٹو تو عربی نہیں معلوم ہوتا۔!"

"مٹو عرب نہیں، اطالوی ہے....!دوغلا سمجھ لو!....اس کی ماں عرب تھی!"

"بہر حال میں کسی دوسری مملکت میں پھینکا گیا ہوں....اور میرا خیال ہے کہ میں کئی دنوں تک جہاز پر رہا ہوں!....صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یقیناً....!" پروفیسر سر ہلا کر بولا! "موبار یہاں سے ساڑھے تین سو میل کے فاصلے پر ہے!

"میرے خدا....اب میرا کیا بنے گا۔!"

"مگر تم نے تو لڑکی کو کوئی اور کہانی سنائی تھی!۔"

"ارے!اب میں اُن سے یہ سب باتیں کیسے کرتا!"صفدر نے کہا

"سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو!ورنہ عام لوگ تو ایسے واقعات پر ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں!۔"

"اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے!"صفدر نے تشویش کن لہجے میں کہا!

فی الحال صبر کرو!پھر میں دیکھوں گا کہ تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔"

"مجھے تو اس جزیرے کی آب وہوا راس آگئی ہے!عملی کاموں کے لئے بڑی پُرسکون جگہ ہے، میں یہاں خوش ہوں!۔"

دفعتاً پھر کسی گوشے میں کوئی کتے کا پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا......اور پروفیسر ہاتھ اٹھا کر بولا"بس اب جاؤ!میرا بچہ بھوکا ہے۔!"

صفدر لائبریری سے باہر آگیا!اور اُس نے اپنی پشت پر دروازہ بند ہونے کی آواز سُنی!اُس کی الجھن اور زیادہ بڑھ گئی تھی!۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی دوسری مملکت میں ہوگا!....عمران کا پتہ نہیں کیا حشر ہوا ہو۔!ہو سکتا ہے کہ چوہان اور نعمانی بھی اُس عمارت تک جاپہنچے ہوں۔ پھر؟....بہر حال وہ بڑی مشکلات میں پڑ گیا تھا۔



شالی کا وکیل بڑا کار آمد ثابت ہوا۔ کیونکہ اُس دن عمران کی ناک کی درمیانی ہڈی اونٹ کے کوہان کی طرح اوپر اٹھ آئی تھی!.... وکیل نے کہیں سے ایک ایسا آدمی مہیا کیا تھا جو عمران کی شکل میں تبدیلی کر سکے!.... اور عمران کو بحیثیت عمران بھی اعتراف کرنا پڑا تھا کہ وہ ایک ماہر میک اپ مین ہے!.... ناک کی ہڈی اُبھر آنے کی وجہ سے عمران کی شکل میں خاصا فرق واقع ہو گیا تھا!.... اور پہلی نظر میں کوئی اُسے عمران نہیں کہہ سکتا تھا!اگر وہ تاریک شیشوں کے عینک لگا لیتا تو اُسے پہچاننے میں اور بھی دشواری ہو جاتی.... شالی اس تبدیلی سے بہت خوش ہوئی!اور وکیل نے بھی اطمینان ظاہر کیا تھا!۔

عمران جوزف کو بھی ساتھ رکھنا چاہتا تھا!.... چنانچہ اُس نے وکیل کو اپنی وہ انگشتری دی جو ہاتھی دانت کو تراش کر بنائی گئی تھی اور جس پر نگینے کی جگہ بندر کا سر تراشا ہوا تھا!یہ انگشتری اُسے جوزف ہی نے دی تھی!.... یہ انگشتری جوزف کی محبوبہ نگانہ کی نشانی تھی!لیکن جس دن جوزف نے عمران کے سامنے سب سے بڑی قسم کھا کر اُسے یقین دلایا تھا کہ وہ دنیا میں اُس سے زیادہ کسی کو نہیں چاہتا اُسی دن اپنی محبوبہ کی نشانی بھی اُس کے حوالے کر دی تھی!۔

عمران نے وکیل کو رانا پیلس کا پتہ دے کر بتایا تھا کہ وہ جوزف سے ملے اور صرف یہ انگوٹھی دکھا دے.... وہ کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا اُس کے پیچھے چلا آئے گا۔ یہ بھی نہیں پوچھے گا کہ جنت میں چلنا ہے یا جہنم میں....!اس پر وکیل نے ازراہ مذاق پوچھا تھا کہ وہ کوئی جن تو نہیں ہے جو اس انگشتری کے تابع ہو!۔

اِس پر عمران نے مسکرا کر کہا تھا!"ہم بھی اُسے جن ہی سمجھتے ہیں!.... آپ لوگ اُس سے مل کر بہت خوش ہوں گے مگر آپ اُس کے اخراجات نہیں برداشت کر سکتے!۔"

"کیسے اخراجات "شالی نے پوچھا! "

"وہ چوبیس گھنٹوں میں برانڈی کی سات بوتلیں صاف کرتا ہے۔!"

"یہاں چودہ بوتلوں کا انتظام ہو سکتا ہے پرنس!...."وکیل نے اپنی بائیں آنکھ دبائی تھی! اور شالی کی طرف دیکھنے لگا تھا!

"میری طرف سے اٹھائیں....!" شالی نے کہا!۔

"دو کا اور اضافہ کر کے ہمیں گولی مار دو!"..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔!

"کیوں؟.... کیوں....؟ پرنس!۔"

"ہم کہتے ہیں کہ اگر اُسے ساڑھے سات بوتلیں بھی دی گئیں تو ہم خود کو گولی مار لیں گے! بڑی مشکل سے ہم سات بوتلیں یومیہ پر لائے ہیں! ورنہ ہماری ریاست دیوالیہ ہو جاتی۔ اب ہم نہیں چاہتے کہ اِس کام کے دوران میں اُس کی عادتیں دوبارہ بگڑیں اور ہمیں اُسے ہی گولی مارنی پڑے۔!"

بات یہیں ختم ہوگئی تھی اور شام تک جوزف جزیرے میں پہنچ گیا تھا!.... اور عمران نے دیر تک اُس سے عربی میں گفتگو کی تھی! اور اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا کہ وکیل عربی سمجھتا ہے۔" حالانکہ اُس نے یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ عربی سے نابلد ہے! اس لئے عمران نے عربی میں بھی اپنی پرنس چرروٹی والی حیثیت ہی برقرار رکھی تھی! جوزف جو صرف کان رکھتا تھا اُسے ضرورت بھی کیا تھی کہ وہ عمران کی کسی بات پر حیرت ظاہر کرتا یا مزید تفہیم کے لئے کوئی سوال کر بیٹھتا!.... وہ اتنے دنوں میں عمران کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا! اور صرف اُس کے احکامات کا منتظر رہتا تھا!۔

اِس سے اُس کو سروکار نہیں تھا کہ وہ کب رانا تہور علی صندوقی بن جاتا ہے! اور کب پرنس آف چرروٹی یا کچھ اور.... وہ تو چولے بدلتا ہی رہتا تھا!.... مگر جوزف کو صرف عمران سے عشق تھا!.... اور وہ اُس کیلئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا سکتا تھا! اُسے اعتراف تھا کہ اُسے آج تک ایسا شاندار آقا نہیں ملا جو اِس سے بھی زیادہ سنکی اور پاگل ہو!....

دوسرے دن جزیرے کے معززین کو شاندار ٹی۔ پارٹی دی گئی!.... اور انور چوہان کو اُن سے متعارف کراتے ہوئے وکیل نے اعلان کیا کہ.... بھائیوں کے کاروبار کے مالک اب مسٹر انور چوہان اور شالی ہوں گے!.... کیونکہ اُن دونوں نے "بھائیوں" کی وصیت کے مطابق شادی کرنے کا تہیہ کر لیا ہے!۔ اور عنقریب اُن کی طرف سے شادی کی تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ مدعوئین نے اِس پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور دونوں کو مبارک باد دی تھی!

جوزف کا حلیہ عجیب تھا! اُس کے چہرے پر اَب مختصر سی ڈاڑھی تھی اور اوپری ہونٹ ناک کی پھننگی سے جا ملا تھا! جسم پر سُرخ وردی تھی!۔ اور سر پر پُھندنے والی سُرخ ٹوپی!.... دونوں

ڈل سے دو ریوالور لٹک رہے تھے۔ وہ کسی آہنی ستون کی طرح عمران کی کرسی کے پیچھے کھڑا تھا!۔

جزیرے کی معزز خواتین انور چوہان اور اُس کے سیاہ فام باڈی گارڈ کو تحسین اور رشک آمیز نظروں سے دیکھتی ہوئی کھسر پھسر کر رہی تھیں!....

"یہ تو کوئی الف لیلوی شہزادہ معلوم ہوتا ہے۔!" ایک نے کہا!

"ہائے بہت رومینٹک!".... دوسری نے سسکاری سی لی!۔

"ارے چلو.... صورت ہی سے احمق معلوم ہوتا ہے!...." تیسری بولی! مرد کہہ رہے تھے۔

"بھئی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ اب "بھائیوں کا کاروبار" ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا! ضروری تھا کہ یہ دونوں شادی ہی کر لیتے! کیوں کہ انور چوہان شروع سے افریقہ میں رہتا ہے اور شالی کی پرورش یہاں ہوئی ہے!۔"

"کاش ہم لوگ بھی اتنے ہی منظم ہوتے اور ہمارے شرکاء کی اولادیں بھی اسی طرح متحد رہ کر کام کر سکتیں! اب دیکھو یہ "بھائیوں کا کاروبار" ہمارے خلاف ایک بہت بڑی طاقت ہے!۔" دوسرا کہتا!

شالی خواتین سے مبارکباد وصول کرتی رہی تھی! اور بہت زیادہ خوش نظر آرہی تھی! اُس کی دونوں ساتھی لڑکیاں!.... مہمانوں کے درمیان آرکسٹرا کی دُھن پر تھرکتی پھر رہی تھیں!۔

عمران بالکل خاموش تھا!.... وہ صرف مبارکباد دینے والوں کا شکریہ ادا کرتا اور سختی سے ہونٹ بند کر لیتا! کیونکہ اُس سے صرف انگریزی عربی سننے کی توقع کی جاتی تھی! لیکن عربی مقامی لوگوں کے بس کا روگ نہیں تھی!۔ اور انگریزی میں وہ شالی وغیرہ کے لئے کورا تھا!.... وکیل نے آج کئی گھنٹے تک اُسے انگریزی میں شکریہ ادا کرنے اور لہجے کی مشق کرائی تھی!۔

پارٹی عقبی پارک میں ہوئی تھی! چائے کے بعد مختلف ٹولیاں ادھر اُدھر گلگشت میں مصروف ہو گئیں! اور ایک آدمی عمران سے آبھڑا.... وہ اُسے انگریزی میں مخاطب کر رہا تھا! اور عمران کشمکش میں پڑ گیا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ لیکن اس نے جوزف کو تنہائی میں یہاں تک سمجھا دیا تھا کہ وہ انگریزی میں گونگا بن گیا ہے! اس لئے وہ اس وقت کی اِس کی ذہنی کشمکش کو تاڑ گیا!.... اور

بھیڑیئے۔لہجے میں بولا!"باس انگریزی میں آسانی سے گفتگو نہیں کر سکتے!....اگر تم عربی بول سکتے ہو تو باس کو مخاطب کرو ورنہ مجھ سے گفتگو کرو!۔"

"میں عربی بھی بول سکتا ہوں!...."وہ آدمی مسکرایا تھا!۔

"شروع ہو جایئے....!"عمران غصیلے لہجے میں بولا!۔

"میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں سرکار عالی کہ یہ فریب کب تک چلے گا۔!"اُس آدمی نے کہا!

"کیا مطلب۔!"

"آپ انور چوہان نہیں۔!"

"کیا میں تمہاری ٹانگیں چیر کر پھینک دوں....!"جوزف مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"بکنے دو...."عمران مسکرایا!

"بس مجھے اتنا ہی عرض کرنا تھا!.... میری شکل ہمیشہ یاد رکھئے گا!.... بہت جلد دوسری ملاقات ہو گی.... میرا کارڈ....اگر آپ اپنے پاس رکھنا پسند فرمائیں!"

وہ عمران کے ہاتھ میں کارڈ تھما کر گیٹ کے قریب مہمانوں کی بھیڑ میں غائب ہو گیا!کارڈ پر تحریر تھا!

"کے۔آر۔مفتی"

عمران نے بڑے غصیلے انداز میں اُس کارڈ کو موڑ توڑ کر جیب میں ڈال لیا۔ اور ٹھیک اُسی وقت اُس نے اپنی پشت پر وکیل داراب کی آواز سنی!

"یہ کیا کہہ رہا تھا!۔"

عمران جھلا کر اُس کی طرف مڑا اور غصیلے لہجے میں بولا!"ہمارا وقار خاک میں مل رہا ہے!"

"اُس نے کیا کہا پرنس!۔"

عمران نے اُس کی گفتگو دہرائی اور وکیل دانت پیستا ہوا بولا!"کاش اس آدمی کے خلاف ہمارے پاس کوئی واضح ثبوت ہوتا .... میں اُسے جہنم میں پہنچا سکتا ہوں!میں اِس کے سیاہ کارناموں سے بخوبی واقف ہوں!لیکن کوئی ایسا ثبوت میرے پاس نہیں ہے جسے عدالت تسلیم کر سکے۔!"

"یہ ہے کون....!" عمران نے آنکھیں نکال کر غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ایک بلیک میلر۔!"

"یہ کیا ہوتا ہے!۔"

"دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے والا.... دیکھئے! ہم اس موضوع پر پھر گفتگو کریں گے! کچھ مہمان ادھر آ رہے ہیں!۔"

وکیل آگے بڑھ گیا!۔ آٹھ بجے سے پہلے مہمانوں سے نجات نہ مل سکی!

پھر وہ سب رات کے کھانے کی میز پر اکٹھے ہوئے! شالی، وکیل اور عمران اُس وقت دونوں لڑکیاں موجود نہیں تھیں! وکیل نے اس آدمی مفتی کا تذکرہ چھیڑ دیا جس نے عمران کو ٹوکا تھا!....

"ہاں.... ہم اُس کے متعلق کچھ نہیں سمجھے تھے۔" عمران نے کہا!۔

"بلیک میلر دوسروں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتا ہے! فرض کیجئے!.... اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ فلاں آدمی ہیں لیکن فلاں کا رول ادا کر رہے ہیں! تو وہ آپ سے بڑی بڑی رقومات وصول کرے گا! آپ اگر نہ دیں گے تو آپ کا راز فاش کر دینے کی دھمکی دے گا!"

"اوہ.... تو کیا اُسے ہماری اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔!"

"خدا بہتر جانتا ہے! "وکیل نے تشویش کن لہجے میں کہا!۔

اُس نے ہمیں اپنا کارڈ دیا تھا! یہ دیکھو....! اس کا پتہ بھی تحریر ہو گا!۔ "عمران نے جیب سے کارڈ نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا!" پڑھو پتہ.... جوزف کو بتاؤ کل صبح اُس کے مکان سے اُس کی لاش برآمد ہو گی۔!"

"ارے نہیں!" شالی بوکھلا گئی۔

"ہم نے اِس مسئلے پر ابھی ابھی سنجیدگی سے غور کیا ہے! اُسے ہمارے راستے سے ہٹ ہی جانا چاہئے!"

"میں کشت و خون نہیں پسند کرتا پرنس!" وکیل نے کہا!" ہم کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس کے لئے قانون کے آگے جوابدہ ہونا پڑے۔!"

"ارے بس!...." عمران میز پر ہاتھ مار کر غصیلے لہجے میں بولا!" ہمیں انور چوہان بنا دینا تاؤں کا قانون ہے۔!"

"اوہ.... پرنس پلیز....!" شالی نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "خدا کے لئے اس مسئلے کو درمیان میں نہ لاؤ.... یہ ایک مجبوری ہے۔"

"ارے واہ!" عمران نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا! "اگر یہ بات ظاہر ہو گئی تو ہماری اور ہماری اسٹیٹ کی کس قدر بدنامی ہو گی۔!"

"آپ فکر نہ کیجئے! میں.... مفتی کا انتظام کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ارے سنیئے وکیل صاحب!" شالی نے وکیل سے کہا! "کہیں اس آدمی کا تعلق انہیں لوگوں سے نہ ہو جو مجھے یا "بھائیوں کے کاروبار" کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں!"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا!" وکیل بولا! "فی الحال اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ پرنس کی مدد سے ہمارا پلہ بھاری ہو گیا ہے! اب ہم اُن سے نپٹ سکیں گے اور پرنس آپ مطمئن رہیئے اگر اس آدمی مفتی نے واقعی کوئی حرکت کی تو اسے ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔"



صفدر بے خبر سو رہا تھا! اچانک کسی تیز قسم کی آواز نے اُسے جگا دیا!۔ باہر صحن میں کچھ گڑبڑ ہو رہی تھی وہ جھپٹ کر اُٹھا! دروازہ کھولنا چاہا! لیکن وہ نہ کھلا شائد اُسے باہر سے بولٹ کر دیا گیا تھا!

"چھوڑ دو.... مجھے چھوڑ دو.... ڈیڈ...." یہ لزی کی چیخ تھی!۔

"کون.... کیا ہے۔!" بوغا کی آواز آئی.... "ارے دروازہ کھولو۔ کون ہے!"...... لزی کی آنٹی کی چیخیں سنائی دیں!

صفدر نے پہلے دروازے پر زور آزمائی کی پھر کھڑکی کی طرف آیا! اُس کا اندازہ تھا کہ شائد پروفیسر اور بڈھی عورت بھی کمروں میں بند کر دیئے گئے ہیں!۔

لزی کی آواز تو پھر نہیں آئی تھی لیکن ہاتھاپائی کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں!.... کھڑکی کمزور ثابت ہوئی!.... چوکھٹوں سمیت دوسری طرف جا پڑی اور صفدر دوسرے ہی لمحے برآمدے میں تھا!۔

صحن میں اُسے کئی سائے نظر آئے! تاروں کی چھاؤں خاصی اُجلی تھی!

"خبردار!" اُس نے انہیں للکارا.... کسی نے عربی میں کچھ کہا۔ دو تین سائے صفدر کی طرف جھپٹے!.... صفدر سنبھل گیا!.... اُس کا مکا اُس آدمی کے جبڑے پر پڑا جو سب سے آگے تھا وہ کراہ کر دوسرے پر ڈھیر ہو گیا! دونوں ساتھ ہی فرش پر گرے تھے! تیسرے نے صفدر پر چھلانگ لگائی اور صفدر نے اُس کا مقابلہ کرنے سے پہلے ہی اندازہ کر لیا کہ اُس کے ہاتھ میں بڑا سا چھرا ہے!

بہر حال چھرے کا پہلا وار تو اُس ستون پر ہوا جس کی آڑ صفدر نے لی تھی! پھر صفدر نے اُسے دوسرے حملے کا موقع نہیں دیا! دونوں ہاتھوں سے گردن دبوچ کر ستون پر رگڑے دینے شروع کر دیئے!.... وہ بلبلا اٹھا کیونکہ شائد اُس کی ناک ہی پر سب سے زیادہ زور پڑ گیا تھا!.... دوسرے ہی لمحے میں وہ بھی فرش پر تھا! پہلے گرنے والے صفدر پر ٹوٹ پڑے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے!" بوغا پھر دہاڑا.... "میں فائرنگ شروع کر رہا ہوں۔ ساتھ ہی ایک فائر ہوا.... اور حملہ آور اُچھل اُچھل کر بھاگے!.... پھر لڑی کی چیخ دوبارہ سنائی دی! کوئی دھم سے گرا بھی تھا!.... دوسرا فائر ہوا صفدر جہاں تھا وہیں سے بھاگنے والوں کو دیکھتا ہی رہا! کیونکہ صحن میں اندھیرا تھا اور پروفیسر بوغا اپنے کمرے سے فائر پر فائر کیے جا رہا تھا!۔

صفدر کو یاد آیا کہ اُس کے کمرے میں بھی سلاخوں دار کھڑکیاں موجود ہیں!۔

"برآمدے میں کون ہے!.... بوغا نے چیخ کر پوچھا!۔

"میں ہوں جناب!۔ "صفدر نے جواب دیا!۔

"میرے کمرے کا دروازہ کھولو.... یہ سب کیا تھا!۔"

"پتہ نہیں جناب! میں تو کھڑکی اُکھاڑ کر باہر نکلا ہوں!...." صفدر کہتا ہوا آگے بڑھا!۔

بوغا ایک ہاتھ میں ٹارچ اور دوسرے میں ریوالور سنبھالے ہوئے باہر نکلا تھا! لڑی صحن کے وسط میں فرش پر اوندھی پڑی ہوئی تھی! پروفیسر نے جھپٹ کر اسے اٹھایا!.... صفدر نے ٹارچ سنبھالی! بوڑھی عورت اب بھی چیخے جا رہی تھی۔

"خاموش رہو!۔" بوغا نے اُسے ڈانٹا۔

لڑی کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا! اور وہ بیہوش تھی! پروفیسر نے اُسے ہاتھوں پر اٹھایا۔

"لائبریری میں چلو۔" اُس نے کہا اور ایک بار پھر بوڑھی عورت کو ڈانٹا جو اب بھی چیخے جا رہی تھی! صفدر اُسے روشنی دکھاتا ہوا لائبریری میں لایا!۔

لزی ایک بڑی میز پر لٹادی گئی! اور بوغا نے صفدر سے کہا!...."جاؤ.... اُس کے کمرے کا دروازہ بھی کھول دو! ورنہ وہ مجھے پاگل کردے گی۔ پتہ نہیں وہ کون تھے اور کیا چاہتے تھے!۔"

صفدر ٹارچ لئے ہوئے پھر باہر نکل آیا! صدر دروازے کے دونوں پاٹ کھلے ہوئے تھے! حملہ آور شائد دیوار پھلانگ کر اندر آئے تھے اور صدر دروازے سے فرار ہوئے تھے! صفدر نے بوڑھی عورت کے کمرے کا دروازہ کھول دیا اور اُس نے اُسے دیکھتے ہی سوالات کی بوچھاڑ کردی!۔

"میں کچھ بھی نہیں جانتا محترمہ!" صفدر نے کہا!۔ "ممکن ہے وہ چور رہے ہوں! بہر حال وہ مسی کو زخمی کر کے بھاگ گئے ہیں۔!"

"میری.... بچی.... میری بچی!۔" وہ چیختی ہوئی لائبریری کی طرف دوڑی اور اندھیرے میں کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر ڈھیر ہو گئی!.... صفدر نے جھپٹ کر اُسے اٹھایا!.... وہ کراہ رہی تھی!...."چلو.... خدا کے لئے مجھے وہاں لے چلو! کیسی ہے.... میری بچی!...."

صفدر اُسے سہارا دے کر لائبریری کی طرف لے جانے لگا! وہ کراہتی اور لنگڑاتی ہوئی چل رہی تھی! صفدر اُسے اطمینان دلا رہا تھا کہ چوٹ معمولی ہے اور شائد خوف کی وجہ سے لزی بیہوش ہو گئی ہے۔!"

لزی اب بھی میز پر تھی! اُس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں!۔ پروفیسر پیشانی کا زخم صاف کر رہا تھا!

"میری بچی...." بوڑھی بڑبڑائی!

"خاموش رہو!" پروفیسر ہاتھ اٹھا کر دہاڑا.... "شور مت مچاؤ! وہ زندہ ہے مر نہیں گئی!"

بوڑھی کمزور آواز میں کچھ بڑبڑاتی ہوئی دیوار سے جا لگی!

پروفیسر نے فرسٹ ایڈ کے بکس سے پٹی نکالی.... اور ڈریسنگ کرنے لگا!

صفدر کو یاد آیا کہ اُس نے صدر دروازہ نہیں بند کیا! اس لئے وہ پھر لائبریری سے نکل آیا۔

وہ دروازہ بند کر کے دوبارہ لائبریری کی طرف مڑ ہی رہا تھا کہ باہر شور سنائی دیا.... اور پھر دوروازہ پیٹا جانے لگا!۔

صفدر تیزی سے لائبریری میں داخل ہوا.... اور پروفیسر کو اس کی اطلاع دی! وہ دونوں پھر میں آئے! دروازہ اب بھی پیٹا جا رہا تھا!.... اور باہر والے عربی میں کچھ چیخ رہے تھے!۔

پروفیسر نے شائد انہیں جواب ہی دیتے ہوئے پھاٹک کھولا تھا!

باہر متعدد آدمی نظر آئے جن کے پاس لمبی نالوں والی بندوقیں تھیں!.... اور دو تین روشنی والے پیٹرومیکس بھی!.... اُن کے اور پروفیسر کے درمیان جو گفتگو ہو رہی تھی!.... صفدر کی سمجھ سے باہر تھی کیونکہ وہ عربی سے نابلد تھا!۔ لیکن بھیڑ میں چھوٹے مٹو کو بھی دیکھ کر صفدر کے کان کھڑے ہوگئے!.... گفتگو کرنے والوں میں وہی پیش پیش تھا! صفدر نے پروفیسر کو ہنس کر اُس کا شانہ تھپکتے دیکھا! اور پھر وہ سب چلے گئے!۔

"دروازہ بند کردو!...." پروفیسر نے انگریزی میں کہا!

صفدر پھاٹک بند کر کے پھر اُس کے پیچھے چلنے لگا! لڑکی اب بھی بیہوش تھی۔ پروفیسر ایک کرسی پر بیٹھ کر اُسے تشویش کن نظروں سے دیکھنے لگا!.... پھر ہاتھ کے اشارے سے بڑھیا کو جانے کو کہا!۔ وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے دروازے کی طرف مڑ گئی!

"یہ چھوٹا مٹو کیا کہہ رہا تھا.... پروفیسر....!" صفدر نے پوچھا!۔

"کیوں؟" پروفیسر یک بیک چونک پڑا۔ "تم اُسے کیا جانو۔!"

"آج شام ہی کو.... مسی نے تعارف کرایا تھا!۔ ہم شام کو ساحل پر تھے وہ وہاں آیا تھا اور مسی سے گانے کی فرمائش کی تھی! اس پر مسی بہت خفا ہوئی تھیں! اور وہ انہیں دھمکیاں دیتا ہوا رخصت ہوگیا تھا!۔"

"نہیں!۔" بوغا نے حیرت سے کہا!۔

"ہاں.... پروفیسر آپ مسی سے پوچھ لیجئے گا!۔"

پروفیسر کسی سوچ میں پڑ گیا! صفدر اُس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور جائزہ لے رہا تھا! تھوڑی ہی دیر بعد اُس نے محسوس کیا جیسے پروفیسر بوغا اندر ہی اندر کھول رہا ہو! اُس کا چہرہ سُرخ ہوگیا تھا اور آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں!

دفعتاً ایک الماری کے پیچھے کوئی کتے کا پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا!.... اور پروفیسر چونک کر غرایا....!" تم یہاں کیا کر رہے ہو!۔ جاؤ۔ اپنے کمرے میں!"

اُس کا چہرہ بہت خوفناک معلوم ہو رہا تھا! صفدر اٹھ کر چپ چاپ لائبریری سے باہر آگیا!۔

اپنے کمرے میں واپس آکر وہ پلنگڑی پر بیٹھ گیا! نہ جانے کیوں لیٹنے یا سونے کی خواہش باقی

نہیں رہی تھی! کیروسین لیمپ روشن کرتے وقت اُس نے لائبریری کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنی!.... اور سوچ میں گم ہو گیا!

کچھ دیر بعد اُس نے پائپ میں تمباکو بھری اور اُسے سلگا کر دیوار سے ٹک گیا!۔ دو ہی تین کش لئے تھے کہ کوئی کمرے میں داخل ہوا.... وہ چونک کر مڑ کر دیکھنے لگا! آنے والی لڑکی کی آنٹی تھی!.... اُس کی آنکھیں سرخ تھیں اور پپوٹے متورم سے تھے! جیسے آنکھیں مل مل کر روتی رہی ہو!۔

"اُوہارا.... کیا وہ پاگل نہیں ہے!...." اُس نے آہستہ سے کہا!

"کون.... مادام۔!"

"اُس نے لائبریری کا دروازہ بند کر کے اندھیرا کر دیا ہے!۔"

"کیا مطلب"۔ صفدر اچھل پڑا۔

"کیا وہ غریب بچی رات بھر اُسی طرح میز پر پڑی رہے گی! کیا یہ پاگل پن نہیں ہے۔ دیوانگی نہیں ہے.... میری بچی!.... خدا غارت کرے اس کتاب کے کیڑے کو یہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ آدمی گوشت و پوست رکھتا ہے! اُس کے بھی احساسات ہیں۔ وہ محسوس کر سکتا ہے۔ چوٹ لگنے پر کراہ سکتا ہے۔ یا مر سکتا ہے!۔"

"میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا مادام۔"

"تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ بوغا دیوانگی کی حدود میں داخل ہو چکا ہے!۔ وہ خوابگاہ سے اُٹھ کر لائبریری میں آیا تھا! اب روشنی گل کر کے خود بھی وہیں کسی میز پر پڑ رہے گا!.... کیا تمہیں سردی محسوس نہیں ہوتی!۔"

"ہاں راتیں تو ٹھنڈی ہوتی ہیں مادام یہاں کی! میں بھی محسوس کرتا ہوں اور میرے بستر میں کمبل بھی موجود ہے۔!"

"لیکن وہ ٹھنڈی میز پر کھلی پڑی ہوگی!.... خدا کے لئے کچھ کرو!۔ ورنہ صبح تک نہ جانے اُس کا کیا حشر ہو!۔"

"میں کیا کر سکتا ہوں مادام مجھے پروفیسر سے خوف معلوم ہوتا ہے!" صفدر نے بے بسی سے کہا!"

اس پر بوڑھی عورت بلبلا کر بوغا کو.... کوسنے لگی! وہ انگلیوں سے کراس بناتی اور بوغا کو دہلی ہلا دینے والی بددعائیں دیتی رہی!

کچھ دیر بعد صفدر نے پوچھا! "کتے کے پلوں اور بندر کے بچوں کا اتنا خیال کیوں رکھتے ہیں پروفیسر۔!"

"اُسے کسی کتیا نے جنا تھا!" بوڑھی دانت پیس کر بولی! "اور اُس کا باپ کوئی بندر تھا!۔"

صفدر کی حیرت بڑھتی ہی رہی! وہ پروفیسر کے متعلق بہت کچھ جاننا چاہتا تھا! لیکن کیا یہ بڑھیا اس سلسلے میں مفید ثابت ہوتی!.... وہ اِس کا فیصلہ نہ کر سکا!

دفعتاً اُس نے کہا!" آپ تو ایک مہذب خاتون معلوم ہوتی ہیں! اِس ویرانے میں کس طرح آ پھنسیں!"

"بد نصیبی....! شامت....!" بڑھیا نے ٹھنڈی سانس لی! "اسی بچی کی وجہ سے مجھے بھی در در کی ٹھوکریں کھانی پڑی تھیں....! ہم یونان میں تھے! بوغا کالج میں لڑکوں کو پڑھاتا تھا! میری بہن سے اُس کی شادی ہوئی تھی! میں بہن کے ساتھ ہی رہتی تھی!۔ لڑکی کی پیدائش کے بعد وہ مر گئی....! اور بوغا حقیقتاً بہت بڑا شیطان ثابت ہوا میں اس کا ساتھ ہرگز نہ دیتی مگر یہ ننھی سی بچی میری چھاتی سے چمٹی ہوئی تھی!.... ایک دن یونان سے بے سروسامانی کے حالت میں بھاگنا پڑا کیوں کہ مسلح پولیس کے آدمی چاروں طرف بوغا کی بو سونگھتے پھر رہے تھے! اُسی رات کو مجھے معلوم ہوا کہ بوغا حقیقتاً کیا تھا!.... وہ حکومت کے خلاف ایک خفیہ تنظیم کا سرغنہ تھا! اور کسی طرح اُس کا راز ظاہر ہو گیا تھا!.... ہم ماہی گیروں کے ایک اسٹیمر میں چھپ کر کینیا پہنچ گئے! بوغا نے وہاں نئے سرے سے زندگی شروع کی اور بہت جلد ایک دولت مند آدمی بن گیا!.... اور پھر ایک رات وہاں سے بھی بھاگنا پڑا.... بوغا کہتا ہے کہ بھاگنا پڑا تھا! لیکن مجھے آج بھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ یہاں آئے ہوں!.... نہ ہمارا تعاقب کیا گیا تھا اور نہ یونان کی سی بھاگم بھاگ ہی ہوئی تھی! یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اب یہاں سے کبھی واپس نہ جا سکیں گے! کیونکہ یہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں جاتا!۔"

"بسر اوقات کی کیا صورت ہے!"

"فرانس کی حکومت بوغا کو وظیفہ دیتی ہے۔! اور اُس کے فرانسیسی دوست اُس کی مدد کرتے

رہتے ہیں!۔"

"میرا خیال ہے کہ بوغا جب چاہیں تو یہاں سے جا بھی سکتے ہیں! کیا اُن کے فرانسیسی احباب اُن کی مدد نہیں کریں گے۔!"

"وہ اب خود ہی یہاں سے نہیں جانا چاہتا!۔"

"بڑی عجیب بات ہے!۔" صفدر دوبارہ پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"اوہ.... میں ابھی تک یہی سمجھ سکی ہوں کہ یہ جزیرہ پاگل خانہ ہے!۔"

"کیوں کیا دوسرے آدمیوں سے بھی دیوانگیاں سرزد ہوتی ہیں!۔"

"سب پاگل ہیں! کیا یہ دیوانگی نہیں ہے کہ وہ صرف اِسی جزیرے میں محدود رہنا چاہتے ہیں!"

صفدر کچھ نہ بولا! وہ سوچنے لگا تھا اَب اُس کے سوالات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے!

دفعتاً قدموں کی آہٹیں سنائی دیں! اور بڑھیا سہمی ہوئی سی نظر آنے لگی!۔

دوسرے ہی لمحے میں بوغا کمرے میں داخل ہوا۔

"اوہ.... تم!...." وہ بڑھیا کو گھورتا ہوا بولا! "تم اس وقت کیا کر رہی ہو!"

"ک.... کچھ.... نہیں.... کچھ بھی تو نہیں!...." وہ رونی سی آواز میں ہکلائی!

"دفع ہو جاؤ.... بھاگو....!" بوغا دہاڑا.... اور وہ کسی سہمی ہوئی گائے کی طرح بھاگ نکلی۔

بوغا چند لمحے کھڑا.... صفدر کو گھورتا رہا پھر دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا! میرے ساتھ آؤ!"

وہ پھر لائبریری میں آئے.... اب یہاں روشنی تھی! کیروسین لیمپ روشن کر دیئے گئے تھے! اور اُن کی زرد روشنی میں لڑکی برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی!.... اب وہ پیر لٹکائے بڑی میز پر بیٹھی تھی اور اُس کا جسم ڈھیلا ڈھالا سا نظر آ رہا تھا!

"یہ تو کہتی ہے کہ چھوٹے مٹو سے ملاقات ہی نہیں ہوئی تھی! "بوغا نے صفدر کی طرف گھورتے ہوئے کہا!

صفدر نے لڑکی کی طرف دیکھا جو اُسے رحم طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی! وہ چکرا گیا اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اُس کا رویہ کیا ہونا چاہئے۔!

"میرا سر چکرا رہا ہے پروفیسر....!" صفدر نے دونوں ہاتھوں سے تھام سر کر کہا!" مجھے ایسا

محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی بڑا بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں! کل کہاں تھا کیا تھا اور آج کہاں ہوں! کن حالات میں ہوں!۔"

"میرے سوال کا جواب دو!۔" بوغا غرایا!

"میں نے جو کچھ بھی کہا تھا میری یادداشت اُس کی تردید نہیں کرتی! اگر مسی کو اِس سے اختلاف ہے تو پھر وہ بھی خواب ہی رہا ہوگا.... میں پاگل ہو جاؤں گا!۔"

وہ سر تھامے ہوئے فرش پر اُکڑوں بیٹھ گیا! بوغا نرمی سے کہہ رہا تھا! "تم آخر جھوٹ کیوں بول رہی ہو بے بی! میں اِسے پسند نہیں کروں گا کہ تم کسی ماہی گیر زادے کی ہمدرد بنو!۔"

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ڈیڈی!.... میرا سر اب بھی چکرا رہا ہے!۔ اوہ ٹھیک ہے.... شائد اُوہارا ٹھیک کہہ رہا ہے! ہاں ایسا ہی کچھ ہوا تھا۔ اُس نے مجھ سے اطالوی گیت کی فرمائش کی تھی۔ میں نے اُس کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا! اور اس پر وہ مجھے دھمکیاں دیتا ہوا اٹھ گیا تھا!۔"

"بس جاؤ!۔" پروفیسر نے نرم لہجے میں کہا! "اوہارا تم بھی جاؤ! میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر بے بی کو بچایا تھا! ورنہ شائد بحری قزاق اُسے پکڑ لے جاتے!۔"

"وہ بحری قزاق تھے!۔" صفدر نے حیرت سے کہا!۔

"ہاں!.... وہی ہوں گے....! ورنہ اِس جزیرے میں تو کوئی اتنی جرأت نہیں کر سکتا!۔"

"میں سمجھا تھا شائد.... مٹو....!"

"نہیں.... نہیں!...." پروفیسر ہنس پڑا۔ "یہ تمہارا وہم ہے!.... مٹو ایک ناسمجھ اور ضدی بچہ ہے! دل کا بُرا نہیں ہے۔ جاؤ آرام کرو۔"

وہ دونوں لائبریری سے نکل کر اپنے اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔ پروفیسر لائبریری کا دروازہ بند کر کے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا تھا!۔

"مجھے سہارا دے کر میرے کمرے تک پہنچا دو اوہارا۔ میں مضبوطی سے قدم نہیں رکھ سکتی!۔" لزی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا!

اور پھر کمرے میں پہنچ کر ہی بولی! "یہ تم نے کیا۔ کیا اوہارا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔!"

"ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ یہ حرکت مٹو ہی کی تھی!۔" لزی نے کہا!۔

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان میں مٹو بھی رہا ہو! پھر جب میں نے خیریت دریافت کرنے والوں کی بھیڑ میں اُسے بھی دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا!۔ لیکن پروفیسر کو بھی یقین نہیں آیا کہ وہ مٹو ہی ہو گا۔!"

"اوہ.... تم نہیں سمجھتے!...." لزی کراہی!"تم نہیں سمجھتے! تم ڈیڈی کو نہیں جانتے! اُنکے لہجوں کو نہیں پہچانتے!.... تم نہیں جانتے کہ اُن کی ہنسی کتنی خطرناک ہوتی ہے! آہ.... جب وہ مٹو کے معاملے میں ہنسے تھے تو مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہزاروں خبیث روحیں بیک وقت چیخی ہوں!۔"

"کیوں!.... مسی تم اتنی ڈراؤنی باتیں کیوں کر رہی ہو!" صفدر نے حیرت سے کہا!" پروفیسر کی اُس ہنسی میں مجھے تو بچکانہ پن کے علاوہ اور کچھ نہیں دکھائی دیا تھا۔"

"اب تم مٹو کو مردہ سمجھو!۔"

صفدر یک بیک اچھل پڑا اور پھر آہستہ سے پوچھا" کیوں"!

"بس وہ آج ہی کل میں کہیں نہ کہیں مردہ پایا جائے گا! جس سے ڈیڈی متنفر ہو جائیں اُس کا یہی انجام ہوتا ہے ایسے کئی واقعات میری یادداشت کے لئے جہنم بن کر رہ گئے ہیں!۔"

"میں بالکل نہیں سمجھا مسی!۔" صفدر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔!

"کاش میں ہی سمجھ سکی ہوتی!۔" لزی نے بے بسی سے کہا!۔

"مگر ایسے لوگوں کی موت کی وجہ کیا ہوتی ہے۔!"

"بس وہ راہ چلتے گرتے ہیں اور مر جاتے ہیں! خوابگاہوں سے لاشیں برآمد ہوتی ہیں۔!.... ابھی تم سے کھڑا گفتگو کر رہا ہے بس اچانک کرے گا اور چشم زدن میں مر جائے گا۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔!" صفدر نے کہا اور کسی سوچ میں گم ہو گیا!



عمران کمرے میں ٹہل رہا تھا!.... اور اُس کی پیشانی پر گہرے تفکر کی وجہ سے سلوٹیں اُبھر آئی تھیں!...... وہ اس وقت صرف سوچنا چاہتا تھا۔..... اور ذہن تو کئی دنوں سے جھلاہٹ

کا شکار ہو رہا تھا! کیونکہ ابھی تک اُسے کچھ کر گذرنے کا موقع نہیں ملا تھا! مگر وہ کرتا بھی کیا!.... بحیثیت انور چوہان تو اُسے شالی سے صرف شادی ہی کرنا باقی رہ گیا تھا! کیونکہ اس کے بغیر وہ اسکیم مکمل نہ ہوتی جس کے لئے وہ لڑکیاں اُسے یہاں بھگا لائی تھیں!

آج صبح ناشتے کی میز پر یہی مسئلہ درپیش تھا اور عمران دانتوں میں انگلی دبائے شرم سے دوہرا ہوا جا رہا تھا!

اب اِس وقت وہ رات کے کھانے کا منتظر تھا! میز پر فیصلہ کن باتوں کی توقع تھی! آج کل وکیل بھی ہر وقت کے کھانے پر ضرور شریک ہوتا تھا! اور وہ زیادہ تر "پرنس" کی باتیں کرتے تھے!

کچھ دیر بعد گانگ بجا اور عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈرائنگ روم کی طرف روانہ ہو گیا! ڈرائنگ روم میں آج وکیل کے ساتھ دو آدمی اور نظر آئے عمران کو دیکھ کو شالی کے علاوہ اور سب کھڑے ہو گئے!۔

"بھئی کیا ضروری ہے کہ ہم فوراً ہی کھانے کی میز پر چلے جائیں!" عمران نے پوچھا!

"نہیں.... ڈیر!" شالی جلدی سے بولی!" یہ تو تمہاری مرضی پر منحصر ہے.... کیوں وکیل صاحب!۔"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے محترمہ!.... ہم بھی ابھی بھوک نہیں محسوس کر رہے!" پھر اُس نے اُن دونوں کا تعارف کرایا۔

"یہ دونوں بھی محترمہ شالی اور محترم انور کے ہمدردوں میں سے ہیں! اور بھائیوں کے پرانے نمک خوار!.... یہ بھی نہیں چاہتے کہ بھائیوں کی خون پسینے کی کمائی غیر مستحق لوگوں کے حصے میں آئے۔!"

"خوب!...." عمران نے مُسکراتے ہوئے سر ہلا کر پسندیدگی کا اظہار کیا!۔

"بات یہ ہے جناب کہ اب اگر شادی کی تاریخ کا اعلان کر دیا جاتا تو بہتر تھا!"

"ہمارے حضور ابا.... مم۔ مطلب یہ کہ.... یہ کہ.... بھئی ختم کرو!.... یہ مسئلہ ہم سب کے سامنے نہیں طے کر سکتے!"

"ختم بھی کیجئے وکیل صاحب!۔" شالی نے ہاتھ اٹھا کر کہا!" اعلان بھی کر دیا جائے گا!۔ ہر وقت یہی تذکرہ مجھے گراں گزرتا ہے!۔" اور پھر اُس نے انگریزی میں کہا!" میرا دعویٰ ہے کہ یہ

نام کی بھی شادی نہیں کرے گا۔!"

"یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ محترمہ شالی!" وکیل بولا!...."آپ چاہیں تو اسے ہمیشہ کے لئے روک سکتی ہیں!۔"

"اتنے ہوائی قلعے نہ بنایئے!۔" شالی نے بُرا سامنہ بنا کر کہا!" آپ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ ایک والئی ریاست کا لڑکا ہے اور محض اس بنا پر ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا کہ بعض نامعلوم آدمیوں نے اُس کی توہین کی ہے!۔"

"کسی بیوقوف آدمی کو قابو میں کر لینا کسی خوبصورت لڑکی کے لئے مشکل نہیں ہے!"

شالی کچھ نہ بولی! اتنے میں جوزف کمرے میں داخل ہوا.... وہ ہر وقت عمران کے ساتھ لگا رہتا تھا! خصوصیت سے اُس وقت تو اُس کا عمران کے قریب موجود رہنا ضروری ہو جاتا تھا جب آس پاس کچھ مرد بھی موجود ہوں!۔ اُس کی آمد پر شالی اور وکیل کو چُپ لگ گئی! اور عمران کو تو اُس کی آمد پہلے ہی کھل گئی تھی! اُس نے سوچا تھا کہ اَب وہ لوگ انگریزی میں اپنی بکواس جاری نہ رکھ سکیں گے!۔

دفعتاً اُس نے محسوس کیا کہ وہ دونوں آدمی جوزف کو دیکھ کو بُری طرح چونکے ہیں!.... وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے! اچانک انہوں نے وکیل سے ایک ایسی زبان میں گفتگو شروع کر دی جو عمران کے فرشتوں کی سمجھ میں بھی نہ آسکتی!۔ اُسے تو وہ ایسی ہی لگ رہی تھی جیسی اُس کی چھروٹی اسٹیٹ والی لایعنی زبان تھی!۔

وکیل کے چہرے پر وہ حیرت کے آثار دیکھ رہا تھا!۔ دفعتاً جوزف نے عربی میں کہا!" باس میں ایسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتا جو ناقابلِ فہم زبانوں میں گفتگو کریں! کیا یہ انگریزی میں گفتگو نہیں کر سکتے جسے کم از کم میں سمجھ سکوں!"

"تم یہ خیال دل سے نکال دو کہ ہم دشمنوں میں ہیں!۔" عمران نے مسکرا کر جواب دیا۔" وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وکیل عربی سمجھتا ہے لیکن اس کا اظہار نہیں کرتا! اُس وقت بھی وہ اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر جوزف کی بات سننے لگا تھا مگر پھر فوراً ہی سنبھل کر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو گیا!۔

جوزف نے عمران کی بات پر سر جھکا کر اُسے تسلیم کر لینے کا اعلان کیا تھا!۔

"پرنس میرے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ اِس حبشی کا میک اَپ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا!۔ اِس کی ناک میں بھی تھوڑی سی تبدیلی ہونی چاہئے!" وکیل نے اُردو میں کہا!

"ہم کچھ نہیں جانتے!۔ جو تمہارا دل چاہے کرو!"

"تبدیلی ہی مناسب رہے گی!۔"

اِس کے بعد وہ کھانے کے لئے ڈرائنگ روم میں چلے گئے!۔ یہاں عمران کے اصولوں کے مطابق خاموشی ہی رہی۔ اور پھر شالی نے اعلان کیا کہ اُسے نیند آرہی ہے! لہٰذا دوبارہ ڈرائنگ روم میں نشست نہیں ہوئی۔

عمران بھی کچھ سرگرانی سی محسوس کر رہا تھا!.... وہ خواب کی کیفیت ہو سکتی تھی! لیکن جب آنکھ کھلنے کے بعد بھی بستر ہچکولے ہی لیتا رہا تو عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا!.... وہ اندھیرے میں سونے کا عادی تھا!.... بستر سے اُترا۔ لیکن کمرے کے فرش میں بھی ویسے ہی ہچکولے محسوس ہوئے!۔ گویا کمرہ کسی چیل کی طرح پر پھڑپھڑاتا ہوا اُڑا جا رہا ہو!۔

وہ بوکھلا کر اندھیرے میں سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور ٹھوکر کھائی ہی نہیں بلکہ گرتے ہی خود کو کسی کی آہنی گرفت میں محسوس کیا۔ ساتھ ہی کان کے قریب ہی جوزف کی غراہٹ سنائی دی!"کون ہے.... مار ڈالوں گا۔!"

"مار بھی ڈال!...." عمران نے مُردہ سی آواز میں کہا!" مگر تو یہاں کہاں۔!"

"باس!۔" جوزف کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی!۔

"ابے یہ کمرہ ہل کیوں رہا ہے۔!"

"ہائیں تو کیا آج آپ نے بھی پی لی ہے!۔" جوزف نے خوش ہو کر بھدا سا قہقہہ لگایا!۔

عمران فرش پر اُکڑوں بیٹھ گیا!.... جوزف کہہ رہا تھا!" میں تو.... میں تو.... پانچ بوتلیں بیک وقت ختم کر کے سویا تھا!.... باس یہ لوگ بہت مہمان نواز ہیں خدا اِن پر اپنی برکتیں نازل کرے۔ مگر یہ شراب کیسی تھی کہ میرا ابھی کمرہ ہل رہا ہے! ارے ہاں.... وقعی ہل رہا ہے۔ خدا کی قسم!۔"

"مجھے سوچنے دے جوزف! یقیناً کوئی گھپلا ہوا ہے۔!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا!۔

"ٹھہریئے باس میں بھی ذرا دو تین گھونٹ لے لوں تاکہ کچھ سمجھ میں آئے!"

آوازوں سے عمران نے اندازہ لگایا کہ جوزف اٹھ کر چل رہا ہے! پھر ایسی آوازیں آئیں جیسے وہ لکڑی کی کسی چیز پر متواتر ہاتھ مار رہا ہو!

"ارے باس۔!" دفعتاً جوزف چیخا!" یہ کمرہ نہیں لکڑی کا صندوق ہے.... واہ کیا پاگل پن ہے۔!"

"جوزف.... واپس آجاؤ۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔" ہم کسی بحری جہاز کے کیبن میں ہیں!.... کھڑکی تلاش کرنے کی کوشش کرو! میرا دم گھٹ رہا ہے!۔"

"ہائیں! بحری جہاز!.... مگر.... باس!"

"کچھ نہیں! میرا خیال ہے کہ اُن دونوں آدمیوں نے تمہیں پہچان لیا تھا!"

"کون دونوں۔!"

"وہی جن کی زبان تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تھی!۔"

"اوہ ......اُن کی شکلیں نفرت انگیز تھیں"۔ جوزف پھر کراہ کر بولا! بحری جہاز ہو یا جہنم کا آتشی جہاز ہو!.... اگر شراب نہ ملی تو میں کیا کروں گا!.... وہ مجھ اندھے کی لاٹھی ہے۔!"

"نہیں لاٹھی کی بھینس ہے! اب خاموش رہو ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا! ابے تم نے اتنی کیوں پی لی تھی کہ وہ تمہیں لاد لیں!۔"

"مگر باس آپ کو کیا ہوا تھا!.... آپ تو پیتے.... ہا آ آ!۔" جوزف نے غالباً جماہی لی تھی! پھر بولا۔" آپ تو پیتے بھی نہیں ہیں!۔"

"مجھے کسی دوسری طرح بیہوش کیا ہوگا۔ مگر اب ہم کہاں جا رہے ہیں!" عمران نے اپنی ناک ٹٹول کر کہا!.... ناک پر سے کوہان غائب تھا! اُس نے بوکھلا کر کہا" ارے جوزف دیکھ تو تیری ڈاڑھی موجود ہے یا نہیں!۔"

"میں اسی لئے تو خوش ہوں باس کہ اب ڈاڑھی نہیں ہے.... ہاہا....۔" جوزف نے قہقہہ لگا کر کہا!" مجھے اس نقلی ڈاڑھی سے کتنی الجھن ہوتی تھی!۔ وکیل نے آپ کے جانے کے بعد اُسی آدمی کو بلایا تھا جس نے میرا میک اَپ کیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ میک اَپ میں تبدیلی کر دے۔ اُس نے ڈاڑھی نکال کر میرا ہونٹ بھی ٹھیک کر دیا تھا! پھر ہم سب پینے لگے تھے!۔ وکیل مجھ سے بہت خوش تھا! اُس نے کہا تھا میں تمہیں شراب میں نہلا سکتا ہوں!۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی! یقیناً جوزف پہچان لیا گیا ہے۔ مگر آخر یہ کیا چکر تھا! اتنا ہی تھا جتنا سامنے آیا تھا یا اور کچھ بھی تھا!.... اور اب یہ بحری اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا!.... اسی دیس میں بیٹھے گا یا ریگستانی اونٹ کی طرح جدھر منہ اٹھ گیا ہے اُدھر ہی۔ یا۔!"

"اُوہ باس! یک بیک جوزف خوش ہو کر بولا!۔ "اگر یہ جہاز ہے تو یہاں شراب ضرور ملے گی۔"

"خاموش رہو!...."

عمران.... ٹٹولتا ہوا اٹھا اور پھر بستر پر جا کر لیٹ گیا!۔



صفدر ترکاریوں کی جھابی پیٹھ پر لادے ہوئے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ دفعتاً" جھابی اُس کی گرفت سے چھوٹ کر زمین پر جا گری!۔

کیونکہ اُسے مقامی آدمیوں کے مجمع میں ایک جانا پہچانا سا چہرہ نظر آیا تھا! اور نظر بھی یوں آیا تھا کہ اُس مجمع میں سب سے لمبے آدمی کا چہرہ تھا!۔

"جوزف....!" اُس کی زبان سے بے اختیار نکلا اور ترکاریوں کی جھابی سنبھال کر وہ مجمع کی طرف جھپٹا! قریب پہنچ کر اُس نے عمران کی آواز سنی! جو عربی میں کچھ کہہ رہا تھا اور لوگ قہقہے لگا رہے تھے!

"ارے یار....!" جوزف نے کہا!" خالی۔ خولی ہنسنے سے کیا فائدہ۔ تھوڑی سی پلا دو! پھر ایسے تماشے دکھاؤں گا کہ طبیعت خوش ہو جائے گی!۔"

یہ اُس نے انگریزی میں کہا تھا اور پھر گڑبڑا کر عربی میں کچھ کہنے لگا تھا!۔

صفدر گھر کی طرف بھاگ آیا! وہ چاہتا تھا کہ ترکاری کی جھابی وہاں پھینک کر پھر یہیں واپس آجائے!

لزی نے اُسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں رُکا تھا! واپسی پر اُس نے مجمع کو وہیں پایا!.... جوزف سر کے بل کھڑا.... عربی میں کوئی گیت گا رہا تھا! لوگ قہقہے لگا رہے تھے اور

عمران کسی مداری کی طرح ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ کہہ رہا تھا۔

لوگ ہنستے رہے! جوزف اُلٹے سیدھے کرتب دکھاتا رہا! عمران مداریوں کی نقل اتارتا رہا....

اور پھر یک بیک چھوٹا مٹو بھی وہاں آ پہنچا! اُس کے ساتھ پانچ آدمی تھے۔ جن کے ہاتھوں میں لمبی نالوں والی رائفلیں تھیں اور سینوں پر کارتوسوں کی پیٹیاں نظر آ رہی تھیں! مٹو کو دیکھتے ہی مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا!.... عمران اور جوزف سیدھے کھڑے ہو گئے! رائفلوں کی نالیں اُن کی طرف اُٹھ گئی تھیں۔

"تم کون ہو....!" مٹو نے انگریزی میں پوچھا!۔

عمران نے کوئی جواب نہ دیا! خاموشی سے کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا لیکن جوزف لہک کر بولا "واہ ایک تو ایسا ملا جو انگریزی بولتا ہے.... اے پیارے بھائی تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں! تھوڑی سی پلوا دو.... تاکہ یہ زبان مزید دعاؤں کے لئے کھل سکے!۔"

"تم کہاں سے آئے ہو!۔"

"ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہم زمین پھاڑ کر نکلے ہوں!.... اچھے بھلے محل میں سوئے تھے!.... آنکھ کھلی تو ایک ریت کا ٹیلہ ہمیں لوریاں سنا رہا تھا"!.... جوزف نے کہا!۔

"جواری ہو!۔" مٹو نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں گورنر....! یہ پرنس آف چھروٹی ہیں اور میں اِن کا باڈی گارڈ!۔ ابھی ہم سرکس دکھا رہے تھے! بس تھوڑی سی پلوا دو! طبیعت خوش کر دوں گا۔! اور اگر نہ پلوائی تو میں دہریہ ہو جاؤں گا!.... اور وہ جو صلیب پر ہے تمہیں ایک بہت بڑی بددعا دے گا۔!"

"بکواس بند کرو! اور ہمارے ساتھ چلو۔!" مٹو نے کہا اور پھر صفدر کی طرف مڑ کر کہا!" کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو!۔"

"کیوں نہیں!.... یہ میرے باس پرنس آف چھروٹی ہیں!۔ ہم لوگوں پر پتہ نہیں کونسی مصیبت نازل ہوئی ہے جو اس منحوس جزیرے میں اس طرح پھینکے جا رہے ہیں!۔" صفدر نے جواب دیا!۔

"اچھا تو تم بھی چلو ساتھ! میرے ڈیڈی تم سے بھی گفتگو کرنا پسند کریں گے۔۔!" مٹو نے کہا اور انہیں رائفلوں کے گھیرے میں لے کر ایک طرف چل پڑا....

عمران صفدر سے گفتگو کرنا چاہتا تھا! اس لئے اُس نے اُسے نہایت اطمینان سے اُردو میں مخاطب کیا! "تم یہاں کیسے؟

"یہی سوال میں آپ سے بھی کرنا چاہتا تھا!۔"

"اس جگہ کا کیا نام ہے!۔"

"یہ صرف جزیرہ کہلاتا ہے! غالباً فرانس کا مقبوضہ ہے!"

"یقیناً یہی بات ہو گی! کیونکہ ہمارا سفر طویل تھا!...." عمران بولا!.... اور پھر وہ خاموشی سے چلتے رہے!۔

بستی کے نشیب میں سرخ منارہ کی ایک عمارت کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ انہیں اس میں داخل ہونے کو کہا گیا۔ یہ ایک مختصر سا ہال تھا! جس میں تین آدمی پہلے ہی سے موجود تھے! ان میں سے ایک بڑا مٹو تھا!.... قوی ہیکل اور تنومند۔ اس کا چہرہ گھنی اور گول ڈاڑھی سے ڈھکا ہوا تھا۔ مونچھیں اتنی گھنیری تھیں کہ دہانہ تلاش کرنے کے لئے آنکھوں پر خاصا زور دینا پڑتا! چھوٹے مٹو نے اس سے جو کچھ بھی کہا صفدر نہیں سمجھ سکا کیونکہ عربی زبان استعمال کی گئی تھی! عمران کا چہرہ اُسے بالکل سپاٹ نظر آیا! البتہ جوزف اُن لوگوں کو خونخوار نظروں سے گھورنے لگا تھا۔

دفعتاً بڑے مٹو نے انہیں انگریزی میں مخاطب کیا! "تم کون ہو۔"

"میں فی الحال پروفیسر بوغا کی خدمات انجام دے رہا ہوں!" صفدر نے کہا! "لیکن یہ شخص میرا مالک ہے!"۔

صفدر نے یہ بات نہایت اطمینان سے یہاں بھی ظاہر کر دی!۔ اُس نے سوچا تھا کہ اگر یہ چیز عمران کی مرضی کے مطابق نہ ہوتی تو اُس نے اُسے راستے ہی میں ٹوکا ہوتا!....

"تو تم یہاں کیوں آئے ہو!۔"

صفدر نے چھوٹے مٹو کی طرف اشارہ کر کے کہا! "یہ لائے ہیں!۔"

بڑا مٹو اُس کی طرف ہاتھ ہلا ہلا کر دہاڑنے لگا!۔ شائد وہ اس پر بگڑ رہا تھا!.... زبان عربی تھی اِس لئے صفدر کچھ نہ سمجھ سکا! البتہ اُس نے عمران کو متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے دیکھا! چھوٹا مٹو غالباً گڑگڑا رہا تھا! اپنی صفائی پیش کر رہا تھا!.... پھر اُس نے یک بیک صفدر سے کہا!

"مجھے افسوس ہے! دوست!.... تم جا سکتے ہو!۔"

پھر سوالیہ انداز میں صفدر کی طرف گھورنے لگا۔

"مگر سردار!...."صفدر نے بڑے مٹو کو مخاطب کیا!۔"میرے مالک کا کیا ہوگا!.... یہ ایک معزز آدمی ہے!ریاست چرونٹی کا شہزادہ ہے۔!"

بڑے مٹو نے جواب میں ایک زوردار قہقہہ لگایا دیر تک ہنستا رہا پھر بولا!"یہاں اس جزیرے میں کوئی کسی کا مالک نہیں ہے! سب غلام ہیں! یہاں صرف وہی معزز ہے شہزادہ ہے.... جو میرے لئے زیادہ مچھلیاں پکڑ سکے! جاؤ۔!"

بڑے مٹو کے تیور بُرے تھے!اور عمران کچھ ایسے انداز میں کھانسا تھا جیسے وہ بھی صفدر کو چلے ہی جانے کا مشورہ دے رہا ہو!



جولیا کو ایکس ٹو کی طرف سے اطلاع ملی کہ عمران جزیرہ موبار سے بھی غائب ہو گیا ہے!اور اُس کا اب کوئی پتہ نہیں!... اور یہ حقیقت بھی تھی کہ چوہان اور نعمانی کو قطعی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ وہ اور جوزف اُس عمارت سے کب اور کہاں غائب ہو گئے تھے! حالانکہ وہ دن رات باری باری اُس عمارت کی نگرانی کرتے رہتے تھے!۔

دوسرے ہی دن جولیا خود بھی موبار جا پہنچی!اُس کے ساتھ خاور بھی تھا!اور دونوں میک اَپ میں تھے!۔

وہ جزیرے کے اُس ہوٹل میں ٹھہرے جہاں زیادہ تر ٹورسٹ ٹھہرا کرتے تھے!

"وکیل داراب کے متعلق اچھی رپورٹ نہیں ہے!۔"خاور نے جولیا سے کہا!"اُس کا ماضی تاریک رہا ہے۔!اور وہ آج بھی پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا جاتا!.... !اُس کا پیشہ صرف "بھائیوں کے کاروبار" کا قانونی مشیر ہونے تک محدود ہو گیا ہے!۔"

"صورت سے ہی بُرا آدمی معلوم ہوتا ہے!۔"

"میری دانست میں سب سے زیادہ اہم انور چوہان ہے جس کا رول ادا کرنے پر عمران کو مجبور کیا گیا تھا!"

"یہ لڑکی شالی!...." جولیا کسی سوچ میں پڑ گئی! پھر تھوڑی دیر بعد بولی!

"کیا میں اُس سے ملوں۔"

"نہیں! ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ آدھے کاروبار کا مالک انور چوہان قتل کر دیا گیا ہے اور اب انہیں کسی ایسے بیوقوف کی تلاش ہے جو انور چوہان کا رول ادا کر سکے۔ انور چوہان کو یہاں اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا۔"

پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔" جولیا نے پوچھا۔

"مجھے نعمانی کا انتظار ہے۔ اُس کی آج کی رپورٹ کے بعد ہی میں کچھ سوچ سکوں گا۔"

"پتہ نہیں یہ کمبخت کہاں کہاں ٹانگ اُلجھاتا پھرتا ہے۔"

"کون؟"

"عمران؟"

"بھئی۔ یہ آدمی کبھی میری سمجھ میں نہ آسکے گا۔ میرا خیال ہے کہ آج تک جتنے کیس بھی ہمارے پاس آئے ہیں اُن میں یہ کسی نہ کسی طرح ضرور الجھا رہا ہے۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ یہ ایکس ٹو کی شخصیت سے بھی واقف ہے۔" جولیا نے کہا۔

"خدا جانے۔!"

آٹھ بجے رات کو نعمانی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بھی کوئی سیاح ہی معلوم ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے زیادہ تر پیدل چلتا رہا ہو۔

"یہ بڑی عجیب بات ہے۔" اُس نے بیٹھ کر طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ "شالی خود بھی متحیر اور پریشان تھی کہ عمران اور جوزف کہاں غائب ہو گئے۔ اُن کے ساتھ ہی وکیل دراب بھی غائب تھا۔ میں نے اُسے دیکھا ہے لیکن شالی نہیں جانتی کہ داراب یہیں اِسی جزیرے ہی میں ایک جگہ موجود ہے۔ شالی کو شدت سے اس کی تلاش ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان دونوں کے غائب ہو جانے کے بعد سے وہ اب تک شالی سے نہیں ملا۔"

"داراب کہاں ہے!" خاور نے پوچھا۔

"مشرقی ساحل کے قریب ماہی گیروں کا ایک جدید وضع کا جھونپڑا ہے۔ وہیں وہ دو آدمیوں کے ساتھ اس وقت بھی موجود ہے۔"

"تین ہی ہیں! داراب سمیت!"

"داراب!" جولیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "میرا خیال ہے کہ ان لوگوں پر بھی کیوں نہ ایسا ہی جال پھینکا جائے جیسا انہوں نے عمران پر پھینکا تھا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تھوڑا اور سوچ لوں.... تو بتاؤں...." جولیا اُٹھ کر برابر والے کمرے میں چلی گئی۔



جوزف ماہی گیروں میں بیٹھا اپنے کارنامے "ہانک" رہا تھا۔ قصور اُس کا نہیں بلکہ اُس شراب کا تھا جو آج کل اُسے بہ افراط مل رہی تھی۔

اِس وقت ماہی گیروں کا ایک جتھا ساحل کے کنارے ریت پر جشن منا رہا تھا۔ ایک جگہ بڑے سے الاؤ میں آگ روشن تھی جس میں مچھلی کے قتلے بھونے جا رہے تھے۔ شراب کا دور چل رہا تھا اور عمران ایک طرف بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ جوزف دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ رہا تھا۔ "تو پھر میں نے نگانہ کے باپ سے کہا تم شوق سے مزوٹا قبیلے کے سردار کو اپنی پری پیکر بیاہ دو میرے پاس سفید بیلوں کی جوڑی نہیں ہے۔ میری کرالی کی چھت ٹپکتی ہے۔ میرے پاس صرف ایک نیزہ ہے جس کا جواب ساری دنیا میں نہیں ملے گا ایک شور مچانے والی سیاہ بندوق ہے جس کی گولی کبھی پلٹ کر نہیں آتی۔ تب نگانہ مایوس ہو گئی تھی دہاڑیں مار مار کر روتی تھی اور اُسے مزوٹا قبیلے کے سردار کے ساتھ بیاہ دیا گیا تھا.... ہاہا.... میں تو بندوق سے شادی کر چکا تھا اور نیزہ میرا سالا تھا.... ہاہا.... اور انڈیلو.... شیروں کی طرح دہاڑو پھر میں تمہیں فتح کا ناچ دکھاؤں گا.... ہاہا...."

عمران پروفیسر بوغا کے متعلق سوچ رہا تھا کیونکہ صفدر نے اُسے اب تک کی مفصل رپورٹ دی تھی۔ خصوصیت سے کتے کے بچے اور بندر کے بچے اُس کی الجھن کا باعث بنے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی صفدر نے ملنے کا وعدہ کیا تھا وہ کہیں بھی مل سکتے تھے۔ اُن پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ عمران اور جوزف دن بھر کھلے سمندر میں مچھلیاں پکڑتے رہتے اور رات کو ایک لکڑی کے کیبن میں سو رہتے لیکن انہیں آس پاس ابھی تک کوئی بڑا جہاز یا اسٹیمر نہیں دکھائی دیا تھا.... ماہی

گیری بڑی بڑی بادبانی کشتیوں کے ذریعہ ہوتی تھی۔ پورے جزیرے میں صرف ایک موٹر لانچ تھی اور وہ بڑے مٹو ہی کی ملکیت تھی یا پھر روزانہ شام کو وہ بڑی دخانی کشتی تھی جو دن بھر کی شکار کی ہوئی مچھلیاں بار کر کے کسی نامعلوم مقام پر لے جاتی تھی.... اُس کشتی پر کام کرنے والا عملہ شائد گونگا تھا کیونکہ عمران نے آج تک نہ توانہیں آپس سے گفتگو کرتے سُنا تھا اور نہ وہ مقامی ہی لوگوں سے مخاطب ہوتے تھے۔

عمران سوچ رہا تھا کہ آخر اِس جزیرے میں پھینکے جانے کا کیا مقصد ہے اگر وہ پہچان بھی لئے گئے تھے تو یہاں اُن سے باز پُرس ہونی چاہئے تھی لیکن.... یہ جزیرہ تو.... یہ بھی اس کے لئے عجیب تھا۔ اس کے متعلق عمران نے بھی وہی سُنا تھا جو اُس سے پہلے جوزف سن چکا تھا اور اِن دونوں کے متعلق بھی دوسرے ماہی گیر سمجھتے تھے کہ وہ جواری تھے اور بد معاش جہاز رانوں نے انہیں لوٹ کر یہاں لا پھینکا تھا.... مگر عمران اور صفدر کا معاملہ ؟

وہ اس پر غور کرتا ہی رہ جاتا لیکن کوئی واضح جواب نہ ملتا۔ اس پر غور کرتے وقت ایک دوسرا خیال بھی ساتھ ہی ساتھ موجود رہتا۔ یہی کہ ممکن ہے کہ یہاں لا پھینکنے والے انور چوہان کے وہی مخالف ہوں جنہوں نے اُسے اٹھالیجانے ہی کی نیت سے حملہ کیا تھا۔

بہر حال اَب یہاں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا ممکن نہیں تھا۔ یہاں سے نکلنے ہی کی تدبیر کرنی تھی۔ یہ کام بھی مشکل ہی تھا کیونکہ یہاں کے حالات آنکھوں کے سامنے تھے۔ بادبانی کشتیوں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا.... اور پھر وہ جاتے بھی کہاں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اُن کا ملک یہاں سے کس سمت ہے کیونکہ اس جزیرے کا کچھ نام ہی نہیں تھا ورنہ عمران کو اپنی جغرافیہ دانی کا امتحان کرنے کا خاصا موقع نصیب ہوتا۔

صفدر تھوڑی دیر بعد اُسے تلاش کرتا ہوا وہاں آ پہنچا اور بیٹھتے ہی ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"خیریت۔!" عمران مُسکرایا۔ "اس وقت تو تم نے بڑی عاشقانہ قسم کی سانس لی ہے۔"

"عمران بھائی! میں بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں بالکل چغد ہو کر رہ گیا ہوں۔"

"بہت دیر میں احساس ہوا۔ پہلے ہی مجھ سے تذکرہ کیا ہوتا تو میں تمہیں آگاہ کر دیتا۔"

"پوری بات بھی سنیے۔"

"بوغا کی لڑکی کے علاوہ اور کہانی نہ ہو گی۔ مائی ڈیر صفدر صاحب۔"

"قسم ہے۔ خدا کی۔" صفدر آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر مُسکرا کر بولا۔ "آپ ہر رنگ میں بھیانک ہی نظر آتے ہیں۔"

"میں کہتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔" عمران نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔ "وہ لڑکی بہت دلکش اور سیدھی سادی ہے۔ وہ یقیناً تم پر اثر انداز ہوئی ہوگی اور تمہارے لئے میری دانست میں بوغا ہی ٹائپ کا خسر زیادہ مناسب رہے گا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ صفدر بوغا نام بھی خاصا ٹھاٹھ دار رہے گا۔"

"آپ میرا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔"

"نہیں..... تو ہاں.... کتے کے پلوں کی خبر سناؤ۔"

"وہ میرے لئے مستقل دردِ سر ہیں۔ ہر وقت دو چار صحن میں ٹیاؤں ٹیاؤں کرتے پھرتے ہیں۔"

"میں اس کے متعلق سننا چاہتا ہوں جس کا گھر لائبریری کی کسی الماری کے پیچھے ہے۔"

"کیا مطلب؟" صفدر چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"مارو گولی۔ لزی واقعی بڑی اچھی لڑکی ہے لیکن کیا وہ بھی عاشق ہو گئی ہے۔"

"جی نہیں۔" صفدر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "آپ یہ تذکرہ نہ چھیڑیں تو بہتر ہے۔"

"کیا تم ہمیشہ یہیں رہنا چاہتے ہو۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"یہ کون کہتا ہے۔"

"پھر میری باتیں ٹھنڈے دل سے سنو۔ جواب طلب باتوں کا احتیاط سے جواب دو۔"

"پوچھئے لیکن یہاں سے نکل چلنے سے لزی کا کیا تعلق!"

"میں اپنی پارٹی کے کسی آدمی کی محبوبہ کو یہیں چھوڑ جانا پسند نہیں کروں گا۔"

"اوہ.... تو آپ اسے آلہ کار بنانا چاہتے ہیں۔ نہیں یہ مجھ سے نہ ہو گا۔"

"تب پھر تم سے کبھی کچھ نہ ہو گا۔ صفدر صاحب! ہو سکتا ہے کہ.... مگر خیر جانے دو۔ ہاں تمہاری محبت کس حد تک بڑھ چکی ہے۔"

"آپ سنجیدگی سے پوچھ رہے ہیں۔"

"قطعی.....! تمہیں اِس میں شبہ نہ ہونا چاہئے۔"

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے یا نہیں لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ مجھ پر اعتماد کرتی ہے۔"

"گڈ!.... میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ مگر تم یہ کس بنا پر کہہ رہے ہو۔"

صفدر نے پائپ سلگا کر دو تین کش لئے اور بولا۔ "چھوٹے مٹو کی کہانی تو آپ کو سنا ہی چکا ہوں۔ آج لڑکی پروفیسر کا ایک فیصلہ سُن کر ششدر رہ گئی۔ وہ لڑکی کی شادی چھوٹے مٹو سے کرنا چاہتا ہے۔ بوڑھی عورت نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا لیکن لڑکی کو سکتہ سا ہو گیا تھا۔ پروفیسر نے کہا کہ اب اس جزیرے سے واپسی کے امکانات نہیں ہیں۔ لڑکی کی شادی پھر کہاں ہو گی۔ چھوٹا مٹو ہی اس کے لئے ہر طرح مناسب رہے گا کیونکہ وہ بذات خود کرسچین ہے۔ کچھ دیر بعد لڑکی مجھ سے تنہائی میں ملی اور پروفیسر کے فیصلے سے آگاہ کیا۔ پھر بولی او ہار اخدا کے لئے مجھے کسی طرح بچاؤ.... ڈیڈی اپنی بات پر ہمیشہ اٹل رہتے ہیں خواہ وہ صحیح ہو یا غلط میں نے کہا میں کس طرح بچا سکتا ہوں۔ اس نے کہا کہیں سے زہر لادو یہی سب سے بڑی مدد ہو گی۔"

"اِسے جاؤ۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "مرنے کے لئے اتنا بڑا سمندر کیا کم ہے۔"

"خدا کی قسم آپ درندوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔" صفدر بھنا گیا۔

"خیر.... خیر.... تم نے کیا کہا۔"

"کچھ نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ تو جا کر زہر تلاش کرو اور میں ساری زندگی مچھلیاں پکڑتا رہوں گا۔ جوزف پی پی کر غل غپاڑا مچاتا رہے گا۔"

"تو بتائیے نا میں کیا کروں۔" صفدر نے دانت پیس کر ریت پر ہاتھ مارا۔

"لڑکی کو اپنے اعتماد میں لو۔ اُس سے معلوم کرو کہ اُسی الماری کے پیچھے بندر کے بچے بھی چیختے ہیں یا نہیں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ آپ کبھی سنجیدگی سے گفتگو نہیں کر سکتے۔" اس بار صفدر نے پیشانی پر ہاتھ مار لیا۔

"تم شائد پاگل ہو گئے ہو۔" عمران بڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔

کچھ دور جوزف ہاتھ ہلا ہلا کر کہہ رہا تھا۔ "اسے ہمیشہ یاد رکھنا دوستو کہ عورت بری بلا ہے۔ زگیلا نے جیسے ہی جھاڑیوں سے سر نکالا ایک چمکدار کلہاڑی نے اُس کی گردن اُڑا دی.... اور شیروں کا شیر زگیلا گردن اور دھڑ سے الگ الگ تڑپنے لگا۔ ماینا اس کی لاش پر کھڑی قہقہے لگا رہی تھی اور چھپ کر حملہ کرنے والے اُس کے گرد ناچ ناچ کر جنگی ترانہ گا رہے تھے۔ فتح کا گیت۔ اگر اُس نے ماینا کی آہوں اور سسکیوں پر اعتبار نہ کر لیا ہوتا تو اس طرح گیدڑ کی موت نہ مرتا.... اور انڈیلو.... میرا برتن میرے دشمنوں کی کھوپڑیوں کی طرح خالی ہے۔"

"عمران صاحب! کیا سچ مچ آپ پلوں اور بندروں کے معاملے میں سنجیدہ ہیں۔" صفدر نے پوچھا۔

"صرف اُسی پلے اور بندر کے معاملے میں جس کی آوازیں لائبریری یا بوغا کی خواب گاہ سے آتی ہوں۔"

"اچھا تو پھر۔!"

"بس یہ معلوم کرو فی الحال کہ اُسی الماری کے پیچھے کبھی کسی نے بندر کے بچے کی آواز سنی ہے یا نہیں۔ اور یہ بات تمہیں صرف لزی ہی سے معلوم ہو سکے گی۔"

"پھر کیا ہوگا۔!"

"فی الحال مجھے اِسی سوال کا جواب چاہئے۔ بقیہ باتیں بعد کی ہیں۔"



O

اندھیرے میں ایک نسوانی چیخ اُبھری اور وہ دور تک سناٹے میں پیوست ہوتی چلی گئی۔ پھر متواتر چیخیں.... "بچاؤ.... بچاؤ...." زبان انگریزی تھی۔

"کون ہے!" کسی تاریک گوشے سے کوئی دہاڑا۔ پھر متعدد دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آئیں۔ کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ کچھ دوڑتے ہوئے قدم رکے.... اور کچھ دوڑتے چلے گئے.... ان کی آوازیں بتدریج دور ہوتی جا رہی تھیں۔"

"ٹارچ.... ٹارچ۔" کوئی چیخا۔ "جلدی کرو.... شائد لاش ہے.... میں نے اُسے چھولیا

ہے۔"

روشنی کا دائرہ ادھر اُدھر گردش کر کے ایک جگہ رک گیا۔ یہ کوئی سفید فام عورت تھی۔ زمین پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔

"کیا مر گئی.... "کسی نے پوچھا۔

"نہیں.... سانس لے رہی ہے۔" وکیل داراب سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"زخم.... خون۔"

"نہیں۔ شائد بیہوش ہے۔ چلو اٹھاؤ.... پتہ نہیں کون ہے۔" داراب نے اُسے سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اوہ.... چاند کا ٹکڑا.... ٹھہرو! میں ہی اٹھاتا ہوں۔ تم روشنی دکھاؤ۔"

داراب نے اُسے ہاتھوں پر اٹھالیا۔ بیہوش لڑکی کے ہاتھ اور پیر جھولتے رہے۔ دو آدمیوں میں سے ایک روشنی دکھا رہا تھا۔ انہیں زیادہ دور نہیں چلنا پڑا۔ وہ لکڑی اور پیال سے بنائے ہوئے ایک بڑے جھونپڑے میں داخل ہوئے۔ یہاں شائد چھوٹے چھوٹے کئی کمرے تھے کیونکہ وہ جس کمرے میں داخل ہوئے تھے وہ جھونپڑے کی بیرونی جسامت سے بہت چھوٹا تھا۔

زمین پر پیال بچھی ہوئی تھی اور اُن پر تین گدے نظر آرہے تھے۔ شائد انہیں بستروں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ انہوں نے اُسے بہ آہستگی ایک گدّے پر لٹا دیا اور متحیرانہ نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگے۔ داراب نے کہا۔ "کوئی ٹورسٹ معلوم ہوتی ہے.... ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس کوئی بڑی رقم رہی ہو۔"

"اگر ہم یہاں نہ ہوتے تو اس کا کیا حشر ہوتا۔" ایک نے کہا۔

"ذرا برانڈی لاؤ۔" داراب نے دوسرے سے کہا۔ اور وہ ایک دروازے سے گزر کر غائب ہو گیا۔ پھر وہ اُس کی واپسی تک کچھ نہ بولے۔ البتہ داراب اِس دوران میں یہ دیکھنے کی کوشش کرتا رہا تھا کہ بیہوش لڑکی کے دانت سختی سے تو نہیں جم گئے۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے سر ہلا کر کہا۔ "برانڈی بہ آسانی دی جا سکے گی۔ جبڑے ڈھیلے ہیں۔"

بیہوش لڑکی کے حلق میں برانڈی ٹپکائی گئی اور وہ نتیجے کا انتظار کرنے لگا۔ شائد پندرہ منٹ بعد وہ پوری طرح ہوش میں آگئی تھی اور انہیں بتایا تھا کہ وہ فرانسیسی ہے۔ دارالحکومت میں ایک

پرائیویٹ فرم میں ملازمت کرتی ہے اور بغرض تفریح یہاں تنہا آئی تھی۔ ہالی ڈے کارنر کے ایک کمرے میں قیام ہے۔ شام کو تفریح کرنے نکلی تھی۔ ویران ساحلوں پر اندھیرا ہو گیا اور وہ سمتوں کا تعین نہ کر سکنے کی بناء پر راہ بھول گئی.... بھٹکتی ہوئی ادھر آنکلی تھی کہ کسی نے حملہ کر دیا اس کا اندازہ تھا کہ حملہ آور کم از کم تین تھے۔ پھر اُس نے اپنے پرس کے متعلق پوچھا۔

"پرس تو نہیں تھا.... آپ کے آس پاس بھی نہیں نظر آیا تھا۔" داراب نے جواب دیا۔

"اوہ.... تب تو.... تب تو...." لڑکی کے چہرے پر بد حواسی نظر آنے لگی۔ وہ چند لمحے گہری گہری سانسیں لیتی رہی پھر بولی۔ "میرے پرس میں ساڑھے چار سو روپے تھے اور اب میں اِس قابل بھی نہیں رہ گئی کہ ہوٹل کا بل ادا کر سکوں۔"

"اوہ...." داراب کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی خاص بات سوچ رہا ہو۔

"مجھے بے حد افسوس ہے محترمہ۔" اُس نے غمناک لہجے میں کہا۔ "بہر حال خود کو خوش قسمت سمجھئے کہ آپ ہمارے جھونپڑے کے قریب ہی تھیں اور ہم اس وقت یہاں موجود تھے ورنہ یہاں اس جزیرے میں اکثر ٹورسٹ مرتے اور زخمی ہوتے رہتے ہیں مگر یہ بات بڑی تشویش کن ہے کہ آپ بالکل ہی خالی ہاتھ ہو گئی ہیں.... لیجئے.... برانڈی اور لیجئے۔ آپ کا یہاں کتنے دن قیام کرنے کا ارادہ تھا۔"

"میں پندرہ دن کے لئے آئی تھی اور آج پہلا ہی دن تھا۔"

داراب کے دونوں ساتھی اُسے بھوکی نظروں سے دیکھ رہے تھے ایک نے داراب کو آنکھ ماری لیکن داراب کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آرہا تھا۔

"ہوٹل کے بل واپسی کا کرایہ۔" داراب کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "اور آپ کوئی بُری لڑکی بھی نہیں معلوم ہوتیں۔"

"کیا مطلب!" لڑکی نے آنکھیں نکال کر پوچھا اور اس طرح سنبھل کر بیٹھ گئی۔ جیسے خطرے کی بو سونگھتے ہی دروازے کی طرف چھلانگ لگائے گی۔

"مطلب صاف ہے۔ آپ اپنی مالی حالت سدھارنے کے لئے کوئی غلط قدم نہیں اٹھائیں گی۔"

"ہر گز نہیں۔" لڑکی نے سخت لہجے میں کہا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ کوئی ڈرپوک لڑکی نہیں ہے۔

"کیا یار.... داراب کیا بوریت پھیلا رہے ہو"۔ اُس کے ساتھی نے اُردو میں کہا اُس کے آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"بکواس مت کرو۔" داراب نے اُسے جھڑک دیا اور لڑکی سے بولا۔ "میں آپ کے لئے کم از کم دس دن کے لئے کام مہیا کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ آپ نہ صرف ہوٹل کا بل ادا کر سکیں بلکہ واپسی کے انتظامات بھی کر سکیں۔"

"میں بے حد ممنون ہوں گی لیکن اُسے ضرور یاد رکھئے گا کہ میں اپنے ضمیر کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کرتی خواہ مجھے زندگی ہی سے کیوں نہ ہاتھ دھونا پڑے۔"

"میں ایک شریف آدمی ہوں.... بیٹی.... مجھ سے کوئی بری توقع نہ رکھو۔" داراب نے مُسکرا کر کہا اور اُس کے دونوں ساتھی اُسے غصیلی نظروں سے گھورنے لگے تھے۔

داراب نے کسی کو آواز دی اور ایک بوڑھا آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"مسی کو بستی تک چھوڑ آؤ۔ ٹارچ لیتے جاؤ۔" اُس نے اُس سے کہا اور ایک بار پھر لڑکی سے اس کے پتہ کی وضاحت چاہی۔

لڑکی کے جانے کے بعد اُس کے دونوں ساتھی اُس پر خفا ہونے لگے اور اس نے مُسکرا کر کہا "میں بہت ٹھنڈا آدمی ہوں۔ کام مقدم ہونا چاہئے۔ یہ بس اتفاق ہی ہے کہ وہ ہاتھ آ گئی۔ میں ایک بڑی اُلجھن سے نجات پا جاؤں گا۔ جاؤ ٹھنڈا پانی پی کر سو رہو۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ ایسے موقع پر ٹھنڈا پانی بڑی زحمتوں سے بچا لیتا ہے۔



رات اندھیری تھی! بادلوں کی وجہ سے تاروں کی چھاؤں بھی نہیں تھی اور سارے جزیرے میں صرف لہروں کا شور سنا جا سکتا تھا! مغربی ساحل سے بڑی بڑی پر شور لہریں ہر وقت ٹکراتی رہتی تھیں! بقیہ اطراف کے ساحل پر سکون تھے!۔

عمران اس وقت تنہا تھا اور پروفیسر بوغا کے مکان کے آس پاس منڈلا رہا تھا کیونکہ اُسے اندر سے اشارہ ملنے کا انتظار تھا!۔

ٹھیک دو بجے مشرق کی جانب سے مٹی کے برتن کے ٹوٹنے کی آواز آئی اور عمران کسی شکاری کتے کی طرح، چاق وچوبند نظر آنے لگا!.... یہ مٹی کا برتن اندر ہی سے پھینکا گیا تھا!.... کسی گوشہ سے صفدر بھی آنکلا تھا!.... مکان میں کسی طرف روشنی نہیں دکھائی دے رہی تھی!۔

"لائبریری کون سی ہے۔!"

"میرے ساتھ آیئے!...." صفدر آگے بڑھ گیا! عمران جو کسی بلی کی طرح چوکنا تھا پنجوں کے بل اُس کے ساتھ چلتا رہا!۔

لائبریری کے دروازے پر صفدر رُک کر اُس کی طرف مڑا.... عمران دروازے کا قفل ٹٹولنے لگا! دروازہ مقفل تھا! اُس نے جیب سے ایک نہ مڑنے والے فولادی تار کا ٹکڑا نکالا اور قفل کھولنے کی کوشش کرنے لگا! تیس یا چالیس سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں اُسے کامیابی ہوئی۔ پاٹ بہ آہستگی کھولے گئے! یہاں بھی اندھیرا گھپ تھا! صفدر نے اُسے ایک چھوٹی سی ٹارچ تھمادی! روشنی کا محدود دائرہ چاروں طرف گردش کرنے لگا!.... پھر صفدر نے اُس الماری کی طرف اشارہ کیا جس کے پیچھے سے کتے کے پلے کی آوازیں آیا کرتی تھیں!.... دیوار اور الماری کے درمیان ایک فٹ کا فاصلہ تھا! لیکن وہاں انہیں کچھ بھی نہ دکھائی دیا!۔

پھر اچانک وہ روشنی میں نہا گئے! پشت پر کسی نے اُن پر ٹارچ کی روشنی ڈالی تھی! وہ تیزی سے مڑے لیکن آنکھیں چندھیا گئیں! وہ کوئی غیر معمولی روشنی والی ٹارچ تھی!.... اِس کے بعد ہی انہیں ریوالور کی نال اور ڈاکٹر بوغا کی ڈاڑھی بھی نظر آگئی....!

"بیٹھ جاؤ اجنبی دوست!" اُس نے نرم لہجے میں کہا!....": اور اوہارا تم لیمپ روشن کردو! تمہاری جیب میں دیاسلائی کی ڈبیہ ضرور ہوگی کیونکہ تم تمباکو پیتے ہو!.... اوہو! میں نے ریوالور نکالنے کی زحمت ناحق گوارا کی!.... اوہارا کیا تم نے سنا نہیں! میں کہہ رہا ہوں لیمپ روشن کردو!.... میں سمجھا تھا شائد آج پھر سمندری ڈاکوؤں نے اِدھر کا رخ کیا ہے.... تم لوگ نہ ڈرو! میں ریوالور جیب میں رکھ رہا ہوں! یہ دیکھو!...."

اُنہوں نے اُسے ریوالور سلیپنگ گاؤن کی جیب میں ٹھونستے دیکھا! صفدر نے تینوں لیمپ

روشن کر دیئے!

"اوہو.... بیٹھو.... بیٹھو!.... اوہارا تم بھی بیٹھ جاؤ....!" پروفیسر نے کہا۔

"میں کتابوں کے چور کو چور نہیں سمجھتا!.... میں جانتا ہوں کہ یہاں اس ویران جزیرے میں دل بہلانے کے لئے بھی کچھ ہونا چاہئے۔ اوہارا تم نے مجھ سے کہا ہوتا! میں تمہارے پرنس کے لئے کتابیں ضرور بھجواتا!.... میں نے سنا ہے یہ وہی پرنس ہے جس کی کہانی تم نے مجھے سنائی تھی!۔"

"جی ہاں.... جی ہاں! یہ وہی ہیں!.... اور مجھے انہیں کی بدولت آپ سے شرمندہ ہونا پڑا ہے اس فعل میں مجھے اکسانے والے یہی ہیں! پہلے انہوں نے مجھ سے کتابیں مانگی تھیں! مگر آپ سے کہنے کی ہمت مجھ میں نہیں تھی! ورنہ میں اپنے ہاتھوں سے چرا سکتا تھا! آخر ضمیر بھی تو کوئی چیز ہے!۔"

"یقیناً.... یقیناً.... خیر مارو گولی! تمہاری سنائی ہوئی کہانی بہت دلچسپ تھی! اب میں اُس کا بقیہ حصہ سننا چاہتا ہوں۔!"

عمران ایک گونگے اور بہرے آدمی کی طرح بے تعلق نظر آرہا تھا!.... "پرنس کو انگریزی نہیں آتی....!" صفدر نے کہا! "البتہ آپ ان سے عربی میں گفتگو کر سکیں گے۔!"

"میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں پرنس!۔" پروفیسر نے عربی میں کہا۔

"ہم خوش ہوئے.... اور زیادہ خوش ہوتے مگر اس وقت چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں!" عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا!۔

"کتابوں کے چور میری نظروں میں قابلِ احترام ہیں!" بوغا مسکرا کر بولا! "کیونکہ اَن پڑھ یا جاہل کتابیں نہیں چرایا کرتے۔!"

"اے عاقل آدمی خدا تمہاری عمر دراز کرے.... تم نے اِس وقت لاکھ روپے کی بات کہی ہے!"

"اوہارا نے آپ کی کہانی سنائی تھی!.... لیکن میں بقیہ حصے کے لئے مضطرب ہوں!۔" بوغا نے کہا!

عمران نے صفدر کو گھور کر دیکھا پھر جھینپے ہوئے انداز میں بولا! "ہمیں اپنی صحت دماغی پر

شبہ ہے اس لئے ہم یہ کہانی کیسے بیان کریں.... یا تو ہم خود پاگل ہیں! یا ہمارے علاوہ ساری دنیا پاگل ہو گئی ہے.... تم نے ہماری کہانی کہاں تک سنی تھی!

"تین لڑکیاں آپ کو بھگا لے گئی تھیں۔!"

عمران نے اس پر قہقہہ لگایا اور آہستہ سے بولا! ہم تو دراصل بہروپئے ہیں! آج پرنس کل بادشاہ اور پرسوں کسی سڑک کے کنارے کہانیاں سنا سنا کر دوائیں بیچتے نظر آئیں گے....! او ہمارا جیسے پچاسوں گدھے ہمارے لئے کام کرتے ہیں لیکن انہیں علم نہیں کہ ہم حقیقتاً کون ہیں.... ہم کو خدا نے ایک خاص مشن پر دنیا میں بھیجا ہے!.... وہ یہ کہ ہم ساری دنیا میں حماقت پھیلائیں.... بس وہ لڑکیاں ہمیں غلط سمجھی تھیں.... مگر اس بار ہم خود ہی چکر میں پھنس گئے! پہلے ہم سمجھے تھے کہ لڑکیاں ہمیں اُلّو بنا کر تفریح کرنا چاہتی ہیں! مگر پھر ہماری آنکھیں کھل گئیں! مگر کھلیں بھی کہاں! اس پراسرار جزیرے میں!...."

"اوہ....!" پروفیسر بوغا بے ساختہ ہنس پڑا۔ پھر بولا!" مگر دوست پھر تم کون ہو۔ اس جزیرے میں کیوں آ پھنسے گئے۔ کون لایا تھا تمہیں!"

"خدا جانے.... جوزف بہت زیادہ پی گیا تھا! اس لئے اُسے ہوش نہیں تھا!.... اور ہم نے شائد پلاؤ زیادہ ٹھونس لیا تھا شراب تو پیتے نہیں!.... بہر حال ہماری آنکھ بھی ایک جہاز پر کھلی تھی....! خدا سمجھے!۔"

"تمہارا پیشہ کیا ہے؟"

"حماقت کو رواج دینا! اس کے لئے ہم مضامین لکھتے ہیں!.... تقریریں کرتے ہیں! عملاً حماقتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں!.... تاکہ دنیا میں احمقوں کی پیداوار بڑھے اور تیسری جنگ کا خطرہ سر سے ٹل جائے! ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے ہمیں فنڈ بھی مہیا کرنا پڑتا ہے....! اس لئے ہم نے درجنوں جیب کاٹنے والے ملازم رکھے ہیں.... وہ تینوں لڑکیاں بھی کثیر رقم ازراہ خداترسی ہمارے فنڈ کے لئے عطا کرتیں مگر بیچ میں نہ جانے کیا گھپلا ہو گیا!۔"

"ہوں.... اوہ.... ٹھہرو!.... تم کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو! ٹھہرو! میں تمہارے لئے کافی تیار کراؤں۔ تمہاری ہی طرح میں بھی شراب نہیں پیتا! لیکن کافی یہاں کی آب و ہوا میں شراب کا بدل ثابت ہوتی ہے...... کافی ضرور پیتے رہو ورنہ بیمار مچھلیوں کی طرح سڑ جاؤ گے!"

"پروفیسر بوغا تیزی سے باہر نکل گیا۔ لیکن لائبریری کا دروازہ بھی اتنی ہی تیزی سے بند ہوا تھا!.... عمران بھی جھپٹا! لیکن دروازہ باہر سے بند ہو چکا تھا! پھر کسی قسم کی بھی آواز نہ سنائی دی!

"یہ کیا ہوا....."صفدر بڑبڑایا!

"اب دیکھنا یہ ہے کہ پروفیسر ہمیں پسند کرتا ہے یا تم کو۔!"

"کیا مطلب۔!"

"وہ لڑکی کی شادی کے لئے بہت پریشان ہے!"عمران نے اطمینان سے جواب دیا!

صفدر بُرا سا منہ بنائے ہوئے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا!

پانچ چھ منٹ گزر گئے!.... لیکن باہر کا سناٹا نہ ٹوٹا!

پھر یکایک لائبریری کی دیواروں سے عجیب سا شور بلند ہوا.... اِس کے بعد بوغا کی آواز آئی.... "دوستو! اب یہ دیواریں تمہیں سچی کہانی سنائیں گی!"

پھر ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دی! اور آواز آئی! "پروفیسر.... پروفیسر....! ہیلو.... پروفیسر....ہاں!.... احمق شہزادہ ایک خطرناک آدمی ثابت ہوا ہے....! میرے ساتھیوں میں سے ایک نے حبشی کو پہچان لیا!.... اُس کا بیان ہے کہ اُس نے اُسے ڈاکٹر طارق کے پاس دیکھا تھا! ڈاکٹر طارق وہی تجوریوں والا[1].... اُسے ایک شخص عمران نے گرفتار کر لیا تھا جو پولیس کے لئے کام کرتا ہے اور یہ جوزف اب اُسی کا ملازم ہے....؟ اور یہ احمق شہزادہ عمران ہی ثابت ہوا ہے!۔ میں اس آدمی کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا!.... جوزف کے سلسلے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے اُسکی ہسٹری بھی سامنے آ گئی! وہ ایک بے حد خطرناک آدمی ہے.... اُسے اور جوزف کو جزیرے کے لئے بک کر دیا گیا ہے!" آواز آنی بند ہو گئی! پھر پہلے ہی کی طرح سناٹا چھا گیا! صفدر بوکھلا گیا تھا! لیکن عمران کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ تھی!۔



خاور نعمانی کا انتظار کر رہا تھا!.... وہ لوگ رپورٹ کے لئے فون نہیں استعمال کر رہے تھے اب کچھ دیر بعد نعمانی آ گیا! وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا!۔

"سارے کام.... توقع کے مطابق ہو رہے ہیں!" اُس نے کہا!

---

[1] ڈاکٹر طارق کی کہانی کے لئے عمران سیریز کا ناول ''چالیس ایک باون'' جلد نمبر 10 ملاحظہ فرمایئے

"کیوں!....."

"جولیا انہیں اُلّو بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے.....! پچھلی رات میں چوہان کو ساتھ لے کر اُس کے پیچھے گیا تھا! داراب کے جھونپڑے کے قریب وہ پہنچی تھی اور ہم بھاگ نکلے تھے! اُس نے انہیں ایک بے سہارا ٹورسٹ کی کہانی سنائی!۔ داراب شرافت سے پیش آیا اور دس دن کے لئے کام مہیا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اب آج اُسے جو کام سونپا گیا ہے وہ بھی سو فیصدی ہمارے ہی کام کا ہے۔"

"یعنی۔!"

"اُسے شالی کے محل میں جگہ دلائی گئی ہے۔! وہ داراب کا ایک خط لے کر شالی کے پاس گئی تھی جس میں تحریر تھا کہ داراب.... فی الحال اُس سے نہیں مل سکتا کیونکہ وہ اُن لوگوں کے پیچھے ہے جو پرنس اور کالے آدمی کو لے گئے ہیں.....! یہ لڑکی جولیا!.... اُس کی واپسی تک شالی ہی کے ساتھ رہے گی۔! خط میں اِس سے زیادہ اور کچھ نہیں تھا! لیکن داراب نے جولیا کو سمجھایا ہے کہ وہ تینوں لڑکیوں پر گہری نظر رکھے اور اُن کے متعلق داراب کو رپورٹ پہنچاتی رہے!"۔

"واہ.....! یہ تو بہت اچھا رہا!....." خاور نے میز پر ہاتھ مار کر کہا!" اِس طرح ہم اُن کے اندرونی معاملات سے بھی واقف ہو سکیں گے! جولیا ان معاملات میں بے حد چالاک ہے!"

"مگر وہ جولیا کے متعلق اب بھی اُس ہوٹل میں پوچھ گچھ کرتے پھر رہے ہیں۔"! نعمانی نے کہا!۔

"اس کی فکر نہیں ہے!۔" خاور لا پروائی سے بولا!" وہ اُس ہوٹل میں تنہا ہی داخل ہوئی تھی! کوئی نہیں بتا سکے گا کہ اُس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔"

رپورٹ دے کر نعمانی چلا گیا!۔

شام کو وہ پھر آیا.....اُس وقت بھی اُسکے پاس رپورٹ تھی!۔

"شالی پرنس کے لئے بہت پریشان ہے!۔ لوگ اُس سے پوچھتے ہیں کہ انور چوہان کہاں گیا! وہ کہتی ہے کہ وہ اندرونِ ملک کی سیر کو گیا ہے۔ لیکن وہ تینوں لڑکیاں آپس میں کچھ ایسے انداز میں گفتگو کرتی ہیں جیسے انہیں پرنس اور اُس کے ملازم کی بازیافت کی امید نہ ہو!.... بحیثیت انور چوہان وہ ضرور قتل کر دیا جائے گا۔"

"عجیب بات ہے۔ داراب اُسے مطلع کرتا ہے کہ وہ اُن لوگوں کے پیچھے ہے جو پرنس کو لے گئے ہیں۔ یہ کیا چکر ہے یار۔ اغوا در اغوا۔ عمران ہے یا تماشا۔"

"اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شالی کو سنبھالوں یا داراب پر نظر رکھوں۔"

"چوہان سے کہو کہ وہ جولیا سے رابطہ قائم کرے اور تم داراب کو دیکھو۔"



لائبریری کی دیواریں بہت سخت ثابت ہوئیں اور وہ اُن کیلئے جیل بن کر رہ گئیں۔ کھڑکیاں سلاخوں دار تھیں لیکن یہ کھڑکیاں ایسی نہیں تھیں جن پر صفدر جیسے لوگ زور آزمائی کر سکتے۔ اِس کمرے کی بناوٹ ہی غیر معمولی تھی۔

بوڑھی عورت سلاخوں سے انہیں کھانا اور ناشتہ دیتی تھی اور وہاں ایک غسل خانہ تو موجود ہی تھا۔ دو تین کمبل رات کو چین سے سونے کے لئے کافی تھے۔ پروفیسر اُن کی طرف رُخ بھی نہ کرتا۔ وہ تو اُن دیواروں کی سنائی ہوئی کہانی کا ردِّ عمل دیکھنے بھی نہیں آیا تھا۔ آج دوسرا دن تھا۔ دوپہر کا کھانا لزی لائی۔ وہ پہلی بار سلاخوں کے پاس آئی تھی۔

"ہوشیار۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔

صفدر ہی کھانا لینے کے لئے اٹھا تھا لیکن لزی منہ پھیرے کھڑی تھی۔ کھانا دے دینے کے بعد بھی وہ سلاخیں پکڑے کھڑی رہی لیکن اُسکا رخ صفدر کی طرف نہیں تھا۔

"لزی.... اِدھر دیکھو۔" صفدر نے آہستہ سے کہا۔ لزی نے سر گھمایا اُس کی آنکھیں سُرخ تھیں اور پلکیں متورم نظر آرہی تھیں۔ چہرہ اُترا ہوا تھا۔

"دیکھو تم پریشان کیوں ہو۔ مجھ سے تو جو کچھ ہو سکتا تھا کر گذرا۔" صفدر نے کہا عمران بھی قریب آگیا۔ اُس نے عربی میں کہا۔ "اوہارا نے ہمیں تمہاری دکھ بھری زندگی کے بارے میں بتایا تھا۔ ہمیں بڑا افسوس ہوا۔ ہم نے سوچا کہ پروفیسر کو سمجھانا چاہئے۔ ہم بھی بڑے عالم و فاضل ہیں۔ اس لئے ہمیں اطمینان تھا کہ پروفیسر کو سمجھا لینے میں کامیاب ہو جائیں گے.... ہم نے اُن سے کہا کہ یہ بڑی زیادتی ہے۔ لزی جیسی مہذب اور نرم و نازک خاتون ہرگز اس سزا کی مستحق نہیں ہیں کہ انہیں چھوٹے مٹو جیسے گنوار سے بیاہ دیا جائے۔ اِس پر پروفیسر نے خفا ہو کر ہمیں

یہاں قید کر دیا۔"

"پھر بتاؤ..... میں کیا کروں۔ اِس وقت ڈیڈی باہر گئے ہوئے ہیں اسی لئے میں تم تک آ سکی ہوں ورنہ انہوں نے مجھے تاکید کر دی تھی کہ لائبریری کے قریب بھی نہ جاؤں۔ بتاؤ! میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔"

"اوہ..... یہ موقع تو بہت اچھا ہے۔" عمران نے کہا۔ "کھول دو تالے۔"

"میرے فرشتوں سے بھی نہیں کھلے گا کیونکہ کنجی ڈیڈی کے پاس ہے"۔

"پھر تم ہمیں شام کے کھانے میں زہر دے دینا۔" عمران نے بڑے خلوص سے کہا اور بیچاری لڑکی رو پڑی۔ کسی ننھی سی بچی کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔

"بھئی عمران صاحب اَب میں خود کشی کر لوں گا۔ صفدر نے دانت پیس کر اردو میں کہا۔

"کیوں؟"

"اس بھولی بھالی لڑکی کو دھوکا دیتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہئے۔"

"بکواس مت کرو۔" عمران غرایا۔ میں فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں اپنے باپ کو بھی گولی مار سکتا ہوں۔ ملک اور قوم نے یہی خدمت میرے سپرد کی ہے کہ میں لوگوں کو دھوکے میں رکھ کر خود جاگتا رہوں اور ملک و قوم کی حفاظت کروں۔ اگر تم اتنے ہی نرم دل ہو تو اس محکمے میں ناحق آئے۔ کسی مکتب کی مدرسی کر لی ہوتی۔" صفدر خاموش ہو گیا اور لڑکی کچھ کہے بغیر سسکیاں لیتی ہوئی چلی گئی۔

شائد عمران کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ صفدر بھی منہ پُھلائے ایک طرف بیٹھا رہا۔ آخر کچھ دیر بعد عمران نے کہا۔ "یہ سالا عشق پھانسی کے تختے پر بھی ہوتا رہے گا..... ابے تم یہاں ٹھنڈی آہیں بھرنے کے لئے لائے گئے تھے۔"

صفدر آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہوتا گیا۔ پروفیسر ابھی واپس نہیں آیا تھا۔

"اچھا اس سلسلے میں آپ کی تھیوری کیا ہے۔" صفدر نے پوچھا۔

"پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ شالی کے مخالفین کا چکر ہے..... مگر وہ آواز جس نے ہمیں ہماری کہانی سُنائی تھی یقینی طور پر وکیل داراب کی تھی۔"

"مگر آواز آئی کہاں سے تھی۔"

"یار کھوپڑی استعمال کرو۔ یہ آواز کسی ٹرانس میٹر کے ذریعہ ریکارڈ کی گئی ہے تم نے محسوس نہیں کیا کہ اس کے ساتھ ہی ہمیں ہوا کی لہروں کا شور بھی سنائی دیتا رہا تھا۔ غالباً یہ پیغام ڈاکٹر کی عدم موجودگی میں آیا تھا اور خود کار ریکارڈر پر ریکارڈ ہو گیا تھا۔"

"مگر مجھے یہاں تو کہیں بھی ریکارڈر یا ٹرانس میٹر قسم کی کوئی چیز نہیں دکھائی دی۔"

"اگر وہ دکھائی دینے والی چیزیں ہوتیں تو ڈاکٹر کتے کے پلوں اور بندر کے بچوں سے دل نہ بہلاتا۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔"

"یہ صرف لاسلکی پیغام رسانی کے اشارے ہیں۔ اِن آوازوں سے اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کیلئے ٹرانس میٹر پر کوئی پیغام ہے۔ تم نے بتایا تھا کہ ایک بار لائبریری میں تمہاری موجودگی ہی میں الماری کے پیچھے پلا چیخنے لگا تھا اور پروفیسر نے تمہیں کمرے سے باہر نکال کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ لڑکی بھی یہی کہتی ہے کہ وہ ایک آدھ کتے کا پلا یا بندر کا بچہ سوتے وقت خوابگاہ میں بھی رکھتا ہے اور درجنوں پورے مکان میں پریڈ کرتے پھرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے.... میں سمجھ گیا۔ یہ ڈھونگ اُس نے اِس لئے رچایا ہے کہ گھر والوں کو بھی اُس کی اصل مصروفیات کا علم نہ ہو سکے.... مگر.... ٹرانس میٹر...."

"یہ کمرہ.... مجھے غیر معمولی ساخت کا معلوم ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے نیچے کوئی تہہ خانہ بھی ہو۔"

"مگر یہ لوگ ہیں کون.... کیا کر رہے ہیں۔ ہمارے ملک کے کسی وکیل کا فرانس کے مقبوضہ کسی جزیرے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

"یہ اب دیکھنا.... سب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ انور چوہان کا کیا چکر تھا وہ مجھے انور چوہان کیوں بنانا چاہتے تھے.... یہ تو ظاہر ہی ہو گیا کہ وکیل دراب دراصل وہ نہیں ہے جو خود کو شالی پر ظاہر کرتا رہا ہے۔ وہ یقینی طور پر دوہرا رول ادا کر رہا ہے۔"

صفدر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ صحن میں پروفیسر نظر آیا اُس کے ساتھ نورانی شکلوں والے تین پادری بھی تھے جنہوں نے بے داغ سفید چوغے پہن رکھے تھے پروفیسر پادریوں سمیت کھڑکی کے قریب آگیا۔

"اے مقدس ترین لوگو! "اس نے مضحکہ اُڑانے کے سے انداز میں کہا۔ "ان گناہ گاروں کو شیطان نے بہکایا ہے۔ میں انہیں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔"

عمران اٹھ کر کھڑکی کے قریب آگیا.... چونکہ پروفیسر نے ان پادریوں کو انگریزی میں مخاطب کیا تھا اس لئے اُسے تو یہی ظاہر کرنا تھا کہ وہ کچھ نہیں سمجھا تھا۔

"پروفیسر۔ "اس نے عربی میں کہا۔ "ہم آسمان دیکھنا چاہتے ہیں اب یہ مذاق ختم کرو..... ظاہر ہے کہ ہم سمندر میں چھلانگیں تو لگانے سے رہے۔"

"گھبراؤ نہیں کالے شہزادے ہمیں تمہارے مستقبل کا بڑا خیال ہے۔ ہم تمہیں یہاں مچھلیاں پکڑنے پر نہیں لگانا چاہتے۔ ہم تمہیں تمہارے شایان شان کام سونپیں گے۔ پرواہ مت کرو۔ "پروفیسر نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "اپنے ہاتھ باہر نکالو۔"

عمران نے چپ چاپ ہاتھ باہر نکال دیئے اور ایک پادری نے اُس کے ہاتھوں میں وزنی قسم کی ہتھکڑیوں کا جوڑا ڈال دیا۔ "عمران سمجھ گیا کہ اب شائد اُسے اِس جزیرے سے بھی سفر کرنا پڑے گا۔ صفدر نے سلاخوں سے ہاتھ نکالنے میں ہچکچاہٹ ظاہر کی تھی لیکن عمران کے اشارے پر چپ چاپ ہاتھ باہر نکال دیئے تھے۔ یک بیک صفدر کی نظر سامنے اٹھ گئی۔

لڑکی صحن میں کھڑی بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ بس ہنسے جا رہی تھی۔ پھر اُس کی آواز بھی بلند ہونے لگی اور پروفیسر نے اُسے ڈانٹا اور صفدر نے اُسے ایک کمرے میں جاتے دیکھا۔ عمران نے گنگنا کر تان ماری۔

محبوب کی چال میں جو لنگڑا پن ہے
دل لینے کا یہ بھی ایک چلن ہے

صفدر کا کلیجہ خون ہو گیا۔ تو پھر کیا یہ کچھ دیر پہلے رونا دھونا محض ڈھونگ تھا یا پھر وہ پاگل ہی تھی۔

"اَب آپ دونوں براہِ کرم گھاٹ پر تشریف لے چلئے۔ "پروفیسر نے جھک کر نہایت ادب سے کہا۔



شالی کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا اور وہ کچھ ناقابلِ برداشت ہی قسم کا غصہ تھا اسی لئے سارا جسم کانپنے لگا تھا اور جولیا سامنے سہمی کھڑی تھی۔

"تمہیں بتانا پڑے گا کہ داراب کہاں ہے۔" وہ پھر دہاڑی۔

"مادام۔" جولیا نے آہستہ سے کہا۔ "میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ وہ مجھے صرف ایک ہی بار ملے تھے اور یہ ملاقات دارالحکومت میں ہوئی تھی۔ اُسی وقت انہوں نے مجھے آپ کے نام خط دیا تھا۔ اَب میں آپ کو پورا واقعہ ہی بتادوں۔ مجھے ملازمت کی تلاش تھی۔ میں جیمس اینڈ بارٹلے کی فرم میں گئی تھی۔ اطلاع ملی تھی کہ وہاں جلد ہی ایک اسٹینو ٹائپسٹ کی جگہ خالی ہونے والی ہے لیکن یہ اطلاع غلط تھی۔ میں نے پریشانی ظاہر کی۔ مسٹر داراب منیجر کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ میں تمہارے لئے کام مہیا کروں گا۔ پھر الگ لے جا کر آپ کا پتہ بتایا۔ اُس کے بعد سے اب تک میں یہیں ہوں۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ کہاں رہتے ہیں.... اور وہاں اُس فرم کے دفتر میں کیا کر رہے تھے۔"

"اور کیا کہا تھا اُس نے۔"

"انہوں نے کہا تھا کہ واپسی پر میں تمہیں محترمہ شالی ہی کے یہاں ملوں گا۔ پھر مستقل طور پر تمہارے لئے کوئی راہ نکالی جائے گی۔"

شالی نے اپنی ساتھیوں کی طرف مڑ کر اُردو میں کہا۔ "کیا تم اس عورت پر اعتماد کر سکتی ہو۔"

"نہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔"

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے داراب مجھے بیوقوف بنا رہا ہو۔" شالی نے کہا۔

"کیوں؟ یہ آپ کیوں سوچ رہی ہیں۔"

"وہ مجھ سے ملا کیوں نہیں۔ پھر پرنس اور اس کے ساتھی کا اس طرح غائب ہو جانا بھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں سوئے تھے لیکن صبح غائب پائے گئے۔ اس بار تو رات بھر پہرے دار بھی جاگتے رہے تھے۔ پچھلی بار انہیں کافی میں کوئی خواب آور دوا دی گئی تھی مگر اُس رات ان کی پلکیں بھی نہیں جھپکی تھیں۔

"پھر آپ کیا سوچ رہی ہیں۔"

"سازش.... یہ پہرے دار اُسی نے مہیا کئے تھے۔ کیا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا بیان درست ہی ہو۔"

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔" لڑکی نے کہا۔

جولیا اُردو بولنے پر قادر نہیں تھی لیکن ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سمجھی تھی اور اُسے اُس کی تحریری رپورٹ داراب کو بھجوانی تھی.... اِن دنوں اُسے دو رپورٹیں تیار کرنی پڑتی تھیں ایک خاور کے لئے اور دوسری داراب کے لئے۔ داراب کا ایک آدمی جو شالی کے محل میں متعارف نہیں تھا۔ یہ رپورٹ یہیں سے لے جاتا تھا۔ اور دوسری رپورٹ کے لئے اب چوہان نے نعمانی کی جگہ لے لی تھی۔

شالی کچھ دیر تک خاموش بیٹھی رہی۔ پھر اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔



عمران اور صفدر کے جسموں پر جہازی قیدیوں کے سے لباس تھے اور انہیں ایک ایسے کیبن میں رکھا گیا تھا جس میں شائد اِس سے پہلے کتوں کو جگہ دی گئی تھی۔ فرش بے حد گندہ تھا اور دیواروں پر تیل کے دھبے تھے۔ کہیں کہیں گوشت کے خشک چھیچھڑے بھی لپٹے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

اُس جزیرے کے ایک ساحل سے وہ اسٹیمر پر سوار کئے گئے تھے اور جب اسٹیمر چل پڑا تھا تب اُن کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نکال دی گئی تھیں اور اُن کے ساتھ کوئی نامناسب برتاؤ نہیں کیا گیا تھا مگر اُن پر نیند زیادہ تر غالب رہتی تھی۔ عمران کا خیال تھا کہ انہیں کھانے پینے کی چیزوں میں منشیات دی جا رہی ہیں چونکہ وہ زیادہ تر سوتے ہی رہتے تھے۔ اس لئے سفر کی طوالت کا صحیح اندازہ مشکل تھا۔

بہر حال ایک دن کسی جزیرے ہی کے ساحل پر ان کی آنکھیں کھلیں۔ وہ اُتارے گئے لیکن اَب اُن کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں ڈالی گئی تھیں.... اور اپنے ساتھ جوزف کو بھی دیکھ کر

انہیں خوشی ہوئی کیونکہ وہ بھی سمجھے تھے کہ شائد وہ بوغا ہی کے جزیرے میں رہ گیا.... وہ انہیں مگن ہی نظر آیا شائد اُسے شراب ملتی رہی تھی۔ عمران کو دیکھ کر اُس نے خوشی کا نعرہ لگایا۔

"یہ لوگ بھی بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں باس۔ خدا انہیں بلند مرتبے پر فائز کرے۔ انہوں نے مجھے ایسی کوٹھری میں بند کیا تھا جہاں شراب کے درجنوں بیرل تھے بس پیؤ اور خوش رہو۔"

عمران یا صفدر اِس قسم کی باتوں کا جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھے۔ وہ رات انہوں نے ایک جھونپڑے میں گزاری اور پھر دوسرے دن تین یا چار میل پیدل چلنے کے بعد ایک ایسی بستی میں پہنچے جس کی تعمیر کا کام شائد ابھی حال ہی میں شروع ہوا تھا۔ یہاں بھی زیادہ تر عربی ہی بولنے والے نظر آئے مگر یہ سب کسی افریقی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ جوزف نے انہیں بتایا کہ مخلوط النسل نیگرو تھے۔ پھر جوزف ہی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ افریقہ کے مشرقی کنارے والے کسی جزیرے میں ہیں۔

وہاں بے شمار عمارتیں بن رہی تھیں لیکن معماروں یا مزدوروں میں ایک بھی مقامی آدمی نہ دکھائی دیا۔ یہ سب غیر ملکی تھے۔ کچھ سفید فام تھے اور کچھ ایشیا کے دوسرے ممالک کے باشندے۔ انہوں نے اِن تینوں پر کچھ ایسی ہی نظریں ڈالی تھیں جیسے انہیں جزیرے میں نووارد ہی سمجھتے ہوں۔ پھر اُن میں سے کسی نے کہا تھا۔ "کام کرو.... کام.... ورنہ رات پیٹ میں ریاح کے گولے ہی دوڑتے رہیں گے۔"

اور پھر جب اُس نے اس جملے کی وضاحت کی تب کہیں جا کر انہیں معلوم ہو سکا کہ کھانا کام کرنے والوں ہی کو ملتا ہے۔ ورنہ اجنبیوں کی طرف تو کتے بھی منہ اٹھا کر نہیں بھونکتے بس پھر انہیں بھی معمولی مزدوروں کی طرح کام پر لگ جانا پڑا۔

دفعتاً شام کو ایک جانی پہچانی صورت نظر آگئی لیکن صرف عمران ہی اُس کی شخصیت سے واقف تھا۔ یہ کیپٹن فیاض کے محکمے کا ایک سراغرساں انسپکٹر خالد تھا۔ جیسے ہی اُس کی نظریں عمران پر پڑیں اُس کے ہاتھ سے وہ اینٹ چھوٹ پڑی جسے وہ اٹھا کر سر پر رکھنے جا رہا تھا۔ عمران نے بھی اُسے آنکھ ماری لیکن خالد اتنا بدحواس ہو گیا تھا کہ عمران کی طرف دوڑ ہی پڑا۔

"آہا.... تو آپ بھی عمران صاحب!.... مجھے آپ ہی کی ذات سے توقع تھی۔" اُس نے عمران کے گرد وحشیانہ انداز میں اُچھلتے ہوئے کہا۔

"مگر تم تو پچھلے دو سال سے غائب تھے۔" عمران نے پلکیں جھپکائیں۔ "اور محکمہ تمہیں مردہ تصور کر چکا ہے۔"

"میں بھی خود کو مردہ ہی تصور کر چکا ہوں عمران صاحب۔ آپ یہاں کیسے پہنچے۔"

"خود کو کنٹرول میں رکھو!.... یہ باتیں پھر ہوں گی! میں نہیں جانتا کہ آج رات کہاں بسر ہوگی! یہاں سے چھوٹ کر ساتھ ہی چلیں گے۔!"

"خالد بے ڈھنگے پن سے ہنسا اور عمران اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا پھر بولا!" تم تو بے حد شائستہ آدمی تھے خالد!۔"

"اوہ.... میں دو سال سے جانوروں کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اس لئے شائستگی تہذیب، انسانیت سب پر لعنت بھیج چکا ہوں!۔ اور اگر آپ کو شائستگی کا دعویٰ ہو تو آپ پر بھی لعنت! میں یہیں مر جاؤں گا!۔"

عمران نے ایک بار پھر اسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا! اُس کے سر کے بال اور ڈاڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی!.... آنکھوں میں عجیب وحشیانہ چمک تھی!۔

"تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو! ڈائرکٹر جنرل کے بیٹے۔" خالد نے برا سا منہ بنا کر کہا!" کیا میں وحشی معلوم نہیں ہوتا!.... اچھا دیکھو! کیا تمہیں میری آنکھوں میں دیوانگی نظر نہیں آتی! میں جانتا ہوں کہ تم بھی میری ہی طرح اپنا فرض ادا کرنے نکلے ہو!.....لیکن یار تم یہاں جانورروں کی طرح زندگی بسر کرو گے۔ یا فخر سے سینہ تان کر واپس جانے کی توقع رکھتے ہو گے.... یہاں تمہاری موجودگی اس پر دلالت کرتی ہے کہ تم ابھی تہہ تک نہیں پہنچے!.... ورنہ ادھر کا رخ کرنے کی بھی ہمت نہ کر سکتے! لیکن جب تم تہہ تک پہنچو گے تو تمہارا دل چاہے گا کہ خودکشی کر لو.... مگر نہیں.... تم میری طرح کمزور دماغ کے آدمی نہیں ہو!.... تم یہ صدمہ سہہ جاؤ گے! لیکن اپنی شکست تو تمہیں تسلیم کرنی ہوگی!.... تمہارے ہونٹوں پر مہریں لگ جائیں گی!۔ لیکن کاش تم.... کاش تم....!"

"شائیں۔!" اچانک اس پر ایک سیاہ فام سپر وائزر کا کوڑا پڑا اور وہ چیخ کر اُچھل پڑا.... اور کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح ایک زیرِ تعمیر عمارت میں جا گھسا!۔

پھر یہ تینوں بھی ایک جگہ کام پر لگا دیئے گئے! جوزف کا حال پتلا تھا! اس نے سیاہ فام

سپروائزروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی فکر کی تھی!... وہ اُس کی باتیں سُن کر ہنستے تھے اور اُس کی پیٹھ ٹھونکتے تھے!۔

دن بھر عمران نے لوگوں کو مخاطب کرنے کی کوشش کی! لیکن کام کرنے والوں میں سے کسی نے بھی اُس کی بات کا جواب نہ دیا! البتہ وہ مسکراتے ضرور تھے! اور اُن کی مسکراہٹیں مغموم سی ہوتیں! خالد پھر کہیں نہ دکھائی دیا!

"مگر شام ہوتے ہی جب وہ جانوروں کی طرح ایک طرف ہانکے گئے تو اُس بھیڑ میں خالد پھر اُن سے آملا! اب وہ بے حد خاموش تھا!۔ "اب میرے ساتھ ہی رہئے گا!"

بے شمار سہمے ہوئے آدمیوں کی یہ بھیڑ خاموشی سے ایک سمت چل رہی تھی۔! صرف اُن کے قدموں کی آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں!... اِس وقت اِس ریوڑ کی نگرانی کرنے والے سیاہ فام سپروائزر ساتھ نہیں تھے.... لیکن اُن کے چہروں سے صاف ظاہر تھا جیسے وہ مڑ کر کسی طرف دیکھنے کی بھی ہمت نہیں رکھتے جیسے انہیں ڈر ہو کہ کہیں اُن کے کان "شراپ شراپ شائیں شائیں کی آوازوں سے نہ گونج اٹھیں۔

وہ ٹین کے ایک بہت بڑے شیڈ میں آئے جہاں فرش پر بیشمار پھٹے پرانے گدّے پڑے ہوئے تھے!.... خالد عمران کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک طرف لایا اور ایک گدّے کی طرف اشارہ کر کے مضمحل آواز میں کہا بیٹھئے! وہ تینوں اُسی گدّے پر بیٹھ گئے!۔ خالد تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر بولا!" مجھے اپنی حرکت پر ندامت ہے عمران صاحب! اس زندگی نے مجھے ذہنی طور پر غیر متوازن کر دیا ہے۔!"

"اوہ.... تم اس کی پرواہ نہ کرو!" عمران اُس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا!" تم مجھے جانتے ہی ہو کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں۔"

"ہاں آپ صحیح معنوں میں آدمی ہیں!" خالد نے ٹھنڈی سانس لی!" کیونکہ آپ میں ثابت قدم رہنے کی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں!.... لیکن آپ یہاں کیسے پہنچے! حالات تو یہ کہتے ہیں کہ آپ پکڑ کر لائے گئے ہیں!۔"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے آواز دی۔ "اے.... اے.... جوزف۔ اُو۔! اور جوزف حلق سے کچھ اس قسم کی آوازیں نکالتا ہوا کھڑا ہو گیا جیسے کوئی گھوڑا ہنہناہٹ شروع کر کے

پھر ارادہ ملتوی کر دے....!ایک سفید فام سپر وائزر ہاتھ ہلا ہلا کر اُسے اپنی طرف بلا رہا تھا!۔
"کیوں کیا بات ہے!"عمران نے جوزف کو گھورتے ہوئے پوچھا!
"ملے گی، بس یقیناً ملے گی!...."وہ خوش ہو کر بولا!"انہیں مجھ پر رحم آگیا ہے۔ وہ ہر حال میں اپنے ہی ہیں!"
"دفع ہو جاؤ....!"عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا! اور جوزف چھلانگیں مارتا ہوا سپر وائزر کی طرف دوڑ گیا!
"یہ حبشی...."خالد کچھ کہتے کہتے رک گیا!
"میرا ملازم ہے....ہاں تم نے پوچھا تھا! ہم پکڑ کر ہی لائے گئے ہیں!"
"تب تو...."خالد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا!"ہم بقیہ زندگی یہیں بسر کریں گے!"
"آخر تم ان لوگوں کے ہاتھ کیسے لگے تھے!۔"
"میں ایک ایسی لانچ کا تعاقب کر رہا تھا جس میں مجھے اسمگلروں کے ہونے کا شبہ تھا!.... آج سے دو سال پہلے کی ایک شام کا تذکرہ ہے.... میں بحری پولیس کی اُس لانچ پر تنہا تھا!.... دوسری لانچ سے کسی قسم کے اشارے برابر ہو رہے تھے جس سے میں اِس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ کوئی ایسے اسمگلر ہیں جن کا علم بحری پولیس کو بھی ہے!لیکن یہ اشارے بحری پولیس کی لانچ کا رخ دوسری طرف بھی پھیر سکتے ہیں۔ اس خیال نے مجھ پر جنون سا طاری کر دیا اور میں نے تعاقب جاری رکھا!۔ میں عرصہ سے قانون کے اُن محافظوں کی تاک میں تھا جن کی نگرانی میں اعلیٰ پیمانے پر اسمگلنگ ہو رہی تھی!.... ہم کھلے سمندر میں نکل آئے.... ساحل بہت پیچھے رہ گیا تھا! آخر میں نے ایک جگہ اگلی لانچ کی رفتار کم ہوتے دیکھی! میں سمجھ گیا کہ اب وہ مجھ سے بھڑنا چاہتے ہیں۔ لہذا میں نے بھی لانچ کی رفتار کم کر کے ریوالور سنبھال لیا! یک بیک لانچ چکر لگا کر میری طرف مڑی اور تیر کی طرح سر پر چڑھتی چلی آئی۔ ایک خوبصورت سی لڑکی نے ایک سوراخ سے سر نکال کر کہا"تم کون ہو!.... کیوں میرا پیچھا کر رہے ہو!...دونوں لانچیں برابر چلنے لگیں! میں خفیف ہو گیا تھا!.... میں سمجھا کہ وہ کوئی پرائیویٹ لانچ تھی جس کی مالکہ سیر کے لئے نکلی تھی!لیکن اس خیال کی تردید فوراً ہی ہو گئی کیوں کہ تین آدمیوں نے بیک وقت میری لانچ چھلانگیں لگائی تھیں!بس پھر ایک ہی گولی چلانے کی حسرت بھی دل ہی میں گھٹ کر رہ گئی تھ

انہوں نے مجھے سنبھل جانے کا موقع ہی نہیں دیا تھا.... باندھ لیا اور پھر بحری پولیس کی لانچ کسی کٹے ہوئے پتنگ کی طرح آوارہ ہو گئی! وہ مجھے اپنی لانچ پر کھینچ لے گئے.... اور وہاں میں نے ملک کے ایک بہت بڑے آدمی کے پرائیویٹ سیکرٹری کو دیکھا! وہ مجھے نہیں پہچانتا تھا! لیکن میں تو اُسے اچھی طرح جانتا تھا!.... اُس نے مجھ سے چند سوالات کئے اور مجھ سے ایک زبردست غلطی سرزد ہوئی! میں نے یہ ظاہر کر دیا کہ میں اُسے پہچانتا ہوں۔ بس دوسروں نے کہا کہ مجھے وہیں سمندر میں غرق کر دینا چاہئے! لیکن سیکرٹری نے اس تجویز کی موافقت نہیں کی! اُسے یہ معلوم کرنا تھا کہ آیا میں نے اتفاقاً پیچھا کیا تھا یا مجھے اُس لانچ میں اُس کی موجودگی کا علم تھا! میں نے سوچا کہ جان اسی صورت میں بچے گی کہ میں اپنی زبان بند کر لوں! میں نے یہی کیا! پھر وہ مجھے ایک اسٹیمر کے ذریعے یہاں لائے اور کئی دنوں تک پوچھ گچھ کرتے رہے.... پھر خاموش ہو رہے! لیکن پوچھ گچھ کا سلسلہ تو آج تک جاری ہے!.... ابھی دو ڈھائی ماہ پہلے بھی انہوں نے یہ معلوم کرنا چاہا تھا کہ میرے محکمے کے کن لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ ہمارا ایک قومی سرپرست ایک بہت بڑا اسمگلر بھی ہے....! کیا میں گدھا ہوں کہ اس مسئلے پر اپنی زبان کھولوں گا! زبان کھلنے کے بعد کیا وہ مجھے زندہ رہنے دیں گے۔!" خالد خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگا!

"اوہ.... میرے خدا تو یہ اسمگلروں کا چکر ہے!۔" صفدر نے حیرت سے کہا! "میرا بھی یہی اندازہ تھا...." عمران نے سر ہلا کر کہا! "یہ اسمگلروں کی کوئی بین الاقوامی تنظیم ہے۔!"

دفعتاً قریب ہی کوئی کراہ کر رونے لگا!.... یہ ایک سفید فام تھا!.... وہ روتا رہا اور پھر دیوانوں کی طرح چیخنے لگا۔!" میری بچی۔ میری بچی یورشیا۔ میں تیرے لئے کھلونے خرید رہا ہوں۔!"

وہ خاموش ہو گئے!.... سفید فام منہ پر ہاتھ رکھ کر سسکیاں لینے لگا تھا! "تم سن رہے ہو!...." یک بیک خالد نے عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا! "تم سن رہے ہو! میں نہیں جانتا کہ میرے بچے کس حال میں ہوں گے۔!"

۔ "میرا خیال ہے.... انہیں پنشن دی گئی ہے!" عمران نے کہا! "یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ وہ خالی لانچ پولیس کے ہاتھ لگ گئی تھی جس پر تم تھے اور تمہیں مردہ تصور کر لیا گیا تھا!۔!"

خالد نے قہقہہ لگایا!.... "ہاہا.... تو پھر ملک کے سارے یتیم بچوں کو پنشن دلواؤ کیوں کہ

ن کے باپ مر گئے ہیں۔ اُن کے باپ۔!"

اُس کی آواز مضمحل ہو گئی اور اُس نے سسکی لے کر کہا!"ملک کی ماؤں سے کہہ دینا ایسے نطفوں کو اپنا خون پلانا بند کریں جو اُن کی اوڑھنیاں تک چھین کر اسمگل کر دیں گے!۔ اُن کے ہاتھوں سے نوالے چھین کر اپنی دیوانگی کی بھینٹ چڑھا دیں گے اپنی ہوس پر اُن کے چہروں کی تازگی قربان کر دیں گے۔ آنکھوں سے مامتا کی چمک چھین کر اپنی تجوریوں میں جمع کر لیں گے! جاؤ.... میرے بھائی .... میرا پیغام پہنچا دو.... اور اب تو میں یہیں رہ جاؤں گا.... یہیں مر جاؤں گا.... میں اُن باپوں کی شکلیں نہیں دیکھنا چاہتا جو خود ہی اپنے بچوں کو یتیم کر رہے ہیں۔!"

"خالد.... حالات بدل چکے ہیں!۔" عمران نے اُس کا شانہ تھپک کر کہا"کیا تمہیں اس کا علم نہیں کہ اب قوم کی قیادت ایسے انسانوں کے سپرد کر دی گئی ہے جو ذہین اور خدا ترس ہیں۔"

"مت کان چاٹو....!"خالد نے ہاتھ جھٹک کر کہا!"آدمی خدا ترس نہیں ہے بکواس ہے !"بس وہ ایک ایسا درندہ ہے جو ننگا رہنا پسند نہیں کرتا.... اپنی درندگی پر نت نئے غلاف چڑھاتا رہتا ہے۔ انہیں غلافوں میں سے ایک انسانیت بھی ہے!"

تب پھر عمران نے آہستہ آہستہ اُسے نئی زندگی کی روداد سنائی.... بتایا کہ ملک و قوم کو کس طرح آزادی نصیب ہوئی ہے.... اور کس طرح برائیوں کا خاتمہ کیا جا رہا ہے!

خالد پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کو دیکھتا رہا پھر یک بیک اُچھل کر پوری قوت سے چیخا!.... ہُررا....!"

اور پھر اُس پر سچ مچ دیوانگی ہی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ کسی پُر جوش مقرر کی طرح چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "سنو! سنو! دنیا کے سارے ازموں کو دفن کر دو۔ سب بکواس ہیں۔ ملک و قوم کی قیادت کا حق صرف انہیں حاصل ہونا چاہئے جو اُس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگاتے ہیں۔ جو ماؤں کے سہاگ بچانے کے لئے چھاتی پر گولیاں کھاتے ہیں انہیں اپنی تجوریاں بھرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ اُن کی زندگیاں تو ہوتی ہی اسی لئے ہیں کہ وہ ملک کی بنیادوں کو اپنے خون سے سینچیں۔ ہاہا.... میں بہت خوش ہوں دوستو.... بوڑھے ایڈگر اٹھو تمہاری بیٹی یوریشیا میں اب کھلونوں کے لئے نہ روئے گی۔"

پھر وہ بے تحاشہ ہنستا رہا اور کچھ دیر کے بعد بے سُدھ ہو کر گر گیا۔ غالباً وہ غشی ہی تھی۔

عمران نے اس کا شانہ ہلایا اور اُسے محسوس ہوا کہ اُسے بہت تیز بخار ہو گیا ہے۔

جوزف رات گئے واپس آیا وہ نشے میں دھت تھا۔ ان حالات میں عمران کو اس کی بھی فکر نہیں تھی کہ کسی نے اُس سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ وہ تو اَب اُن تینوں پادریوں کی فکر میں تھا جو جہاز سے اُس کے ساتھ ہی اترے تھے اور اس بستی تک ساتھ آئے تھے وہ جانتا تھا کہ قانونی طور پر ان جزیروں میں کسی کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا کیونکہ یہ دوسری مملکتوں کی مقبوضات میں سے تھے یہاں تو اُس کی حکمت عملی ہی کچھ کر سکتی تھی اور وہ بھی صرف اس لئے ہوتی کہ وہ کسی طرح یہاں سے نکل سکیں کیونکہ کام حقیقتاً جزیرہ موبار ہی میں ہوتا۔

جوزف نشے میں ضرور تھا لیکن باتیں ہوش کی کر رہا تھا۔

"اُوہو..... مسٹر صفدر! میں نے ابھی ابھی مسی کو ہولی فادر کے ساتھ دیکھا ہے۔"

"کونسی مسی! کیا بک رہے ہو۔" صفدر نے جھنجھلا کر کہا۔

"وہی جو تمہارے ساتھ ساحل پر ٹہلا کرتی تھی۔"

"جہنم میں جھونکو....." صفدر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

لیکن عمران تفصیل پوچھنے لگا۔ مگر تفصیل کیسی۔ بس اُس نے اُسے دونوں میں سے کسی پادری کے ساتھ دیکھا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ وہ آئی کُب تھی۔ بستی تک وہ سب ساتھ ہی آئے تھے مگر لڑکی تو اُن میں نہیں تھی۔

جوزف نے بتایا کہ کالے سپر وائزر اُسے پسند کرنے لگے ہیں اور وہ ایسی جگہوں پر لے گئے تھے جہاں آج تک کسی قیدی نے قدم نہیں رکھا۔ قیدی تو صرف اُسی ٹین کے سائبان تک ہی محدود رہتے تھے۔

خالد دوسرے دن بھی وہیں سائبان ہی کے نیچے پڑا رہ گیا تھا کیونکہ اُسے اَب بھی تیز بخار تھا اور وہ ہوش کی باتیں نہیں کر رہا تھا۔

آج عمران نے کالے سُپر وائزروں کو اپنے جال میں پھانس ہی لیا کیونکہ وہ انگریزی بھی سمجھ سکتے تھے اور عربی تو خیر بولتے ہی تھے۔ بہر حال اُس نے اُن پر پامسٹری کا جال پھینکا جس میں اُس کو کافی دخل تھا۔ مستقبل کا حال جان لینے کے سلسلے میں وہ اپنی طرف کے عام آدمی سے بھی زیادہ مضطرب اور مشتاق ثابت ہوئے۔ عمران نے سب سے پہلے انہیں اُن کے ماضی کے حالات

بنا کر اُن پر غیب دانی کا سکہ بٹھایا۔ پھر مستقبل ہانکنا شروع کر دیا۔ اُس نے پچھلی رات ہی کو اس کی اسکیم بنائی تھی اور جوزف نے پہلے ہی سے اُس کے پہنچے ہوئے ولی کامل ہونے کا کافی پروپیگنڈا کیا تھا۔ اُس نے تو یہاں تک کہا تھا کالے سپروائزروں سے کہ اِس تو عمر بزرگ کو غصہ نہ دلانا.... ورنہ.... پھر مشکل ہو گا اِسے سنبھالنا۔ اس سلسلے میں اس نے ایک قصہ بھی دہرایا تھا۔ ایک ایسے بد نصیب آدمی کی کہانی جس نے فقیر کو غصہ دلا دیا تھا اور وہیں کھڑے کھڑے جل کر بھسم بھی ہو گیا تھا۔ اِس کا تذکرہ کرتے وقت کالے مکار پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

بس پھر کیا تھا۔ کام بن گیا اور عمران اُسی دن اُن سپروائزروں ہی کا چودہری بن بیٹھا۔

لیکن رات تو اُسی سائبان ہی تلے گزارنی پڑی.... یہ اور بات ہے کہ اُس رات عمران کے نیچے ایک کے بجائے تین گدّے رہے ہوں اور کالے سپروائزروں کے رخصت ہو جانے کے بعد اُس نے فالتو دو گدّے بیمار خالد کے نیچے بچھا دیئے ہوں۔

اس رات سپر وائزروں نے صرف عمران کیلئے بہترین قسم کا کھانا مہیا کیا تھا اور جوزف کو ساتھ لے جا کر بے تحاشہ پلائی تھی۔ واپسی پر جوزف نے چپکے سے کاغذ کا ایک تہہ کیا ہوا ٹکڑا صفدر کے ہاتھ پر رکھ دیا اور صفدر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ وہ دراصل لزی کا خط اُسی کے نام تھا۔ "اوہارا.... مجھے معاف کرو۔ میں تم پر ہنسی تھی۔ چونکہ مجھے خود بھی وہاں سے نکل آنا تھا اِس لئے میں ایسی حرکتیں کر رہی تھی کہ ڈیڈی کو کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے۔ میں کیسے آئی ہوں۔ یہ ایک لمبی داستان ہے لیکن اب پھر مشکلات میں پڑ گئی ہوں۔ میں نے تو گویا دلدل سے بچنے کے لئے سمندر میں چھلانگ لگائی ہے۔ خدا مجھ پر رحم کرے بس تم مجھے معاف کر دو۔ لزی۔"

"اب کوئی نیا فراڈ۔" صفدر نے بڑبڑاتے ہوئے خط عمران کی طرف بڑھا دیا۔ لیکن پندرہ بیس منٹ گذر جانے کے بعد بھی عمران نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ ویسے اُس نے اُسے پڑھ کر پُرزے پُرزے کر دیا تھا مگر سونے سے پہلے اُس نے صفدر کا شانہ تھپک کر کہا تھا۔ "تم مجھے بتائے بغیر ٹھنڈی آہیں بھی نہیں بھرو گے۔ سمجھے! اگر میں مناسب سمجھوں گا تو اجازت دے دوں گا کہ اب تم اُس سے عشق کر سکتے ہو۔ کوئی قدم اپنی ذمہ داری پر ہرگز نہ اٹھانا۔"

صفدر کو اس پر بے حد تاؤ آیا تھا اور اُس نے کہا تھا۔ " آپ غلط سمجھے ہیں۔ مجھے اُس سے

صرف ہمدردی تھی۔ اَب وہ بھی باقی نہیں رہی۔"

"گڈ.... اچھے بچے وہ ہیں جو کہنا مان لیں۔ اچھا اب سو جاؤ۔"

لیکن وہ سو نہ پائے کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد تین سیاہ فام سپر وائزرس وہاں آئے۔ اور انہوں نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ ایک پادری تنہائی میں عمران سے ملنا چاہتا ہے۔ عمران نے اس پر اُس احمق کو دو چار سلواتیں سنائیں اور بولا۔ ہم نے اُس کے سر پر پہلے ہی چیل کا سایہ دیکھ لیا تھا۔"

"چیل کا سایہ۔" تینوں نے بیک وقت خوفزدہ آواز میں دُہرایا۔

"ہاں چیل کا سایہ۔ اُس کے ستارے گردش میں ہیں اور کئی طرح کی بلائیں اُس کی طرف اِسی طرح جھپٹتی ہیں جس طرح چیل مرغی کے چوزے پر جھپٹتی ہے خیر ہم چلیں گے اور اُسے اس مصیبت سے بچائیں گے۔"

عمران تنہا اُن کے ساتھ ہو لیا اُس نے صفدر اور جوزف کو وہیں ٹھہرنے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ ایک ویران سی جگہ پر پہنچ کر رک گئے کسی جانب سے ایک دھندلا سایہ اُن کے سامنے آیا تھا۔

اور وہ سیاہ فام تیزی سے دوسری جانب مڑ گئے۔ اَب وہ سایہ عمران کا ہاتھ پکڑے اُسے ایک طرف لے جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد راستہ دشوار گذار ہو گیا کیونکہ اَب وہ کھلے میدان میں نہیں تھے۔ سائے نے ٹارچ روشن کی اور اُس کی روشنی میں وہ چٹانوں سے گذرنے لگے تھوڑے ہی فاصلے پر اونچے پہاڑوں کا سلسلہ تھا جس کا پھیلاؤ دور تک نظر آ رہا تھا۔ تاروں کی چھاؤں میں گرد و پیش کا ماحول کچھ ڈراؤنا سا منظر پیش کر رہا تھا۔

پھر وہ ایک تنگ سے درّے سے گذر کر ایک غار میں داخل ہوئے۔ پادری آگے تھا اور ٹارچ اسی کے ہاتھ میں تھی اچانک بائیں جانب سے کسی نے اُس پر چھلانگ لگائی اور ٹارچ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر ایک جانب لڑھکتی چلی گئی۔ عمران جہاں تھا وہیں دبک گیا۔ وہ دھینگا مشتی اور گالی گلوچ کی آوازیں سن رہا تھا۔ زمین پر گری ہوئی ٹارچ کا رخ غیر متعلق سمت تھا اور لڑنے والے اندھیرے میں تھے۔ ٹارچ بھی بجھی نہیں تھی۔ عمران نے چپ چاپ ٹارچ پر قبضہ کر لیا اور اُسے بجھا بھی دیا۔ لڑنے والوں کو شائد اس کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ وہ انگریزی میں ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے اور غراہٹوں میں درندگی تھی جیسے وہ ایک دوسرے کو ختم کر دیں

چاہتے ہوں۔

پھر یک بیک ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے وہ بند ہوتے ہوئے حلق سے نکل رہی ہوں۔ اس کے بعد والی چیخ بڑی بھیانک تھی جو شائد بھینچے ہوئے حلق سے نکلی تھی پھر سناٹا چھا گیا اور تھوڑی دیر بعد غار کی بند فضا میں ایک بھرائی ہوئی سی آواز گونجی۔ "تم کہاں ہو دوست میں نے اُس سُور کو ختم کر دیا۔ میں تم سے مخاطب ہوں جو میرے ساتھ آئے تھے۔"

عمران آہستہ سے بڑھ کر زیادہ کشادہ جگہ پر آگیا۔ پھر اُس نے وہیں اپنی موجودگی کا اعلان کیا اور تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ کیونکہ اُسے یقین نہیں تھا کہ حملہ آور ہی مارا گیا ہو۔

"کہاں ہو بھئی۔" تھوڑی دیر بعد پھر انگریزی میں کہا گیا۔

"تمہارے سر پر اَب بھی چیل کا سایہ موجود ہے۔" عمران گونجیلی اور پُر رُعب آواز میں بولا۔ "چیل کی پیاس ابھی نہیں بجھی وہ اور خون چاہتی ہے۔ کیا تم قتل کرو گے۔"

"وہ پھر دیکھا جائے گا۔" جواب ملا۔ "اِس وقت تو کام ہی کی بات کرو۔ بوغا نے بتایا تھا کہ تم ایک ذہین سراغرساں ہو۔"

"اُس نے غلط نہیں بتایا تھا بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔"

عمران ٹارچ روشن کر کے اُس کے قریب پہنچ گیا۔ اَب اُس نے دیکھا ایک پادری جس کے سینے میں خنجر پیوست تھا زمین پر دم توڑ چکا تھا اور دوسرا اُس کے قریب ہی کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ غالباً یہی عمران کو یہاں تک لایا تھا۔

"تیسرا کہاں ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"وہ دوسری جگہ کا تھا واپس گیا۔ یہاں ہم دونوں ہی تھے ٹھہرو یہ بتاؤ! کیا تمہیں میک اَپ کرنا آتا ہے۔"

"یقیناً۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ تو میرا ایک بہت معمولی سا کھیل ہے"۔

"تم اس آدمی کی نقل بن سکو گے۔" اُس نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر تم میرے سینے میں خنجر اتارنے کی قوت رکھتے ہو تو یقیناً بن جاؤں گا۔"

"تم غلط سمجھے۔" پادری ہنسنے لگا۔ "میرا مطلب تھا اس کا میک اَپ۔"

عمران نے اُسے یقین دلایا کہ وہ ایسا کر سکے گا۔ پادری اُسے غار کے دوسرے حصے میں لایا اور یہاں ایک پٹرومیکس لیمپ روشن کرنے لگا۔ عمران ٹارچ روشن کئے قریب ہی کھڑا رہا۔

پٹرومیکس روشن کر چکنے کے بعد وہ اٹھا اور عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا میں تمہیں اپنا دوست سمجھوں۔" اُس نے پوچھا۔

"تم چاہتے کیا ہو۔" عمران نے کہا۔ "میں تمہارا ہاتھ دیکھ کر تمہیں مستقبل کی خبر دینے آیا تھا۔"

"چلو ختم کرو۔" وہ مسکرایا بہت چالاک ہو۔ تم نے محض آرام حاصل کرنے کے لئے یہ جال بچھایا ہے تم جانتے ہو کہ کالے لوگ ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔"

"نہیں! میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ عنقریب اِس گروہ کا قلع قمع ہو جائے گا اس پر کالی چیل کا منحوس سایہ منڈلا رہا ہے۔"

"خیر.... ختم کرو! بوغا کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔" پادری نے پوچھا۔

"وہ.... وہ.... اُس سے ڈرو۔ وہ ایک سفاک درندہ ہے میں جانتا ہوں کہ اس تنظیم کا سربراہ وہی ہے۔ اُس کے مکان کے نیچے ایک بہت بڑا تہہ خانہ ہے جہاں بہت زیادہ قوت والے ٹرانس میٹر موجود ہیں۔ ٹیپ ریکارڈرز ہیں جن میں اُس کی عدم موجودگی میں پیغامات ریکارڈ ہوتے ہیں اور اِس بین الاقوامی تنظیم کو کنٹرول کرتا ہے۔

"خوب سمجھے تم۔ ہمارے دلوں میں بھی یہی شبہات موجود ہیں کہ وہی اس تنظیم کا سرغنہ مگر یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"بوغا اور صرف بوغا۔" عمران ہاتھ جھٹک کر پُر رعب آواز میں بولا۔ "سیارے یہی خبر دیتے ہیں۔ سنہرا اُلّو اُس کے سر پر سوار ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔"

"خیر تو یہ بوغا ہی کا قصہ ہے۔" پادری نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اُس کی لڑکی ہمارے ساتھ بھاگ آئی تھی۔ اس کے بعد ہم دونوں میں اس کے متعلق جھگڑا ہو گیا ہم دونوں ہی اُسے پسند کرتے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ اُسے دھوکا دوں گا اور اُس نے بھی یہی سوچا ہو گا۔ کیونکہ ہم دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ دنیا میں جہاں جہاں بھی ہمارا دبار ہوتا ہے دو آدمی کاروبار کے ہیڈ ہوتے ہیں اور وہ دونوں ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو ایک

دوسرے کے جانی دشمن ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ہماری تنظیم بر قرار ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر کڑی نظریں رکھتے ہیں۔"

"لیکن تم بوغا کی لڑکی کو لائے کیسے تھے۔ ہمیں تو وہ تمہارے ساتھ نہیں دکھائی دی تھی۔"

"اُسے ہم ایک صندوق میں لائے تھے اُس نے گیس ماسک پہن لیا تھا اور صندوق میں آکسیجن کی تھیلیوں کا ذخیرہ تھا۔ بہر حال وہ بہت بڑی قوت برداشت رکھتی ہے۔ مجھے تو اس پر حیرت ہے۔ کم از کم میں تو اتنی دیر کسی صندوق میں نہیں رہ سکتا۔ اُس نے خود ہی خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ چلنا چاہتی ہے۔ ہم سمجھے تھے کہ وہ ہم میں مشترکہ رہے گی اور اُس نے بھی اشارۃً وکنایۃً ہم سے یہی کہا تھا مگر یہاں آکر اڑ گئی کہ یہ تو بہت بُری بات ہے۔ ہم میں سے کوئی ایک ہی اُسے حاصل کر سکے گا اور اُسے اس سے شادی کرنی پڑے گی مگر وہ مجھ پر زیادہ اعتماد کرتی ہے اور شائد مجھے چاہتی بھی ہے۔"

"لاؤ..... داہنا ہاتھ بڑھاؤ..... میں بتاؤں۔" عمران کی حکمت عملی اسٹارٹ ہو گئی۔

اُس نے چپ چاپ ہاتھ بڑھا دیا۔ عمران بڑے غور سے اُس کے ہاتھ کی لکیروں کا جائزہ لیتا رہا پھر اُسے اس کے ماضی کے متعلق دو چار باتیں بتائیں۔

"واہ..... دوست تم تو کامل ہو۔" پادری ہنس کر بولا۔ "مگر مجھے لڑی کے متعلق بتاؤ۔"

"اس کے معاملے میں تم واقعی خوش قسمت ہو۔ وہ تمہیں اس بُری طرح چاہتی ہے کہ تمہارے لئے جان بھی دے سکتی ہے..... اور وہ ایک موقع پر تمہاری جان بچائے گی۔ صرف وہی بچا سکے گی اور کوئی نہیں۔ لیکن اسے بھی یاد رکھو کہ تم اُس سے ناجائز تعلق نہ قائم کر سکو گے۔ اگر کوشش کرو گے تو وہ خودکشی کر لے گی۔ لیکن شادی کے لئے تیار ہو جائے گی۔ اس لئے مستقبل میں محتاط رہنا۔"

"بلا شبہ وہ ایک باوفا لڑکی ہے۔ میں دراصل اِس زندگی سے تنگ آگیا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ میرا بھی ایک گھر ہو، بیوی بچے ہوں۔ اطمینان کی زندگی بسر کروں۔ آج میں نے یہی پروگرام بنایا تھا کہ اُسے ساتھ لے کر یہاں سے نکل چلیں گے اور مدد کے لئے تم پر نظر پڑی تھی مگر شائد اسے علم ہو گیا تھا؟" وہ خاموش ہو کر لاش کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں تنہا جزیرہ نہیں چھوڑ سکتا۔ ہم جہاں بھی جاتے تھے ساتھ ہی جاتے تھے یہی ہمارا قانون ہے۔ ہماری عدم موجودگی میں ایک مقامی کالا آدمی ہمارا قائم مقام ہوتا ہے یہی حیثیت اُس جزیرے میں بڑے منٹو کو حاصل ہے جس میں بوغا کا قیام ہے۔ مگر بوغا وہاں تنہا ہے اِسی بناء پر ہم یہ سوچتے ہیں کہ وہی تنظیم کا سربراہ ہے۔ حالانکہ وہ یہی کہتا ہے کہ اس کی حیثیت جنرل منیجر کی سی ہے۔ کیا یہ دیوانگی نہیں ہے۔ پاگل پن نہیں ہے۔ وہ اربوں روپے کا مالک ہونے کے باوجود بھی ایسی گھٹیا زندگی بسر کر رہا ہے۔ آخر یہ کیسی ہوس ہے دولت آخر کس لئے ہوتی ہے۔"

"اِس مسئلے پر پھر بات کریں گے۔ فی الحال تم کام کی بات کرو۔"

"تم اس آدمی کے میک اپ میں میرے ساتھ چلو گے۔ اسٹیمر آئے گا اور وہ ہمیں بوغا کے جزیرے کی طرف لے جائیگا۔ صرف اُس کا کیپٹن ہی اصل معاملات سے آگاہ ہوگا یعنی وہ ہماری حیثیت سے واقف ہوگا اگر ہم کسی طرح اُسے ختم کر کے اُس کی جگہ لے سکے تو وہ اسٹیمر بوغا کے جزیرے کی طرف جانے کی بجائے تمہارے ملک کا رُخ کرے گا میں نے کیپٹن کو اطلاع بھجوائی ہے کہ وہ آج رات کو تین بجے اِس جزیرے کے ساحل پر آئے کیونکہ ہمیں کچھ قیدی بوغا کے پاس پہنچانے ہیں۔ تم اِس کا میک اَپ کرو۔ میں تمہارے ساتھیوں کو قیدی بنالوں گا۔

"مگر لڑکی کا کیا کرو گے۔"

"وہ پھر صندوق میں۔"

"نہیں! میں اُسے مرد بنادوں گا۔ تم اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دینا ہمارا ایک آدمی یہاں اور بھی ہے جو پہلے کبھی لایا گیا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا ہے۔"

"اوہ.... یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ میں کیپٹن کو بتاؤں گا کہ یہ آدمی انہیں قیدیوں کی وجہ سے بیمار ہوا ہے۔ لہذا ان سبھوں کو بوغا کے پاس پہنچایا جا رہا ہے۔" پادری نے کہا۔



حالات کا یہ رُخ قطعی غیر متوقع تھا جو کچھ بھی ہوا اُس میں عمران کی عقل کا اتنا دخل نہیں تھا جتنا کہ مقدرات کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی جلدی گلو خلاصی کی کوئی صورت نکل آئے۔

گی۔ ویسے اُس نے جو اسکیم مرتب کی تھی اس کا بار آور ہونا دیر طلب تھا۔ وہ اسکیم جس کی شروعات پامسٹری سے ہوئی تھی۔

بہر حال وہ تین بجے اُس گھاٹ پر تھے جہاں اسٹیمر لنگر انداز ہونے والا تھا۔ عمران مقتول پادری کے میک اَپ میں اُسی کی سی شان سے کھڑا تھا۔ خالد اسٹریچر پر پڑا تھا جسے دو سیاہ فام خادم اٹھائے ہوئے تھے۔ صفدر، جوزف اور لزی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ اور وہ کوئی نو عمر اور زخمی لڑکا معلوم ہو رہی تھی۔ زخمی لڑکا یوں معلوم ہو رہی تھی کہ اُس نے اپنے بال کٹوانا پسند نہیں کیا تھا! اس لئے عمران کو اِس انداز میں اُس کے سر کی ڈریسنگ کرنی پڑی تھی کہ بال بھی نہ ظاہر ہو سکیں اور سر زخموں سے چور چور معلوم ہو! دوسرا پادری جس نے اپنا نام رابرٹو بتایا تھا بالکل مطمئن نظر آرہا تھا!

اسٹیمر سوا تین بجے لنگر انداز ہو سکا اور ان کے اوپر پہنچتے ہی لنگر اٹھا بھی دیا گیا! اسٹیمر میں بھی قیدیوں کا کیبن موجود تھا جس میں وہ بند کر دیئے گئے لیکن ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نہ نکالی گئیں!

رابرٹو نے تھوڑی دیر تک جہاز کے کپتان سے گفتگو کی تھی اور پھر اُس بڑے کیبن کی طرف روانہ ہو گیا تھا جس میں دونوں کو قیام کرنا تھا!

رابرٹو نے عمران کو بتایا کہ بوغا کے جزیرے تک پہنچنے میں ڈھائی دن لگیں گے! لیکن اگر صبح نو بجے سے پہلے پہلے ہی جہاز کا رُخ بدل دیا جائے تو پھر موبار تک پہنچنے میں تعاقب کا بھی خدشہ خارج نہیں ہو سکتا! اُس نے بتایا کہ جہاز رانوں کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ انہیں کہاں جانا ہے!۔ کپتان وائرلیس کے ذریعہ آئی ہوئی ہدایات پر عمل کرتا ہے۔ وہ اسٹیمر دراصل اس تنظیم کا گشتی اسٹیمر تھا!.... جس کا کام ہی یہی تھا کہ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے تک دوڑتا رہے اور اُن کی ضروریات پوری کرے۔

رابرٹو نے بھی وائرلیس ہی کے ذریعہ کیپٹن کو پیغام بھیج کر اُسے وہاں طلب کیا تھا!

"کام بن جاتا....!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! "مگر یہاں میک اَپ کا سامان۔!"

"اوہ.... تم فکر نہ کرو!"۔ رابرٹو نے کہا! "یہ اسکیم پہلے ہی سے میرے ذہن میں تھی اِس لئے میک اَپ کا سامان بھی لایا ہوں۔"

"گڈ.... تب تو.... ٹھیک ہے!۔ میرے دانست میں صبح ہونے سے پہلے یہ کام بھی ہونا چاہئے!۔" عمران نے کہا!۔

اور اسٹیمر کا کپتان بہ آسانی قابو آگیا!۔ کیونکہ وہ عموماً رات بھر شراب نوشی کیا کرتا تھا اور دن کو سونے کا عادی تھا!.... پھر بڑی تیزی سے انہوں نے سارے انتظامات مکمل کئے! صفدر کو عمران نے اپنی جگہ دی اور خود کیپٹن کی جگہ سنبھالی اور اس کی جگہ، سنبھالتے ہی بیمار بھی ہو گیا! بیماری بھی ایسی کہ حلق بند ہو کر رہ گیا!.... اَب اس کے علاوہ اور کیا صورت رہ گئی تھی کہ وہ ماتحت عملہ کو اپنی آواز سنائے بغیر ہی احکامات صادر کرتا۔ وہ رعشہ زدہ ہاتھوں سے احکامات لکھتا تھا تاکہ رائٹنگ پہچان لئے جانے کا بھی امکان نہ رہے!

بہر حال ساڑھے آٹھ بجے دن کو ایک مخصوص جگہ پر جہاز کا رُخ موڑ دیا گیا اور اب اُن کی منزل جزیرہ موبار ہی تھا!۔

موبار پہنچنے میں چار دن لگ گئے!.... آہستہ آہستہ عمران کا حلق کھلتا گیا تھا اور اب وہ بھرائی ہوئی ناقابل شناخت آواز میں گفتگو کر سکتا تھا! موبار کے ساحل پر اسٹیمر اُس وقت لگا جب اندھیرا اچھی طرح پھیل چکا تھا!۔

دونوں پادری قیدیوں کو لے کر اُتر گئے! لیکن اَب اُن کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں تھیں! بیمار خالد کو دو خلاصیوں نے اسٹریچر پر ڈال کر اٹھایا تھا!.... خالد کی حالت اب بہتر تھی اور اچھا خاصا تندرست نظر آنے لگا تھا! مگر عمران کی ہدایت تھی کہ وہ لیٹا ہی رہے!.... جہاز رانوں کی دانست میں ابھی جہاز کو لنگر انداز ہی رہنا تھا کیونکہ اسی وقت دونوں پادریوں کی واپسی بھی ہوتی!۔

صفدر کو عمران نے سب کچھ سمجھا دیا تھا!۔ تین گھنٹوں کے اندر ہی اندر اسٹیمر کے گرد بحری پولیس نے گھیرا ڈال دیا!.... ان پارٹیوں کی قیادت ایک انسپکٹر کر رہا تھا!.... کپتان پہلے ہی حراست میں لے لیا گیا۔ اور پھر کچھ دور لے جا کر چھوڑ دیا گیا! کیونکہ اُسے شالی کی خبر لینی تھی!.... وکیل داراب اور بلیک میلر مفتی سے نپٹنا تھا!.... رابرٹو نے اُسے بتایا کہ موبار کے کاروبار کے منتظم مفتی اور داراب ہی تھے! اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن بھی تھے! لیکن شالی کا مسئلہ وہ بھی نہ حل کر سکا! رابرٹو چوہان کے متعلق بھی کچھ نہ بتا سکا!

عمران ابھی تک کپتان ہی کے بھیس میں تھا! وہ سیدھا شالی کے محل کی طرف چلا گیا!..

صفدر وہاں پہلے ہی سے موجود تھا!.... اُس نے بتایا کہ جولیا محل کے اندر موجود ہے! اور معمولی قسم کے میک اپ میں ہے! اس لئے اُسے پہچاننے میں دشواری نہیں ہوئی! پھر صفدر ہی نے معمولی سی پوچھ گچھ کے بعد پتہ لگالیا کہ محل میں آئی ہوئی نئی لڑکی کا نام جولیا ہی ہے!.... بس پھر عمران نے اندر جولیا کے لئے پیغام بھجوایا....! ہو سکتا ہے کہ جولیا یہی سمجھی ہو کہ وہ داراب کا کوئی آدمی ہوگا! اُسے ڈرائنگ روم میں طلب کر لیا گیا۔

لیکن جولیا سے پہلے شالی ٹکرائی اور اُس نے اُسے گھور کر پوچھا!" تمہیں داراب نے بھیجا ہے!۔"

عمران نے کچھ سوچے سمجھے بغیر اثبات میں جواب دیا! اور شالی داراب کا نام لے کر برس پڑی!" آخر وہ ملتا کیوں نہیں مجھے الجھن میں کیوں ڈال رکھا ہے!۔"

" ملے گا.... ملے گا.... بہت جلد" عمران نے کہا!" میں جولیا کو ذرا باہر لے جانا چاہتا ہوں!۔"

اتنے میں جولیا بھی آگئی اور وہ بھی یہی سمجھی کہ وہ داراب کا بھیجا ہوا کوئی آدمی ہے! اس لئے وہ فوراً تیار ہو گئی.... دونوں باہر آئے!

جولیا کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمران ہے تو اُس نے برس پڑنے کے لئے اسٹارٹ لینا چاہا لیکن عمران نے اُسے موقع کی نزاکت کا احساس دلاتے ہوئے کہا" وقت کم ہے! کھیل بگڑ جائے گا! اگر داراب نکل گیا!۔"

" داراب کے متعلق تمہیں خاور ہی سے صحیح معلومات حاصل ہو سکیں گی! کیونکہ وہ اس کی نگرانی برابر کرتا رہا ہے!۔" پھر جولیا نے اُسے خاور کا پتہ بتایا!۔

خاور کے پاس یہی اطلاع تھی کہ داراب ابھی بھی اُسی ساحلی جھونپڑے میں تنہا موجود ہے! وہ بھی تفصیل معلوم کرنے کے لئے بے چین نظر آیا مگر ابھی عمران کے پاس اتنا وقت کہاں تھا۔ جولیا جھونپڑے کی جانب اُس کی راہنمائی کرنے کو موجود تھی! اور دل میں سوچ رہی تھی کہ یہ بھوت صحیح معنوں میں ناقابلِ تسخیر ہے!۔

جھونپڑے کے قریب پہنچ کر وہ رُک گئی اور آہستہ سے بولی!" ابھی کوئی داخل ہوا ہے!۔"

" میں نے دیکھا ہے!۔" عمران نے جواب دیا۔ اور پھر وہ جھونپڑے کی ایک دیوار سے

جا لگے!۔ اندر سے روشنی چھن رہی تھی!۔

دفعتاً عمران نے ایک جانی پہچانی آواز سنی!۔ "داراب! غضب ہو گیا!۔ ڈی وسکی ہانے کچھ دیر پہلے لینڈ کیا تھا۔ اَب وہ پولیس کے گھیرے میں ہے! اور رابرٹو.... تمہارے گھر پر تمہارا منتظر ہے۔!" یہ آواز سو فیصدی مفتی کی تھی۔ اُس آدمی کی جس نے اُسے شالی کی گارڈن پارٹی میں بلیک میل کرنے کی دھمکی دی تھی!

"اوہ.... تب تو ہمیں چپ چاپ کھسک ہی جانا چاہئے!.... اف فوہ! حالات کتنے خراب ہو گئے ہیں میں تو جانتا ہی تھا کہ جب بھی اپنی باری آ جائے.... مگر خیر کوئی نہیں جانتا کہ ہم دونوں حقیقتاً کیا ہیں۔ چلو جلدی کرو! اپنی لانچ مغربی ساحل پر موجود ہو گی یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔!" یہ دوسری آواز داراب کی تھی۔!

"تم یہیں ٹھہرو!۔" عمران نے جولیا سے کہا اور تیزی سے اندر داخل ہوا۔

وہ دونوں اس طرح اچھل پڑے جیسے قریب بم گرا ہو!۔

"اوہ.... ہا!۔" داراب ہنسا! "ہیلو! کیپٹن ڈی گیرو.... تم کہاں!۔ بغیر اطلاع دیئے آ گئے۔ کیا بات ہے۔!"

"مجھے بوغا نے بھیجا ہے!۔"

"کیوں!...." داراب نے حیرت سے پوچھا۔!

"تاکہ تم دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر لے جاؤں!"۔

"اوّل تو... ہم سے ایسی کوئی خطا نہیں ہوئی!" داراب نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا! "اور اگر ہوئی بھی ہے تو تم اس سے لاعلم ہو کہ اِس وقت تمہارا جہاز پولیس کے نرغے میں ہے! تم نے کتنی دیر ہوئی اُسے چھوڑا تھا!۔"

"ہمیں وقت کا اندازہ نہیں ہے!" عمران نے اردو میں کہا! کیونکہ عینک جہاز ہی پر بھول آئے ہیں!۔"

"کیا؟۔" داراب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں! اب اُس نے پرنس آف چمروٹی کی آواز صاف پہچان لی تھی! اور مفتی بھی پلکیں جھپکانے لگا تھا!۔ دفعتاً وہ دونوں ہی اُس پر ٹوٹ پڑے۔

عمران تو پہلے ہی سے تیار تھا اس لئے اُن دونوں کے سر آپس میں کم از کم اتنے زور سے تو ضرور ٹکرائے کہ اِس کے بعد ہی عمران کو سنبھلنے کا مزید موقع مل سکتا! پھر جولیا بھی اندر چلی آئی!۔

"اوہ.... تم بھاگو.... یہاں سے "داراب چیخا.... مفتی بھی اُس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا! جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمران اُن دونوں پر چھا گیا! مفتی کے پیٹ پر پوری قوت سے اُن کا گھٹنا لگا تھا! اور وہ پیٹ دبائے ایک طرف ڈھیر ہو گیا تھا! پھر وہ اٹھنے نہیں پایا تھا کہ عمران نے داراب کو بھی اُسی جگہ گرادیا۔ اور اب دونوں پر بیک وقت سوار تھا!.... وہ دونوں کچھ ایسے زیادہ طاقت ور نہیں ثابت ہوئے۔



دوسری صبح عمران پرنس آف چرروٹی کی حیثیت سے شالی کے محل کے قریب پہنچا! وہ تنہا تھا! پولیس نے اِس عمارت کے گرد بھی حصار کر رکھا تھا!.... انسپکٹر کے اسسٹنٹ کے اشارے پر اُسے اندر جانے دیا گیا!

"پرنس....!" شالی اسے دیکھ کر چیخ پڑی! پھر تیزی سے اُس کے قریب آکر آہستہ سے بولی!: جاؤ.... خدا کے لئے چلے جاؤ.... ورنہ اَب تم سچ مچ میرے لئے پریشانیوں کا باعث ہو گے! میں کچھ بھی نہیں جانتی میں نے یہ سب کچھ دارب کے کہنے پر کیا تھا! وہ میرا قانونی مشیر تھا اور بس اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتی! اُس نے جو کچھ بھی کہا کرتی رہی!۔"

"ہم نہیں سمجھے آپ کیا کہہ رہی ہیں! ہاں باہر پولیس بھی موجود ہے! اُس نے ہمیں روکنے کی کوشش کی تھی مگر ہمیں کون روک سکتا ہے!۔"

"داراب کو انہوں نے پکڑ لیا ہے! سنا ہے کہ وہ اسمگلنگ کے الزام میں پکڑا گیا ہے! مگر مجھ سے کیا! میں بھائیوں کے کاروبار کی مالک ہوں! اور وہ کاروبار صاف ہے۔! "

"تمہیں بھائیوں کے کاروبار کے بارے میں کیا معلوم ہے۔!"

"دفتر میں جا کر ملازموں سے پوچھئے! میں کیا جانوں!" شالی نے غصیلے لہجے میں کہا! "آپ

کون ہوتے ہیں پوچھنے والے۔!"

"ہائیں.... ہم کون بھی نہیں ہیں!.... یعنی کہ انور چوہان!.... یعنی کہ آدھے کے حقدار۔"

"میں کچھ نہیں جانتی!.... داراب سے جاکر پوچھئے.... اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ کسی بیوقوف نوجوان کو پھانس کر انور چوہان بناؤ ورنہ آدھا کاروبار ہاتھ سے نکل جائے گا!۔"

"اچھا تو ہم بیوقوف تھے....!" عمران نے آنکھیں نکالیں!۔

"خدا بہتر جانتا ہے! مگر تم کہاں غائب ہوگئے تھے۔!"

"انور چوہان کے بھتیجوں کے سالے ہمیں پکڑ لے گئے تھے۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی" مگر تم اپنے متعلق کیا جانتی ہو!۔"

"کیا مطلب....!"

"بھائیوں کے کاروبار میں بہنیں کہاں سے آٹپکیں....!"

"مجھے اپنے باپ کا ترکہ ملا ہے۔!"

"کبھی باپ کی شکل بھی دیکھی ہے۔!"

"کیوں؟.... میں نہیں سمجھی...."

"نہ سمجھو!۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی! پھر بولا!

"اچھا چلو ہم خود کو انور چوہان ڈکلیر کئے دیتے ہیں۔ پھر کب ہو گی شادی وادی!"

"خدا کے لئے مجھے پریشان نہ کیجئے.... جایئے۔"

"اسی شرط پر کہ تم مجھے اصلیت سے آگاہ کردو!۔ اور اسے بھول جاؤ کہ میں شہزادہ ہوں! فرض کرو تم سے غلطی ہو! یعنی تم کسی ایسے آدمی کو بیوقوف سمجھ بیٹھی ہو جو حقیقتاً قانون کا محافظ رہا ہو!۔"

شالی نے اس طرح چونک کر اس کی طرف دیکھا جیسے پہلی بار اُس کی آواز سنی ہو!۔ اور سچ مچ اُسے کوئی اجنبی ہی معلوم ہوا۔ کیونکہ اب عمران کے چہرے پر حماقت کی بجائے دل دہلا دینے والی سنجیدگی تھی!۔

"آپ.... آپ!" وہ ہکلائی!

"اس بحث میں نہ پڑو کہ میں کون ہوں! ویسے تم اسی سے میری پوزیشن کا اندازہ کر سکتی ہو کہ میں پولیس کے گھیرے سے گذر کر یہاں تک پہنچا ہوں۔!"

شالی چند لمحے ساکت رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی!" آپ کوئی بھی ہوں! لیکن میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں نے اپنے باپ کو آج تک نہیں دیکھا۔ لیکن ہوش اسی محل میں سنبھالا ہے! اور مجھے میری آیائیں یہی بتاتی رہی ہیں کہ میں ایک بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہوں جو افریقہ کے کسی نواحی جزیرے میں رہتا ہے۔ اور وہ کہانی جو میں آپ کو پہلے سنا چکی ہوں اس کا علم بھی مجھے انہیں ذرائع سے ہوا تھا! وکیل داراب نے بھی اس کہانی کی تصدیق کی تھی!۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم سچ کہہ رہی ہو! داراب نے سب کچھ اُگل دیا ہے اور یہ خبر سناتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے کہ تم اب بالکل مفلس ہو! مگر پڑھی لکھی ہو اس لئے تمہیں مفلسی کی بھی پرواہ نہ ہونی چاہئے! میں کوشش کروں گا کہ تمہارے والدین کا پتہ لگایا جائے.... او ہو! تم متحیر ہو!...... ہاں یہ حقیقت ہے کہ تمہیں والدین کا پتہ لگانا پڑے گا!......تم اب تک اسمگلروں کے ایک بہت بڑے گروہ کا آلہ کار بنی رہیں جو بچوں کو اغوا کر کے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں بردہ فروشی کرتا ہے اور تمہیں بھی صغر سنی ہی میں کہیں سے اغوا کر کے لایا گیا تھا! ان کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف جزیروں میں فرضی ناموں سے کاروبار کرتے ہیں اور ایسے آدمیوں کو کاروبار کا مالک بناتے ہیں جنہیں کاروبار کی اصلیت کا علم نہ ہو!.... اِس لئے وہ بچپن سے اغوا کئے ہوئے بچوں کو خود پالتے ہیں تاکہ وہ زندگی بھر اُن کی انگلی پکڑے چلتے رہیں۔ کبھی ان کے دلوں میں اس کا خیال نہ پیدا ہو سکے کہ انہیں خود بھی کاروبار کو سمجھنا چاہئے! موبار میں بھائیوں کے کاروبار کے نام سے سالہا سال سے یہ گندے کاروبار جاری رہے ہیں!۔ ہاں ذرا یہ تو بتاؤ کہ کبھی تم نے چیکوں پر اپنے دستخط بھی کئے ہیں!۔"

"جی نہیں داراب کہتا تھا کہ وصیّت کے مطابق تاوقتیکہ دونوں شادی نہ کر لیں داراب ہی کو اس کا اختیار رہے گا کہ کاروبار یا دولت پر متصرف رہے! ویسے خود اس کا حصہ اپنا حق المحنت ہی ہوتا تھا! فرضی انور چوہان کی تلاش اِسی لئے تھی کہ شادی کے بعد ہم دونوں دولت پر متصرف ہو سکیں!"

"ہوں بڑی چالاکی سے کام ہو رہا تھا!" عمران نے کہا!" بہر حال کسی احمق نوجوان کی تلاش

اِس لئے تھی کہ کوئی لڑکا انہیں نہیں مل سکا تھا! ہاں تو اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر کبھی قانون اِس گندے کاروبار کی بو سونگھ بھی لے تو وہ لوگ محفوظ رہیں!......ظاہر ہے کہ پولیس سُراغ کی کڑیاں ملاتی ہوئی کاروبار کے مالکان تک جا پہنچے گی! اور اصل مجرموں کو اِس دوران روپوش ہو جانے کا موقع مل جائے گا! پولیس کے ہتھے صرف وہ لوگ چڑھیں گے جو نام کے مالک تھے۔ اوہو.... کیا بات ہوئی ہے.... اِن لوگوں کا ستارہ گردش ہی میں آ گیا تھا! ورنہ تمہاری نظر انتخاب مجھ پر ہی کیوں پڑتی۔!"

شالی کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں! اور وہ بہت دنوں کی بیمار معلوم ہونے لگی تھی یا پھر ایسا لگ رہا تھا جیسے اُس کی موجودہ عمر میں کم از کم دس سال یک بیک بڑھ گئے ہوں!

"تم.... مگر.... پھر آپ پر یہاں اس رات حملہ کیوں ہوا تھا! وہ لوگ کون تھے!" اُس نے کانپتی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"وہ بھی محض فریب تھا!.... دکھاوا تھا! داراب اِس طرح اپنے بیان کی تصدیق کرانا چاہتا تھا!.... چاہتا تھا کہ مجھے انور چوہان والی کہانی پر یقین آ جائے! اور میں اپنی زبان بند کرلوں!۔

"اب میرا کیا ہوگا!۔"

"مقدمے کے اختتام تک تمہیں غالباً یہیں ٹھہرنا پڑے گا! اور حالات کی بنا پر حکومت تمہاری کفالت کرے گی! اگر تم پر جرم ثابت نہ ہو سکا تو تم آزاد ہو گی۔!"



"مگر عمران صاحب....! مفتی آپ سے خواہ مخواہ کیوں الجھا تھا۔" اُسی شام کو صفدر نے پوچھا "آپ کو انور چوہان کے سلسلے میں بلیک میل کرنے کی دھمکی کیوں دی تھی!۔"

"محض لغویت....! وہ بھی داراب کے بیان کی تصدیق کرنا چاہتا تھا یہ جتانا چاہتا تھا کہ انور چوہان کوئی خیالی تخلیق نہیں ہے! بلکہ حقیقتاً وجود رکھتا ہے! مگر بھئی کمال ہے.... صفدر صاحب!.... ہم نے سفر کرنے کے سوا اور کیا ہی کیا ہے! ایک بار مجھے تین لڑکیاں بھگا لے گئیں! پھر میں بوغا کے جزیرے میں پہنچا اور کھیاں مارتا رہا پھر رابرٹو کے جزیرے میں بھی کھیاں ہی

مارنے کا ارادہ تھا.... مگر خود بخود ساری راہیں کھل گئیں! بس یہ سمجھ لو کہ اس بین الاقوامی گروہ کو بے نقاب ہونا ہی تھا.... اِس طرح ہو گیا؟ خود بخود سامنے آگیا!.... ہمیں تو کام ابھی شروع کرنا ہے۔!"

"مطلب!"

"بوغا....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی!" لیکن یہ کام بے حد دشوار ہوگا! بوغا پر ہاتھ ڈالنا آسان نہ ہوگا! کیونکہ وہ فی الحال فرانس کا شہری ہے! لیکن میں اُسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑنا چاہتا!.... وہ ساری دنیا کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے!۔"

"اور بوغا کی لڑکی" صفدر مسکرایا!

"بھوت نہیں اُترا.... ابھی تک....! کل وہ دونوں حوالات ہی میں شادی کر رہے ہیں! چونکہ وہ سرکاری گواہ ہیں اِس لئے انہیں رعایت ملے گی۔"

"آہا.... ہاں.... اُس بڑے آدمی کا کیا ہوا جس کا تذکرہ خالد نے کیا تھا۔"

"گڑے ہوئے مردے نہیں اکھاڑے جائیں گے۔! اِسے چھوڑ کر بوغا کے متعلق سوچو ایکس ٹو اُسے ہر حال میں اپنا قیدی دیکھنا چاہتا ہے...." عمران نے چیونگم کا پیکٹ پھاڑتے ہوئے کہا!۔

